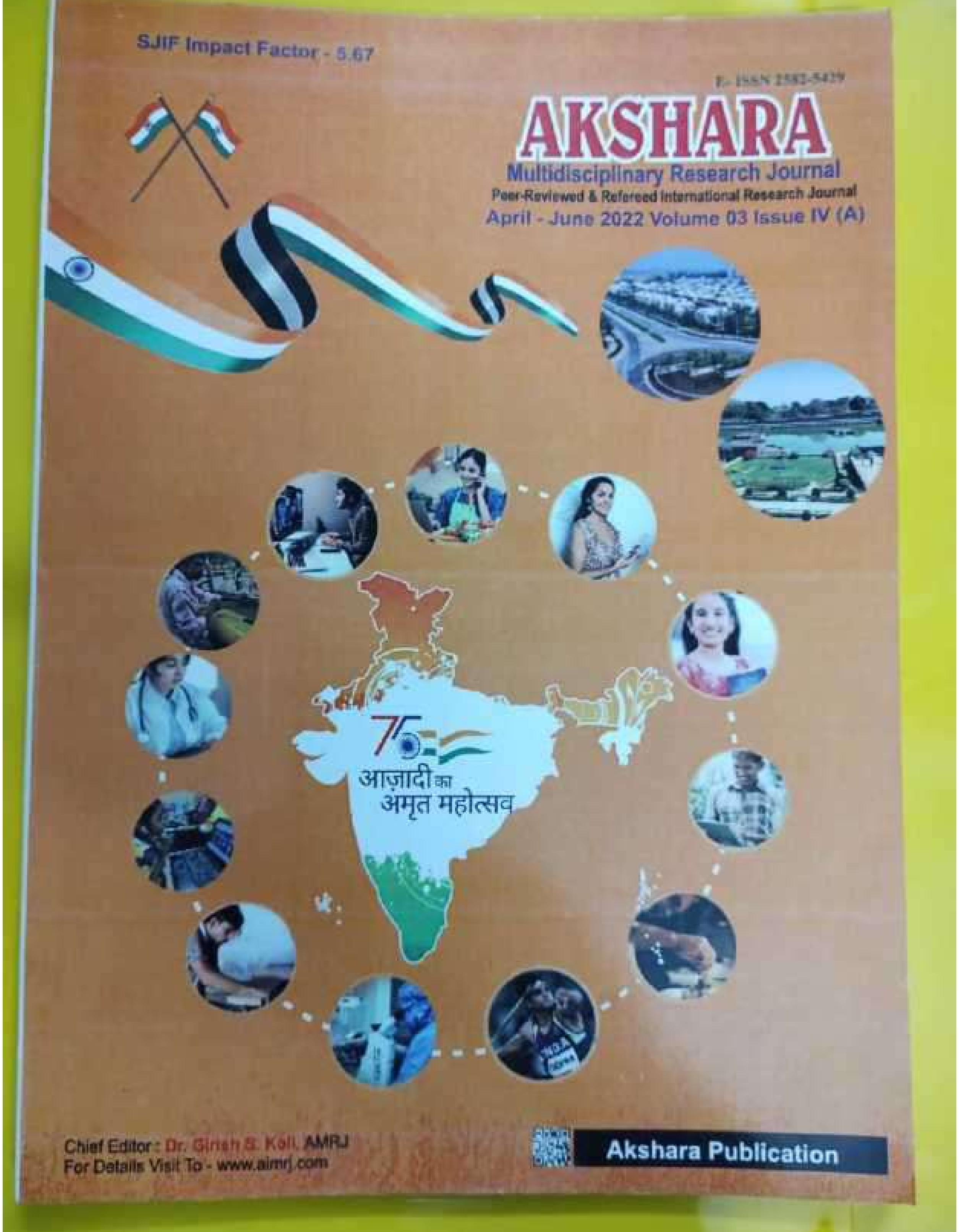
SJIF Impact Factor - 5.67
E- ISSN 2582-5429
AKSHARA
Multidisciplinary Research Journal
Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
April - June 2022 Volume 03 Issue IV (A)
आज़ादी का
अमृत महोत्सव
Chief Editor : Dr. Girish S. Koli, AMRJ
For Details Visit To - www.aimrj.com
Akshara Publication

E- ISSN 2582-[illegible]

Akshara Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

April-June 2022 Volume 3 Issue IV (A) SJIF Impact-

Sr.No	Title of the Paper	Author's Name	Pg.No
21	पाथर्डी तालुका एक ऐतिहासिक परिप्रेक्ष	डॉ.राधाकृष्ण लक्ष्मीकांत जोशी	95
22	मानसिक स्वास्थ आणि ऑफलाइन परीक्षा	डॉ. छाया व्ही. ठिंगळे	100
23	महाराष्ट्रातील आधुनिक जलसिंचन पद्धतीचे कृषी विकासातील योगदान	विद्या रामलाल पाटील प्रा . डॉ . विजय माटे	103
24	मराठी गझल : एक आकलन	डॉ.संजय एस. पोहरे	107
25	कुर्रतुलऐन हैदर की नावेल-निगारी का जाएज़ा (उर्दू)	डॉ. शेख आफ़ाक़ अंजुम	111
26	मुस्लिम खानदानों में ख़वातीन की तालीम (urdu)	डॉ. सालेहा परवीन	115

E- ISSN 2582-5429
Akshara Multidisciplinary Research Journal
Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
April-June 2022 Volume 3 Issue IV (A) SJIF Impact- 5.64

25

قرۃ العین حیدر کی ناول نگاری کا جائزہ

ڈاکٹر آفاق احمد شیخ
صدر شعبہ اردو، آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج مہاگاؤں

نسائی ادب اُردو ادب کا نہایت اہم اور قابل قدر حصہ رہا ہے۔ نسائی شعور کی روایت ہمارے ثقافتی رجحان کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہ خواتین کے شعور و ادراک کی آئینہ دار ہے۔ نسائی شعور جو عورت کو بحیثیت انسان کے مقام و منصب میں کم تر سمجھنے کے خیال کو رد کرتا ہے۔ طبقہ نسواں کسی بھی معاشرے کا ایک اہم جز رہا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اُس وقت تک ترقی یافتہ نہیں بن سکتا جب تک اُس معاشرے کی خواتین ذی علم، ذی شعور نہ ہوں، انھیں اُن کے وہ حقوق حاصل نہ ہوں جن کے بغیر سماجی فرائض حقیقی معنوں میں ادا کرنا ممکن نہیں۔ قوم کی فلاح و ترقی میں خواتین کی تعلیم کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ مردانہ غلبہ والے معاشرے میں عورت کے وجود، اہمیت اور شناخت سے اکثر انکار کیا گیا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے اپنی موجودگی کا احساس نہ دلایا ہو۔ علم، ادب و صحافت جیسے شعبوں میں اگرچہ مردوں نے اپنی اساس زیادہ مستحکم کی ہے لیکن خواتین نے بھی اپنی فکری و تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ادب کی تقریباً ہر صنف پر قلم اٹھایا اور اسے خوب نبھایا ہے۔ ان نسائی تحریروں نے ادب کے بے رنگ خاکوں کو خوبصورت رنگوں سے مزین کیا ہے۔ رشیدۃ النساء سے لے کر جیلانی بانو تک خواتین ناول نگاروں کا طویل سلسلہ ہے جنھوں نے اُردو ناول نگاری کے فن کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان ناول نگاروں کی تخلیقات میں تعلیم نسواں، حقوق نسواں، ہجرت، فسادات، رسم و رواج میں تبدیلی جیسے ان گنت موضوعات نظر آتے ہیں۔

اُردو ناول نگاری میں اگرچہ مردوں کا غلبہ رہا ہے لیکن باوجود اس کے اس صنف کا تذکرہ ایک خاتون ناول نگار کے بغیر ادھورا ہے، وہ باوقار نام ہے قرۃ العین حیدر، جنھیں اہلِ ادب اُردو کی ورجینا وولف کہتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے منفرد اسلوب کی بنا پر اُردو ادب میں اپنی ایک الگ شناخت بنائی ہے۔ اُردو کی یہ عظیم فکشن نگار ۲۰، جنوری ۱۹۲۷ء کو ایک معزز ادبی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد معروف ادبی شخصیت سجاد حیدر یلدرم ہیں جو اُردو کے اوّلین افسانہ نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی والدہ نذر سجاد حیدر بھی اُردو کی معروف ناول نگار تھیں۔ قرۃ العین حیدر نے ابتدائی تعلیم کونونٹ اسکول اور اعلیٰ تعلیم لکھنؤ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ موصوفہ امریکی جامعات سمیت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بطور پروفیسر تاحیات وابستہ رہیں۔ تقسیم ہند کے بعد ان کا خاندان پاکستان چلا گیا۔ بعد ازیں انھوں نے ہندوستان آنے کا فیصلہ کیا۔

اُردو ناول رشیدۃ النساء سے جیلانی بانو تک پہنچتے پہنچتے کئی منازل طے کر چکا تھا۔ اُردو ادب میں اس صنف کی ایک مستحکم روایت قائم ہو چکی تھی۔ لیکن جب قرۃ العین حیدر نے اس صنف میں قدم رکھا تو اپنے سحر انگیز قلم سے اُردو ناول کو فکری عظمت، فنی رفعت اور فلسفیانہ گہرائی سے اس طرح روشناس کرایا کہ مذکورہ محاسن ان کے ادبی اسلوب کی شناخت بن گئے۔ قرۃ العین حیدر کے ناولوں کے مطالعے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی اثر پذیری مشرقی نہیں بلکہ خالص مغربی ہے۔ اس کی وجہ ان کی انگریزی میڈیم کی تعلیم اور انگریزی لٹریچر سے وابستگی ہے۔ وہ ورجینا وولف، اسکاٹ، رچرڈس جیسے مغربی ادبا و ناقدین سے کافی حد تک متاثر تھیں۔ قرۃ العین حیدر کو چونکہ ادبی ماحول ورثے میں ملا تھا اس لیے انھوں نے گیارہ سال کی عمر سے ہی بچوں کے لیے لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا پہلا ناول میرے بھی صنم خانے ۱۹۴۹ء میں منظر عام پر

E- ISSN 2582-5429
AMRJ
Akshara Multidisciplinary Research Journal
Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
April-June 2022 Volume 3 Issue IV (A) SJIF Impact- 5.64

آیا۔ اس کے بعد ان کے متعدد ناول شائع ہوئے۔ 'سفینۂ غمِ دل'، 'آگ کا دریا'، 'آخرِ شب کے ہمسفر'، 'کارِ جہاں دراز ہے'، 'گردشِ رنگِ چمن' اور 'چاندنی بیگم' ان کے قابلِ ذکر ناول ہیں۔ قرۃ العین حیدر کی ناول نگاری کا آغاز تقسیمِ ہند کے ساتھ ہی ہوا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے اولین ناول کی تخلیق میں مصروف تھیں کہ تقسیم کا کرب ناک سانحہ درپیش آیا اور انھیں ترکِ وطن کرنا پڑا۔ انھوں نے تقسیم کے کرب کو سہا ہے اور اس کے درد کو محسوس بھی کیا ہے۔ شاید یہی سبب ہے کہ ان کے بیشتر ناول تقسیم کے المیے سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ناول 'میرے بھی صنم خانے' میں تقسیم کے نتیجے میں تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد کی شکستہ حالی کی عکاسی کی گئی ہے۔ تقسیم کے نتیجے میں جو فرقہ وارانہ منافرت پیدا ہوئی تو اچھے خاصے پڑھے لکھے دانشور اور مہذب افراد گردشِ ایام کی زد میں آ کر مفلوک الحال ہو گئے۔ نفرت کے عفریت نے کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر قرۃ العین حیدر کو افسوس ان افراد کی موت سے زیادہ اس تہذیب کی موت کا تھا جو انھیں بے حد عزیز تھی۔ اسی تباہ حال تہذیب کی داستانِ الم 'میرے بھی صنم خانے' کا موضوع ہے۔ ڈاکٹر اختر سلطانہ لکھتی ہیں------

"میرے بھی صنم خانے تقسیمِ ہند کے المیے پر قلمبند کیا ہوا قرۃ العین حیدر کا یہ پہلا ناول ہے جسے زوالِ آدمِ خاکی کی کہانی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔" ۱

۱۹۸۹ء میں ناول 'آخرِ شب کے ہمسفر' کی تصنیف پر قرۃ العین حیدر کو ادب کا موقر اعزاز 'گیان پیٹھ ایوارڈ' سے نوازا گیا۔ اردو ادب میں یہ ایوارڈ حاصل کرنے والی وہ پہلی خاتون ہیں۔ علاوہ ازیں حکومتِ ہند نے ۱۹۸۴ء میں 'پدم شری' اعزاز برائے ادب و تعلیم اور ۲۰۰۵ء میں 'پدم بھوشن' جیسے باوقار اعزازات سے بھی نوازا۔ حکومتِ ہند نے انھیں ۱۹۶۷ء میں افسانوی مجموعہ 'پت جھڑ کی آواز' کے لیے 'ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ' بھی تفویض کیا۔ قرۃ العین حیدر کا منفرد اسلوبِ نگارش انھیں دیگر نثر نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کے طرزِ تحریر کی خوبی یہ ہے کہ ان کے ذاتی تجربات و احساسات قاری کو اپنے دل کی آواز اور اپنی آپ بیتی محسوس ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم نے قرۃ العین حیدر کے طرزِ تحریر پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے------

"حقیقت یہ ہے کہ قرۃ العین حیدر کے پورے افسانوی ادب کے تجزیے سے یہ بات روشن ہے کہ انھوں نے اپنی زیادہ تر تخلیقات میں خود اپنی ذات کا اظہار کیا ہے، اور یہ اظہارِ ذات محدود معنی میں ہرگز نہیں ہے بلکہ 'شیشے کے گھر' سے لے کر 'روشنی کی رفتار' اور 'میرے بھی صنم خانے' سے لے کر 'چاندنی بیگم' تک کی تمام تحریروں میں انھوں نے ایک جہانِ معنی آباد کر رکھا ہے، جس سے پوری طرح لطف اندوز اور محظوظ ہونے کے لیے تاریخی بصیرت لازمی شرط ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں فکشن کے نقادوں نے قرۃ العین حیدر کی مبہم تاریخ کو پس پشت ڈالا ہے کوئی مثبت رائے قائم نہ کر سکے ہیں۔" ۲

قرۃ العین حیدر کا ناول 'آگ کا دریا' اردو ادب کا ایک شاہکار ناول ہے، جس کی فنی عظمت کو ناقدین نے تسلیم کیا ہے۔ اس ناول کا کینوس کافی وسیع ہے، جس میں ہندوستان کی تقریباً ڈھائی ہزار سالہ تہذیب کا احاطہ کیا گیا ہے۔ وہ تہذیب جو ڈھائی ہزار سال کا طویل سفر طے کر کے تقسیمِ ہند تک پہنچی اور تقسیم کے بعد تباہی و بربادی کے دہانے تک آ پہنچی۔ یحییٰ حسین نے ۷۳۹ صفحات پر مشتمل ضخیم ناول 'آگ کا دریا' کا خلاصہ چند سطور میں اس طرح بیان کیا ہے------

"'آگ کا دریا' قدیم ہندوستان کی تہذیب کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔ اس تہذیب کے پس منظر میں وید اور گیتا کے بیش بہا اقوال اور منتر ملتے ہیں۔ مہاویر اور گوتم کی عظیم شخصیتیں ملتی ہیں۔ رام اور کرشن ملتے ہیں۔ منو مہاراج، چانکیہ، کالیداس، بھبھوتی، بھرتری ہری بھی ملتے ہیں۔ کپل وستو، اجودھیا، گیا، کاشی، پریاگ ملتے ہیں۔ یہاں علم کے دریا بہتے ہیں۔ ناچ رنگ، موسیقی کے بادل چھائے رہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد منظر بدلنا شروع ہو جاتا ہے۔ مسلمان آتے ہیں، جو اپنے ساتھ عجم کا حسنِ طبیعت، عرب کا سوز دروں لاتے ہیں۔ تلسی داس اور کبیر آتے ہیں۔ جونپور، فیض آباد اور لکھنؤ ابھرتا ہے۔ اور اب انگریز آ جاتے ہیں اور نیا ہندوستان سامنے آ جاتا ہے۔ جناح، گاندھی، جواہر لال، کانگریس،

AMRJ
Akshara Multidisciplinary Research Journal
E-ISSN 2582-5429
Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
April-June 2022 Volume 3 Issue IV (A) SJIF Impact- 5.64

سٹرلنگ اور باہر سے لائے ہوئے ٹی ایس ایلیٹ، اونی سیکو سب کہیں نہ کہیں مل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہندوستان تقسیم ہو جاتا ہے اور تہذیب کا جسم دو پارہ دھاروں میں بدل جاتا ہے۔" ۳

قرۃ العین حیدر کے پاس ذخیرۂ الفاظ کی کمی نہیں۔ ناول کی زبان موضوع کے مطابق علامتی اور انداز شاعرانہ ہے۔ ہر عہد کی زبان کو حیدر نے بڑی خوش اسلوبی سے برتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ "آگ کا دریا" ایک مکمل ہندوستان کی تصویر ہے۔ اس ناول میں قرۃ العین حیدر نے اسلوب اور اظہار بیان کے نئے تجربے کیے ہیں۔ پروفیسر اسلوب احمد انصاری ناول 'آگ کا دریا' کی فنی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔۔۔۔۔

"جس وسیع تر کینوس پر اور جس وسعت نظر کے ساتھ اس ناول میں تاریخی شعور اور تخلیقی فن کے آداب کو سمویا گیا ہے، اس کے پیش نظر "آگ کا دریا" نہ صرف ناول نگار کے اب تک کے کارناموں میں شاہکار کا درجہ رکھتا ہے بلکہ ہماری زبان کے ادب میں بھی اس کی جگہ ایسی منفرد اور ممتاز ہے کہ اس کی ہمسری شاید عرصہ تک ممکن نہ ہو۔" ۴

قرۃ العین حیدر کے مذکورہ بالا ناولوں کے علاوہ چار ناولٹ بھی منظر عام پر آئے اور خاصے مقبول ہوئے۔ 'دلربا'، 'سیتا ہرن'، 'چائے کے باغ' اور 'اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو' ان کے وہ ناولٹ ہیں جنہیں قارئین نے کافی سراہا۔ ناولٹ 'دلربا' لکھنؤ کے زوال پذیر جاگیردارانہ معاشرے کے پس منظر میں لکھا گیا ہے، جس میں تمیز اور مختلف زمانے میں اس کے بدلتے ہوئے کلچر کی عکاسی کی گئی ہے۔ 'سیتا ہرن' کا موضوع عورت کا استحصال ہے۔ جس میں مغربی تہذیب کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ ناولٹ 'اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو' کا موضوع عورت ہے۔ عورت کی محرومیوں اور اس کے ساتھ ہوری نا انصافیوں کی حقیقی تصویر پیش کرتا یہ ناولٹ تاریخ اور تہذیب کا عکاس ہے۔ ناولٹ 'چائے کے باغ' کا موضوع دنیا کی بے معنویت کا گلہ ہے۔ جس میں بنگلہ دیش کے پس منظر میں مزدوروں کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ ناولٹ 'چائے کے باغ' ۱۹۶۵ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قرۃ العین حیدر پاکستان سے ترک وطن کر کے ہندوستان واپس آ چکی تھیں۔ اس ناولٹ میں سابق مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے اس علاقے کی سیر کرائی گئی ہے جو اپنے سبزہ زاروں، جھیلوں، گھاس کے میدانوں اور چائے کے باغات کے لئے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس ناول کا پس منظر چائے کے باغوں کی الف لیلوی سرزمین ہے، جہاں جنگل میں منگل منانے کے لیے ملک اور بیرون ملک سے دولت مند اور امیر لوگ آتے ہیں۔ اس سحر زدہ فضا میں کئی رومان پروان چڑھتے ہیں اور محبت کے نام پر جھوٹ کا بازار گرم ہوتا ہے۔ دل لگائے بھی جاتے ہیں اور توڑے بھی جاتے ہیں۔ کسی کو کسی کی فکر و پرواہ نہیں۔ سب اس دنیا کی رنگینیوں میں مست اپنے اپنے حصے کا زیادہ سے زیادہ لطف اٹھانے میں مگن ہیں۔ مگر ہزار لذت کوشیوں کے بعد بھی آسودگی میسر نہیں آتی۔ عورت اور مرد دونوں ہوس اور جنس پرستی کا شکار ہیں۔ یہ ایک المیہ ہے کہ معصوم سی فطری فضا میں نہایت مصنوعی قسم کے حضرات و خواتین جھوٹی محبت کے سوانگ رچاتے اور جھوٹے عشق کے سوانگ بھرتے ہیں۔ بظاہر یہ مہذب لوگ چائے کے باغات میں تہذیب کا لبادہ اتار کر بالکل برہنہ ہو جاتے ہیں اور ننگا ناچ ناچتے ہیں۔ ان مہذب لوگوں کی طرز حیات پر ایک زبردست طنز ان غریبوں کی زندگی ہے جو چھوٹی چھوٹی ضروریات زندگی کی تکمیل کو بھی بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ ہر طبقے میں فطرت انسانی کے تضادات ہیں جو کسی معمہ سے کم نہیں۔ دنیا کی زندگی اور اس کی پیچیدگیاں بڑی پیچ در پیچ اور اسرار ہیں۔ دنیا میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس فقرے سے بظاہر سادہ مگر پیچیدہ ہوئے کردار کے ملنے پر ناولٹ ختم ہو جاتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کا یہ ناول کئی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ناول نگار نے اس مختصر سے کینوس پر زندگی کی بڑی وسیع و پیچیدہ عکاسی کی ہے۔ اس ناولٹ کی تکنیک بھی بالکل انوکھی ہے۔ حیدر نے اس مختصر سے ناول میں انسانی زندگی کے مختلف مسائل کو بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس ناولٹ میں غزل کا سا انتشار، اس کی سادگی اور پرکاری ملتی ہے۔ کردار نگاری کا فن اس ناولٹ میں بام عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ ناولٹ کا اہم کردار راحت کاشانی عرف ربنا عرف محمودہ کی مخصوص زندگی اپنا ماحول اور پس منظر میں ایک المیہ ہے۔ راحت

E- ISSN 2582-5429

AMRJ

Akshara Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

April-June 2022 Volume 3 Issue IV (A) SJIF Impact- 5.64

غیر معمولی حسن و ذہانت، تیکھی صلاحیت اور اخلاقی آزادروی کے باوجود خود بکھر سی گئی۔ وہ حالات کے جال میں اس طرح پھنسی کہ کرتی ہی چلی گئی۔ اس کی فطرت میں شدید ترانش پسندی تھی اور اس کو اپنے خوبصورت جسم کا بخوبی احساس بھی تھا۔ وہ ایک ایسی سوسائٹی گرل ہے جو حالات اور ماحول کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتی ہے مگر اس کے باوجود سوائے محرومی کے کچھ نہیں آتا۔ قرۃ العین حیدر نے اس کردار کو بہت سلیقے سے پیش کیا ہے اور اسے المیہ کی ایک زبردست تصویر بنا دیا ہے۔ اپنے اس کردار کے بارے میں قرۃ العین حیدر لکھتی ہیں۔۔۔۔

”راحت بستی کے ترقی پسند حلقے سے بھی رجوع رکھتی تھی اور جب غیر ملکی یا تہذیبی وفد شہر میں وارد ہوتے تو راحت ہی ان کے استقبال میں پیش پیش رہتی۔ مگر قلم اور مزدوری کے اعداد اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا المیہ تھا۔ اصل میں خدا ان خالی لڑکیاں چوٹی کی فلم سٹارز ہیں کرداروں کا ری تھیں اور ایک عالم میں مشہور ہوگئی تھیں۔ مگر راحت جیسے غیر معمولی حسن و ذہانت، تیکھی صلاحیت اور اخلاقی آزادروی کے باوجود بکھرتی ہی گئی۔ اس احساس محرومی اور ناکامی کی تلافی کے لیے وہ آوارگی دھارے سے گزر گئی۔“ ۵

قرۃ العین حیدر کا منفرد اسلوب نگارش اور وسیع کینوس انہیں اردو کے دیگر ناول نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔ بقول وحید اختر ”اردو فکشن میں اتنی جاندار اور معنی خیز نثر شاید ہی کسی اور نے لکھی ہو۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ وسعت اور آفاقیت میں اردو کا کوئی ناول نگار قرۃ العین حیدر کا پاسنگ بھی نہیں۔“ انہوں نے اردو ناول کو ایک نئی سمت عطا کی اور اسے پڑھنے سے زیادہ محسوس کرنے کی چیز بنا دیا۔ اردو کی یہ عظیم ناول نگار ۲۱ اگست ۲۰۰۷ء کو طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوگئیں اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

حواشی:

۱۔ قرۃ العین حیدر تحریروں کے آئینے میں ۔ ڈاکٹر اختر سلطانہ ۔ مکتبہ شعر و حکمت حیدرآباد ۔ ۲۰۰۵ء ۔ (صفحہ ۳۱۴)

۲۔ قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ ۔ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس دہلی ۔ ۱۹۹۲ء ۔ (صفحہ ۹)

۳۔ قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ (مرتب ارتضیٰ کریم) ۔ مجتبیٰ حسین ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس دہلی ۔ ۱۹۹۲ء ۔ (صفحہ ۱۹۲-۱۹۳)

۴۔ قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ (مرتب ارتضیٰ کریم) ۔ اسلوب احمد انصاری ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس دہلی ۔ ۱۹۹۲ء ۔ (صفحہ ۳۱۰)

۵۔ چائے کے باغ ۔ قرۃ العین حیدر ۔ حلقہ ادب دہلی ۔ ۱۹۶۵ء ۔ (صفحہ ۵)

₹20 شوخ و سنجیدہ شاعر: اکبر الہ آبادی | جذبۂ عشق کا شاعر شور انگیز: سراج اورنگ آبادی | اکتوبر 2022

ماہنامہ

پیش رفت

نئی دہلی

ISSN 2349-3437

ادارۂ ادب اسلامی ہند

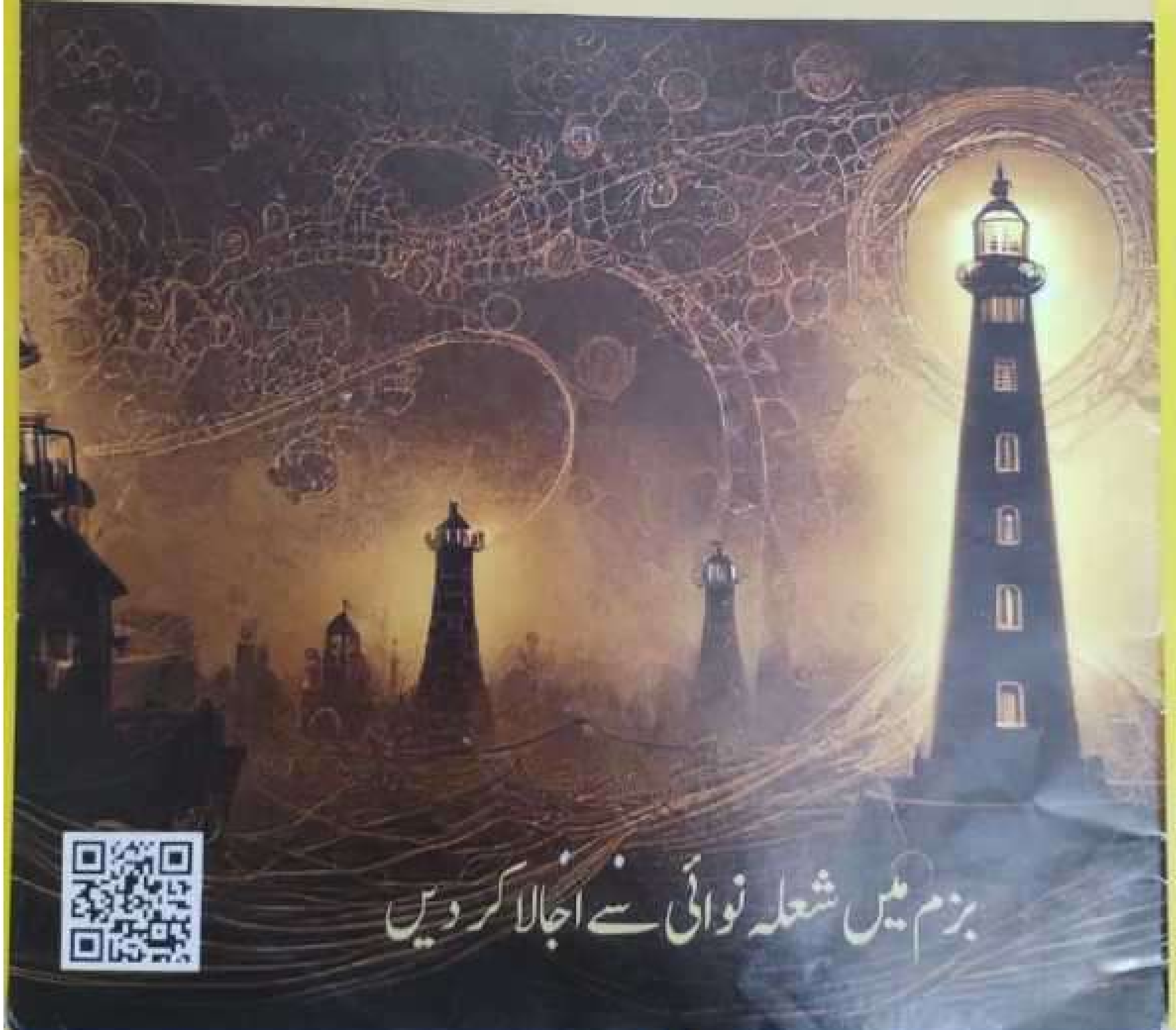

اردو ادب اسلامی ہند کا ترجمان
تعمیری ادب کا نمائندہ

ماہنامہ
پیش رفت
نئی دہلی

ISSN 2349-3437
(یو جی سی کیئر لسٹ میں شامل)

جلد ۳، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۲۲

مدیر
ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

مجلس ادارت
ڈاکٹر حسن رضا، پروفیسر شبیر رسول، ڈاکٹر محمود شیخ، پروفیسر اسلم جمشید پوری،
ڈاکٹر تابش مہدی، انتظار نعیم، حسین ساحر، ڈاکٹر محمد نعیم فلاحی

کارگزار مدیر
ڈاکٹر عرفان وحید

منیجر
محمد ساجد ندوی

	حمد / نعت	حسین ساحر / مرغوب اثر فاطمی	۴
	اداریہ	ڈاکٹر حسن رضا	۵
بوئے گل سے باز آؤ	نئی اور پرانی گم راہیاں	محمد حسن عسکری	۷
مقالے	شوخ و سنجیدہ شاعر: اکبر الٰہ آبادی	ڈاکٹر محمد کلیم ضیا	۱۳
	شبلی نعمانی: ایک فہیم و بصیر سیاح	ڈاکٹر آفاق انجم شیخ	۲۱
	جذبۂ عشق کا شاعر شور انگیز: سراج اورنگ آبادی	محمود الحسن خاں	۲۱
	نظیر اکبر آبادی کی نظم نگاری	ڈاکٹر شاہد عالم	۲۵
	فانی گورکھپوری کی شاعری	ڈاکٹر محسن علی	۳۰
	قتیل شفائی کی نظم نگاری	محمد صدام حسین	۳۵
یاد رفتگاں	پروفیسر پی۔ شیخ علی مرحوم: علم و دانش کا...	سیناپی۔کے۔کے	۴۰
نقش و نور	بند دروازوں کے پیچھے	شیریں نیازی	۴۷
	اپنا گھر	احمد ریاض	۴۹
شعر و نغمہ	میں کہ اک مسافر ہوں	ڈاکٹر خالد مبشر	۴۳
	ملت اسلامیہ کے نوجوانوں سے خطاب	ڈاکٹر وارث مظہری	۴۴
سوز و ساز	غزل	فاروق خاں فراز سلطان پوری	۴۸
	غزلیں	قاضی ضیا / ڈاکٹر زکی طارق	۴۴
	غزلیں	عرفان وحید / ڈاکٹر عنبر آفاقی	۴۵
	غزلیں	سعدیہ صدف / محمد اسلم فلاحی	۴۶
نقد و تبصرہ	نصاب / رنگ رنگ کے شاعر	ڈاکٹر انفحہ / توفیق قادری	۵۱
	جہان ادب / تاثرات		۵۵-۵۴

نوٹ: تخلیق کار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

زرِ تعاون

فی شمارہ	۴۰ روپے
سالانہ	۴۲۰ روپے
بیرون ملک	۱۵۰۰ روپے

چیک / ڈرافٹ پر صرف Peshraft لکھیں
Union Bank of India
A/c No. 564801010058385
IFSC: UBIN0556451
Jamia Nagar, New Delhi -25

زرِ تعاون اور مراسلت کا پتہ

PESHRAFT MONTHLY
D-321, Dawat Nagar, Abul Fazl Enclave
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
peshraft@gmail.com
8595650280 peshraft.in

ویب سائٹ دیکھنے کے لیے اپنے موبائل فون سے اس کوڈ کو اسکین کریں

https://peshraft.in

مقالہ

شبلی نعمانی: ایک فہیم و بصیر سیّاح

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

فادر جان بکم نے ہندستانی علما و مصنفین کے تعلق سے ایک نہایت تجربہ کار اور وسیع المعلومات جرمن مستشرق کی رائے کو یوں قلم بند کیا ہے:

> "علما و مصنفین ہند میں مجھے چند باتوں کی کمی محسوس ہوئی ہے۔ اول مادہ تحقیق و تدقیق، دوم جانچ پرتال، سوم جدت، چہارم مضبوطی رائے و استدلال۔ علما و مصنفین کا حافظہ تو بے شک زیادہ قوی ہے لیکن ان میں مبالغے کی عادت ہے۔ ان کی تاریخی حکایات اور جتنی افسانے مبالغہ و متعصبانہ خیالوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ بخلاف اس کے اہل مغرب کے دماغ منطقی استدلال اور درست الفاظ استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ اہل مغرب کے محققانہ اور عالمانہ معیار کے لحاظ سے اگر کوئی دیسی تصانیف تحقیق و تدقیق کا پایہ رکھتی ہیں تو وہ علامہ شبلی کی تصانیف ہیں، گو یہ یک گونہ اسلامی رنگ لیے ہوتی ہیں۔"(۱)

جرمن مستشرق کی یہ رائے نہایت منصفانہ اور باوقعت ہے۔ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت فلسفیانہ تحقیق و تدقیق، مضبوطی رائے اور منطقیانہ استدلال ہے۔ وہ ان علما و مصنفین میں سے نہیں جو ماضی کے تاریخی اوراق سے مسلمانوں کی تاریخ مرتب کر کے اس پر اکتفا کریں اور اپنی کاوشوں پر ملنے والی داد سے مطمئن ہو جائیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر ماضی کو حال سے الگ کر دیا جائے تو 'پدرم سلطان بود' کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا، اور جب تک مستقبل کے حصول کے لیے حال کی تعمیر میں ماضی کا سہارا نہ لیا جائے تو یہ ایک غیر مربوط اور ناپائیدار کوشش ہوگی۔

شبلی نعمانی ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ تنوع، رنگا رنگی اور پہلوداری کی یہی کیفیت اُن کے علمی و ادبی کارناموں میں بھی پائی جاتی ہے۔ چناں چہ وہ ادیب و انشا پرداز بھی ہیں اور شاعر و ناقد بھی، مورخ و سوانح نگار بھی ہیں اور عظیم المرتبت سیرت نگار بھی۔ اُن کے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے ہر ہر لفظ کی اہمیت دائمی ہے۔ اُن کی تصنیف 'سفرنامہ روم و مصر و شام' اُردو ادب میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ دراصل یہ سفرنامہ شبلی کے بلادِ اسلامیہ کے سفر کی روداد ہی نہیں، اُن کی آپ بیتی کا ایک اہم حصّہ بھی ہے۔ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

> "یہ سفرنامہ اُن کی آپ بیتی کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس میں فقط سفر کے مناظر اور قابلِ دید مقامات کی روئداد ہی نہیں، دیکھنے والے کا زاویۂ نگاہ اور انداز طبیعت بھی صاف نظر آجاتا ہے۔"(۲)

۱۸۹۲ء میں شبلی نعمانی نے ترکی، شام، فلسطین اور مصر کے اسفار کیے۔ چوں کہ ان علاقوں اور ہندستان کے درمیان ایک وسیع و عریض سمندر حائل تھا اور اُس وقت ہندستان پر انگریزوں کا پوری طرح تسلّط تھا، اس لیے عالمِ اسلام کی تمام خبریں صحیح طریقے سے ہندستانی مسلمانوں تک نہیں پہنچتی تھیں۔ دوسری طرف صورتِ حال یہ تھی کہ ہندستانی علما و فضلا اسلامی موضوعات پر جو تحقیقی کام کر رہے تھے اُس کے بیش تر مراجع و مآخذ عربی زبان میں تھے اور عربی و اسلامی علوم کی زیادہ تر جو نادر و نایاب کتابیں عرب ممالک کے کتب خانوں میں محفوظ تھیں اور کتابوں

کی طباعت کا کام بھی زیادہ تر انھی ممالک میں انجام پارہا تھا۔ لہٰذا لازمی طور پر ہندستان کے ہر اسکالر کا دل و دماغ انھی ملکوں میں لگا رہتا تھا اور وابستگی کا یہ عالم تھا کہ وہ ان ملکوں کی ہر چیز کو انتہائی محبت و مودت اور عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اگر اغیار کی طرف سے ان کے خلاف کوئی چیز آتی تو اُن کا دل بے چین ہو جاتا تھا۔ مولانا شبلی نے جب ان ممالک کو دیکھا اور ان کے احوال کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا تو انھیں صاف نظر آیا کہ یورپ کے علما اس دور میں بھی مسلمانوں کے ماضی کی تاریخ مسخ کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کے موجودہ حالات کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے صداقت اور غیر جانب داری کا مظاہرہ نہیں کر پاتے۔ اُن کی تحریروں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک کی کسی خوبی کو گوارہ نہیں کر سکتے، اس لیے وہ اُن کے حال کو بھی اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دنیا کی نگاہیں ان ملکوں کی طرف سے پھر جائیں اور اُن کے دلوں سے ان کی عزت و محبت ختم ہو جائے۔ شبلی نعمانی نے اپنے سفرنامے کے مقدمے میں یورپی علما کی متعصبانہ پالیسی پر یوں اظہار خیال کیا ہے:

> "جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی ترانے بالکل بے اثر ہو گئے تو اس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف صاف متعصبانہ الفاظ لکھے جائیں، بلکہ بجائے اس کے یہ دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومتوں، اسلامی قوموں اور اسلامی معاشرت کے عیوب جزئی پیرائے میں ظاہر کیے جاتے ہیں اور عام تصنیفات، قصوں، ناولوں، ضرب المثلوں کے ذریعے سے وہ لٹریچر میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ تحلیل کیمیاوی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔" (۳)

شبلی نعمانی نے دورانِ سفر ان ممالک کا معائنہ و مشاہدہ کیا تو بہت سی چیزوں کو دیکھ کر اُن کے اندر خوشی اور خود اعتمادی پیدا ہوئی اور جو چیزیں اُن کے مزاج و طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی تھیں اُن کو دیکھ کر آنکھیں اشک بار بھی ہوئیں اور اُن پر ناامیدی کی کیفیت طاری ہوئی، کیوں کہ اُن کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دولت عثمانیہ ایک مضبوط حکومت ہے، اس کا ایک پھیلا ہوا رقبہ ہے اور اس سرزمین سے علم و عرفان کے سوتے ہر زمانے میں اُبلتے رہے ہیں جو ان علاقوں کے لوگوں کو سیراب کرتے رہے، بلکہ دوسری دنیا کے لوگوں نے بھی اس سے فیضان حاصل کیا اور اپنی علمی اور سیاسی تاریخ کے لیے بنیاد بنایا۔ شبلی کو ترکی کے مسلمانوں کی حالت بھی کم و بیش ہندستانی مسلمانوں جیسی ہی محسوس ہوئی۔ ترکی کے مسلمانوں کے تعلیمی و معاشی حالات کچھ زیادہ مسرت بخش اور قابل اطمینان نظر نہیں آئے۔ ہندستانی مسلمانوں ہی کی طرح ترکی مسلمانوں کو بھی صنعت و تجارت سے کوئی سروکار نظر نہیں آیا۔ مسلمان اکثریت میں ہونے کے باوجود بھی بڑے تاجر سے لے کر معمولی دوکان دار تک عیسائی یا یہودی نظر آئے۔ شبلی کو ترکی میں پرانے نظام تعلیم کی حالت نہایت ابتر محسوس ہوئی۔ نئے نظام تعلیم کا معاملہ کم و بیش ہندستان جیسا ہی نظر آیا۔ علاوہ ازیں نئی اور پرانی تہذیب کے درمیان اختلاف و رقابت کو بھی شبلی نے بخوبی محسوس کیا۔ پرانے خیالات کے لوگ زمانے کے ساتھ چلنے کے حق میں نہیں تھے یا زمانے کی رفتار سے بے خبر تھے اور نئے مزاج و خیال کے افراد کے قول و فعل میں تضاد نظر آیا۔ ہر شخص اپنی موجودہ حالت پر صابر و قانع نظر آیا۔ بہ حیثیت مجموعی شبلی نے ترکی قوم میں بجائے جوش و استقلال اور عزم و حوصلہ کے ایک عجیب سی مایوسی اور افسردگی پائی:

> "سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کیا جائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بہت سی باتوں میں ہندستان کے مسلمانوں سے قریب قریب ہے۔ صنعت سے اُن کو کچھ واسطہ نہیں، تجارت میں اُن کا حصہ بہت کم ہے، معمولی دُکان دار تک یہودی اور عیسائی ہیں۔ پرانی تعلیم نہایت ابتر ہے اور ہوتی جاتی ہے۔ نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پرانی تہذیب اور نئی تہذیب میں ابھی تک رقابت ہے اور دونوں سے مل کر کوئی مرکب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے۔ پرانے خیال والے ابھی تک زمانے کی رفتار سے بے خبر ہیں۔ نئے مذاق کے لوگ جس قدر کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں۔ ہمت، غیرت، جوش، عزم اور استقلال کے بجائے کل قوم پر افسردگی چھائی ہوئی ہے، جو شخص جس حال میں

ہے اُس پر قائم ہے۔"(۳)

شبلی جب قسطنطنیہ پہنچے تو اس شہر کو دیکھنے کے بعد انھیں بے انتہا مسرت ہوئی۔ سیکڑوں مساجد، بے شمار قدیم وجدید مدارس اور کالج، کئی کتب خانے اور چھاپہ خانے، آمد و رفت کے جدید اور کثیر ذرائع دیکھ کر اس شہر کی عظمت وہیبت سے شبلی بے حد متاثر ہوئے اور مسرور بھی۔ لیکن جب اسی شہر کے دوسرے پہلو کو شبلی جیسے حساس طبیعت شخص نے دیکھا تو انھیں بے حد رنج ہوا۔ شہر قسطنطنیہ دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک استنبول کے نام سے مشہور تھا دوسرا غلطہ کے نام سے۔ استنبول میں تمام قدیم یادگاریں تھیں لیکن وہاں کے نظم میں غیر معمولی ابتری نظر آئی۔ سڑکوں پر نجاست اور گندگی کا انبار ہر جگہ نظر آیا۔ وہیں دوسری طرف غلطہ کے علاقے میں ہر چیز استنبول سے مختلف نظر آئی۔ یہاں کے بازار صاف ستھرے، سڑکیں وسیع، دکانیں خوب صورت اور آراستہ، سڑکیں صاف، شفاف اور نجاست سے پاک۔ ایک ہی شہر کی دو متضاد حالتوں کے بارے میں شبلی لکھتے ہیں:

> "باشندوں کے اختلاف حالت کا سبب تو میں نے آسانی سے معلوم کرلیا یعنی مسلمانوں کا افلاس اور دوسری قوموں کا تموّل، لیکن سڑکوں اور گذرگاہوں کی باہم دوری و غلاظت کا ظاہری سبب قرار نہیں پا سکتے۔ اس لیے میں نے ایک معزز ترکی افسر یعنی حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا۔ انھوں نے کہا ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں، بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں لیکن غلطہ میں یورپین سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں، اس لیے میونسپلٹی ان رقموں کو اپنی خوشی سے صرف کرسکتی ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہے جس کی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن کی سخت شکایت کی ہے۔ یا اب ان کو صفائی کا یہ اہتمام ہے کہ اس کے لیے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقگی آج کل یورپ کا شعار بن گیا ہے۔"(۵)

شبلی نعمانی مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم و تدریس کے بھی حامی تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں کوئی بھی صالح معاشرہ اُس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک سماج کا ہر فرد تعلیم یافتہ نہ ہو جائے۔ اُن کا ایقان تھا کہ کوئی بھی قوم اُس وقت تک مہذب و معزز نہیں کہلاتی جب تک اُس کا ہر فرد بلا تفریق مرد وزن زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ ہو۔ چناں چہ جب انھوں نے ترکی میں بچوں کے ساتھ ساتھ بچیوں کے تعلیمی اداروں کو دیکھا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ ترکش لڑکیوں کی تعلیم و تدریس کے تعلق سے مولانا رقم طراز ہیں:

> "ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہے، وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت و طریقہ معاشرت ہے۔ دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یورپین اور ایشیاٹک اس مسئلے میں افراط و تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہے۔ ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کی جامع اور دونوں کے عیوب سے خالی ہے۔ ترکش عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن بے شرمی، شوخی، بے جا آزادی، رقاصی (اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ) ان کو تعلیم نہیں ہوتی ہے۔ وہ پردے کی پابند ہیں لیکن جاہل، دنیا سے بے خبر، مکان کے قفس میں بند حیوان نما انسان نہیں ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ حفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ تعلیمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہے۔ ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اس قدر عام ہوگئی ہے کہ زمانہ حال میں بمشکل کوئی ایسی عورت مل سکتی ہے جس نے مناسب درجے تک تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتیں ہیں جو مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں ان کے آرٹیکل نکلتے رہتے ہیں۔ جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہیں۔ حال ہی میں ان کا ایک نہایت ہی عمدہ ناول شائع ہوا ہے جس کا نام 'زبان اسلام' ہے۔ عربی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے اور بیروت میں چھاپا گیا ہے۔"(۶)

قسطنطنیہ سے شبلی بیروت کے لیے روانہ ہوئے۔ بیروت جو آج لبنان کا صدر مقام ہے۔ لبنان فرانسیسی استعمار سے پہلے شام کا ایک حصہ تھا۔ ترکوں نے اپنے زمانۂ اقتدار میں اپنے علاقے میں تعلیمی و ثقافتی لحاظ سے بے توجہی تو کی ہی تھی لیکن وہ علاقے جہاں عربوں کی اکثریت تھی ان کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا۔ یہاں کے ہر علاقے میں

جہالت و غربت عام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی طاقتوں کو تعلیم و ثقافت کے ذریعے اس علاقے پر اپنا اقتدار جمانے میں مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بیروت کی تعلیمی و ثقافتی پس ماندگی دیکھ کر شبلی کو بڑا افسوس ہوا۔ بیروت سے شبلی بحری راستے کے ذریعے فلسطین روانہ ہوئے اور فلسطین کے معروف شہر یافہ پہنچے۔ یافہ جسے انگریزی میں جافا کہتے ہیں کافی حصہ جو خوب صورت اور پُر فضا ہے، اس علاقے کو شبلی نے یورپین آبادی سے تعبیر کیا ہے۔ یافہ فلسطین کا ساحلی علاقہ ہے، یہاں یہودی آباد ہیں۔ یافہ اور تل ابیب ان دونوں شہروں پر خصوصی توجہ دی گئی، معاشی اعتبار سے یہاں کے لوگوں کو خوش حال بنایا گیا۔ مقامی عرب آبادی اور یہودیوں میں تعلیمی اور معاشی اعتبار سے زمین آسمان کا فرق تھا۔ چناں چہ ۱۹۴۸ء کے بعد جب انگریزوں سے یہ علاقہ آزاد ہوا تو فلسطین کے عربوں اور یہودیوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی اور یہودی حکومت جو اسرائیل کے نام سے موسوم ہے وجود میں آئی اور فلسطین دو حصوں میں بٹ گیا۔ فلسطین میں شبلی نعمانی نے بیت المقدس میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ وہاں سے انھوں نے مصر کے لیے رختِ سفر باندھا۔ مصر دنیائے اسلام کا سب سے بڑا علمی مرکز شمار کیا جاتا ہے۔ شبلی کے دل میں مصر کے علمی ذخائر دیکھنے کی شدید خواہش تھی۔ اسکندریہ سے قاہرہ کا سفر بذریعہ ریل رہا۔ قاہرہ پہنچ کر شبلی نے وہاں کی تعلیمی صورت حال پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ خصوصاً علی پاشا مبارک کے کالج دار العلوم اور دنیا کی قدیم ترین یونی ورسٹی جامع ازہر کا تقابلی جائزہ خاصا حیران کر دینے والا ہے۔ قدیم و جدید علوم کے مرکز دار العلوم کے طرزِ تعلیم سے مولانا شبلی قدرے مطمئن نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"یہ صرف مصر بلکہ تمام ممالکِ اسلامیہ میں جو کالج مجھ کو سب سے زیادہ پسند آیا اور جس کو میں نے مسلمانوں کے درد کے لیے بجا طور پر سمجھا وہ یہی کالج ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے اور میں نہایت مضبوطی سے اس پر قائم ہوں کہ مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی درجے تک پہنچ جائیں لیکن جب تک ان میں مشرقی تعلیم کا اثر نہ ہو ان کی ترقی مسلمانوں کی ترقی نہیں کہی جا سکتی۔ بے شبہ مشرقی تعلیم کی جو موجودہ اسکیم ہے وہ نہایت ابتر اور غیر ضروری ہے، لیکن اسی تعلیم میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مسلمانوں کی قومیت کی روح ہیں، اور جس تعلیم میں اس روحانیت کا مطلق اثر نہ ہو مسلمانوں کے مذہب، قومیت، تاریخ، کسی چیز کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتی۔ جس مصیبت کا ہندوستان میں رونا ہے وہی قسطنطنیہ، بیروت اور مصر میں بھی موجود ہے، یعنی نئی تعلیم میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے اور پرانی تعلیم اس قابل نہیں کہ دنیا کی موجودہ ضرورتوں کا ساتھ دے سکے۔ صرف یہ دار العلوم ہے جو دونوں ڈانڈوں کو ملانا چاہتا ہے۔ اگرچہ افسوس ہے کہ ابھی پورا کام یاب نہیں ہوا۔" (۷)

جہاں مولانا شبلی دار العلوم کے طرزِ تعلیم سے خاصے مطمئن اور پُر امید نظر آئے وہیں دنیا کی قدیم ترین تاریخی دانش گاہ جامع ازہر کی زیارت سے انھیں سخت مایوسی ہوئی۔ جامع ازہر کے نظم کے تعلق سے مولانا یوں تحریر فرماتے ہیں:

"اندر داخل ہوا تو ہر طرف طالب علم ہی طالب علم نظر آتے تھے۔ جا بجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک کے گرد تیس تیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ حلقے تیس چالیس سے کم نہ تھے اور چوں کہ پاس پاس تھے اس لیے اس قدر شور و غل تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دن ہے اور اس وجہ سے کثرت سے طلبہ جمع ہو گئے ہیں لیکن دو چار روز رہ کر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہے۔ مجھ کو خیال ہوا کہ اس ہنگامے میں بحیثیت خاطر ایک طرف مدرسین کی آواز بھی طالب علم کے کان تک پہنچتی ہے یا نہیں۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے۔ وقتِ معین پر طلبہ کا ایک گروہ بازار میں (جو مسجد کے سامنے ہے) اور وہاں صف باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور روٹیاں تقسیم ہونا شروع ہوتی ہیں۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا ہے اور یہ سلسلہ کئی گھنٹوں تک قائم رہتا ہے۔ طالب علموں کے ہاتھ میں کوئی تولیہ یا رومال نہیں ہوتا، جس طرح بھیک منگے جو کچھ ملتا ہے، ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں۔" (۸)

جامع ازہر کی تعلیمی صورت حال پر کف افسوس ملتے ہوئے مولانا مزید لکھتے ہیں:

"اس سے زیادہ افسوس تعلیم کی ابتری کا ہے۔ یہاں مستقل اور اصلی طور پر صرف فقہ و نحو کی تعلیم ہوتی ہے اور دونوں کے لیے آٹھ آٹھ برس مقرر ہیں۔ منطق، فلسفہ، ریاضی اور دیگر علوم حقیقیہ تو گویا درس میں داخل ہی نہیں۔ اصول فقہ، تفسیر، حدیث، ادب، معانی، بیان کی تعلیم ہے لیکن اس قدر کم ہے کہ اتنے بڑے دار العلوم کے کسی طرح شایان شان نہیں۔ زیادہ افسوس یہ ہے کہ تعلیم کسی اصول پر نہیں ہے۔ نہ صف بندی ہے، نہ کوئی خاص نصاب ہے، نہ امتحان ہوتا ہے، نہ ترقی پانے کے لیے کوئی قاعدہ مقرر ہے۔ افسوس پر افسوس یہ ہے کہ ان ابتریوں کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں۔ علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانے میں سررشتہ تعلیم کا افسر تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی، اس پر ازہر کے تمام علما اس کے دشمن بن گئے اور چوں کہ شیخ ازہر کا اثر طلبہ پر منحصر نہیں بلکہ تمام ملک اس کو مذہبی پیشوا تسلیم کرتا ہے اس لیے پاشائے موصوف کو اغماض کرنا پڑا۔" (۹)

مولانا شبلی نے مصر کی قدیم ترین دانش گاہ کی تعلیم و تدریس اور تربیت و معاشرت کا جو نقشہ پیش کیا ہے کم و بیش وہی صورت حال دنیا کے اکثر و بیشتر ان تعلیمی اداروں کی ہے جہاں مسلمان بچے زیر تعلیم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدیوں سے مسلمانوں پر جمود و تعطل طاری ہے جس کی وجہ سے ان کا پورا معاشرہ غربت و افلاس اور جہالت کا شکار ہے۔ اور جو سوسائٹی غربت و جہالت میں مبتلا ہو وہاں فکر و فن کے تمام سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ اجتہاد کے نام ہی سے انھیں پریشانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم تعلیمی اداروں کی اصلاح ممکن نہیں ہو سکی، اور جب ان ملکوں میں سیاسی بیداری شروع ہوئی اور نئے طریقہ تعلیم وجود میں آئے تو تعلیم و تربیت کے رہنماؤں نے قدیم درس گاہوں کو نظر انداز کر دیا اور جدید طرز کے ادارے قائم کیے۔ چناں چہ مصر میں بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ترقی پسند علما اور مفکرین کی رہنمائی میں قاہرہ یونی ورسٹی وجود میں آئی جو جدید علوم کے اعتبار سے دنیائے اسلام کی پہلی سب سے بڑی یونی ورسٹی شمار کی جاتی ہے۔

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کے ان اسفار کی خوبی یہ ہے کہ اسلامی دیار اور اسلامی مدارس اُس نگاہ سے دیکھے گئے ہیں جو اُن کے شایان شان ہیں۔ اُس زمانے میں سفر کرنے والے اور حالات سفر لکھنے والے اور بھی گزرے، مگر وہ قسطنطنیہ، بیروت، فلسطین وغیرہ کو اُسی دل چسپی کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اُس کا تقاضا ہے۔ پس وہ اپنے مذاق کے مطابق ان شہروں کی سیر و سیاحت کے نتائج لکھا کرتے ہیں اور اُس تاثیر سے بے خبر رہتے ہیں جو ان دیار کا ہر ذرہ ایک مسلمان کے دل پر کرتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے ایک غیر جانب دار مورخ، ایک باریک بین سیاح اور ایک مسلمان محقق کی نظر سے ان ممالک، ان شہروں اور اداروں کو دیکھا ہے اور وہاں کی تعلیم و تدریس اور طرز معاشرت کی حقیقی صورت حال سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنے کی ایک کامیاب سعی کی ہے۔ ■

حواشی:

۱۔ ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی۔ شبلی معاصرین کی نظر میں۔ اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ۔ ۲۰۰۵ء۔ (ص ۱۷۱۔۱۷۲)

۲۔ شیخ محمد اکرام۔ یادگار شبلی۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔ ۱۹۷۱ء۔ (ص ۱۹۴)

۳۔ مولانا شبلی نعمانی۔ سفرنامہ روم و مصر و شام۔ مہتاب پریس، دہلی۔ ۱۹۲۷ء۔ (ص ۳)

۴۔ ایضاً (ص ۲۸)، ۵۔ ایضاً (ص ۷۶)، ۶۔ ایضاً (ص ۱۰۳)

۷۔ ایضاً (ص ۱۱۲)، ۸۔ ایضاً (ص ۱۱۳)

HOD, Dept of Urdu, Arts &
Commerce College, Jalgaon,
Maharashtra

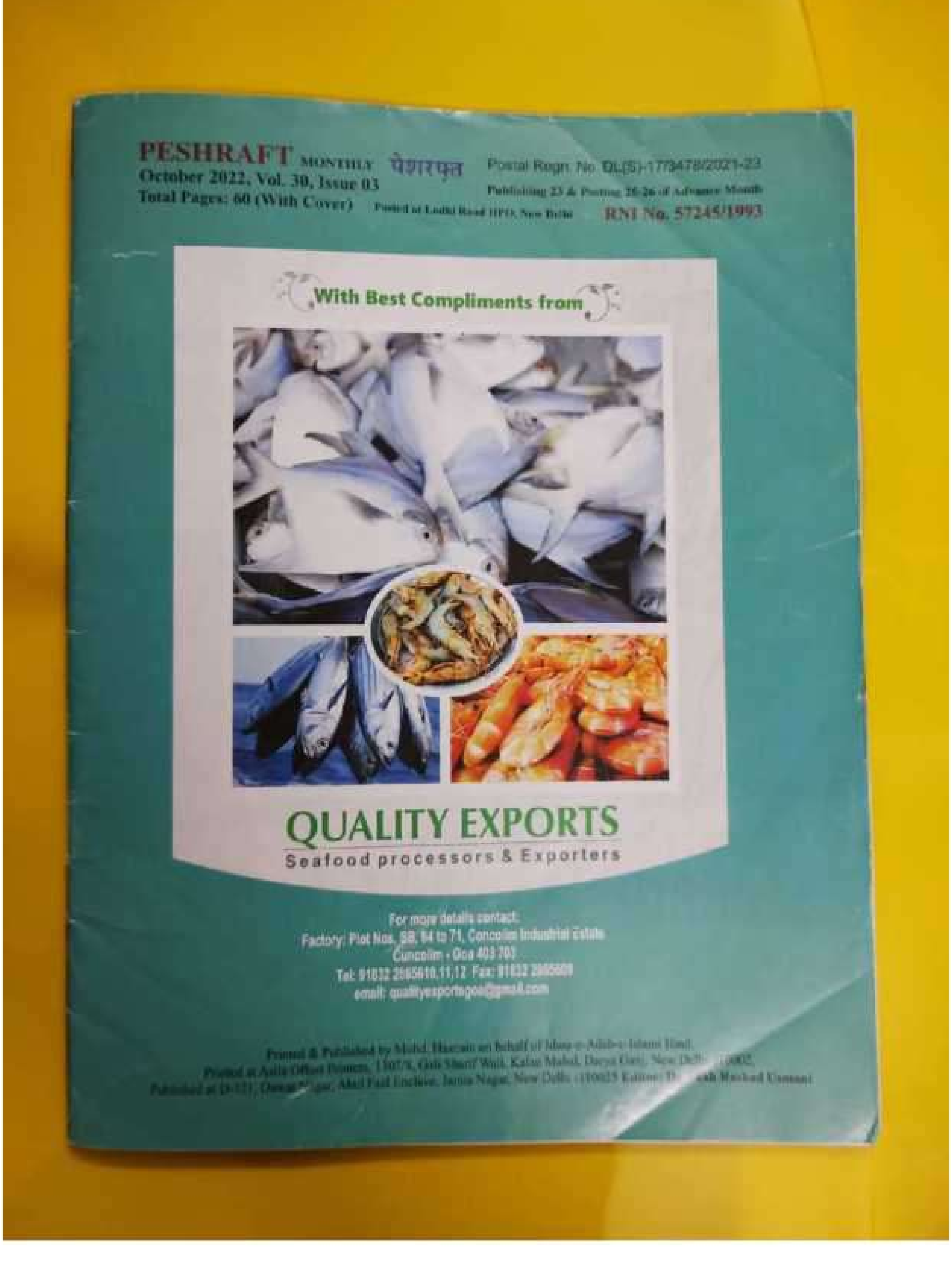
PESHRAFT MONTHLY पेशरफ्त
October 2022, Vol. 30, Issue 03
Total Pages: 60 (With Cover)
RNI No. 57245/1993
With Best Compliments from
QUALITY EXPORTS
Seafood processors & Exporters
For more details contact:

sabaqeurdu.com
ISSN-2321-1601
UGC CARE LISTED MONTHLY JOURNAL

سبق اردو

83

پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین

فروری ۲۰۲۳

FEBRUARY 2023

سبق اردو

نگراں مدیر: ڈاکٹر محمد نعیم | سرنامہ سرورق: عادل منصوری | جلد: ۸، شمارہ: ۲ | فروری ۲۰۲۳

موبائل: 9919142411 | سرورق: دانش الٰہ آبادی | Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)

واٹس ایپ: 9696486386 | کمپوزنگ: دانش الٰہ آبادی، اول قلم | IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214

sabaqeurdu@gmail.com | مطبع: عظیم انٹرپرائز پرنٹنگ پریس، سنت روی داس نگر، بھدوہی | Bank of Baroda, Branch: Gopiganj

فی شمارہ: -/200 سالانہ: -/1000 | زر تعاون خاص: -/2000 | اعزازی تعاون: -/5000 | Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع بھدوہی کی عدالت میں ہوگی۔ ادارہ

چیف ایڈیٹر: دانش الٰہ آبادی

اداریہ	پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین	۱
فاروق ارگلی	پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین	۵
پروفیسر عابد گوہر	ادب اطفال کی افادیت و اہمیت	۶
اعجاز احمد ڈار	محمد حسن کے ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت	۱۱
خوشنما احمد	ماحولیاتی تنقید: حرفے چند	۱۵
شاہد ڈار	احمد ندیم قاسمی کی ڈرامہ نگاری کی انفرادیت	۱۸
اسریہ تبسم	سبق: ایک فنی تجزیہ کرداروں کے آئینے میں	۲۰
رفعت آرا	رفیق راز: تسلیت غزل گو شاعر	۲۲
ڈاکٹر نیلوفر فردوس	کڑوے کریلے: ایک مطالعہ – موجودہ سماجیات کے تناظر میں	۲۳
ڈاکٹر محمد واحد	اسلوب احمد انصاری کی خاکہ نگاری	۲۵
حسن نگار	"کتنا اچھی" ایک مطالعہ	۲۹
ڈاکٹر اشفاق احمد ملک	کشمیری غزل: ابتدا سے مجموعہ تک	۳۱
مبارک امین	اردو شاعری کا سماجی سروکار: ایک جائزہ	۳۳
مکی الرحمن	عامر سہیل خان: موت سے بھی ختم جس کا سلسلہ نہیں	۳۵
[illegible]	سائنس، زبان و کائنات کا تعارف	۳۸
ڈاکٹر [illegible]	کلام اقبال میں ادب عالیہ	۴۱

کلامِ اقبال میں حبِ وطن

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

حضور اکرم ﷺ نے حب الوطنی کو جزو ایمان کہا ہے۔ آپ ﷺ جس وقت مدینہ ہجرت فرما رہے تھے تو ارشاد فرمایا تھا "مکہ تو کیا اچھا شہر ہے اور مجھے کس قدر عزیز اور محبوب ہے۔ اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا۔" حب الوطنی کے جذبے کو ملحوظ نظر رکھ کر اگر اردو شاعری کی ورق گردانی کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدا ہی سے اردو شاعری کے سینے میں حب الوطنی کا سمندر موجزن رہا ہے۔ امیر خسرو نے اپنے ملک کے چرند پرند، درخت، جھرنے، دریا، پہاڑ، رسم و رواج، میلوں اور تہواروں تک سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ یہی روایت دکن میں منتقل ہوئی اور قلی قطب شاہ سمیت اکثر شعراء میں دکھائی دیتی ہے۔ قطب شاہی اور عادل شاہی عہد کے شعراء میں حب الوطنی کی اچھی خاصی جھلک نظر آتی ہے۔ نظیر اکبرآبادی کے یہاں بھی وطن کی محبت سے سرشار نظمیں ملتی ہیں، لیکن اردو شاعری میں حب الوطنی کا سب سے روشن باب الطاف حسین حالی کے زمانے سے نظر آتا ہے، جب حالی نے اردو میں نظم کی وکالت کی۔ حالی جیسا باکمال اسلامی افکار کا حامل شاعر اپنے کلام میں جذبہ حب الوطنی کی صراحت اس پیرائے میں کرتا ہے۔

اے وطن اے مرے بہشت بریں
کیا ہوئے تیرے آسمان و زمیں
سب کو ہوتا ہے تجھ سے نشو و نما
سب کو بھاتی ہے تیری آب و ہوا
تیری اک مشت خاک کے بدلے
لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے ۱

حب الوطنی بنی نوع انسان کا فطری جذبہ ہے۔ ہر حساس انسان کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے۔ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، جہاں اس کی پرورش ہوتی ہے، وہ جگہ اس کے جذبات و محسوسات کا اولین مرکز ہوتی ہے۔ حب الوطنی کے تعلق سے احمد ندیم قاسمی کا خیال ہے کہ جو شخص اپنے وطن اور قوم سے محبت نہیں کر سکتا وہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا، اسے حسن و خیر اور عدل و توازن کا شعور بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

حالی سے جو شعراء متاثر ہوئے اُن میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا نام آتا ہے۔ اقبال اگرچہ داغ کے شاگرد تھے مگر انہوں نے حالی کا اثر زیادہ قبول کیا اور حالی کی روایتوں کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ بام عروج تک پہنچا دیا۔ اقبال کی شاعری کا آغاز سیالکوٹ میں دوران طالب علمی سے ہی ہوا، ابتدائی زمانے میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کے ایک مشاعرے میں اقبال نے اپنی ایک غزل پڑھی، جس کا ایک شعر بہت پسند کیا گیا اور کافی مقبول بھی ہوا۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

حالانکہ ابتدائی زمانے کے اس شعر میں بھی اقبال کی اسلامی فکر نظر آتی ہے، جو ان کی شاعری کا بنیادی جزو رہا ہے لیکن حالی کی طرح اقبال کے یہاں بھی مذہبی رواداری کی پرزور حمایت نیز قومی وطنی جذبے کے ساتھ ساتھ جذبہ حب الوطنی بھی جا بجا کارفرما نظر آتا ہے۔ بقول مولوی عبدالحق، اقبال کی شاعری کی خاص غایت تھی، مولانا حالی کی طرح اقبال نے بھی اپنی شاعری سے قوم اور ملک کو جگانے اور رہنمائی کا کام لیا۔ یہ اس کے خیال اور فکر کی قوت اور جدت تھی جس نے اس کے کلام اور طرز بیان میں زور اور جوش پیدا کر دیا۔ اقبال کو اپنے وطن سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ ایک سچے محب وطن تھے۔ اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر نظمیں لکھی ہیں۔ یہ نظمیں بانگ درا کے حصہ اول میں پائی جاتی ہیں۔ اقبال نے اپنے پہلے مجموعہ کی شروعات ہی نظم 'ہمالہ' سے کی ہے۔ فلک بوس کوہ ہمالہ کو بڑے فخر کے ساتھ فصیل کشور ہندوستان کہتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اے ہمالہ اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں
ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لیے ۲

اقبال نے قوم کے نونہالوں کی ذہنی تربیت کرتے وقت بھی ان کے دلوں میں اپنے وطن سے محبت کے جذبے کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنی نظم بچے کی دعا میں اقبال اپنے وطن ہندوستان کو پھولوں جیسا نکھرا ہوا اور شاداب دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

اقبال کا ایمان و ایقان ہے کہ ملک کی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب ان کے ہم وطن بلا تفریق مذہب و ملت اتحاد و اتفاق سے رہیں۔ مگر جب وہ اپنے ہم وطنوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، وہ اپنے ہم وطنوں کو سمجھاتے ہیں کہ امن و امان اور ترقی اگر چاہتے ہو تو آپسی اختلاف کو دور کرنا ہوگا۔

رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
(تصویر درد) ۳

اقبال مختلف مذاہب میں اتحاد اور یکجہتی کے قائل تھے۔ وہ ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرتے ہوئے مذہبی اختلافات کو بھول کر ایک عظیم ہندوستان کی تعمیر و تشکیل کا خواب دیکھ رہے تھے۔ مذہبی منافرت پھیلانے والوں سے انہیں سخت نفرت تھی۔ اسی لئے انہوں نے ہندو مسلمان دونوں کو جھ

کی کہ اگر امن و امان اور ملک کی ترقی چاہتے ہو تو مذہبی منافرت سے دور رہنا ہوگا۔ نظم 'نیا شوالہ' میں اقبال کے انہی جذبات و احساسات کا اظہار ملتا ہے۔

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے
پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے [4]

اس نظم میں علامہ اقبال کی حب الوطنی کا یہ عالم ہے کہ انہیں خاکِ وطن کا ہر ذرہ دیوتا نظر آتا ہے۔ اس نظم کا جذبہ، خلوص اردو زبان میں وطنی شاعری کی بہترین مثال ہے۔ نظم 'نیا شوالہ' کے تعلق سے پروفیسر سلیم چشتی لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

''شاعری کے اعتبار سے یہ نظم اقبال کے دورِ وطن پرستی کا بہترین نمونہ ہے کیونکہ اس کا اندازِ بیان بہت موثر اور دلکش ہے۔ شاعر نے وطن کی عظمت کا نقش دلوں پر قائم کرنے کے لیے اپنی تمام شاعرانہ قوتوں کو صرف کر دیا ہے۔ اکثر ناقدین اقبال کا یہ خیال ہے کہ ہندو مسلم اتحاد پر یہ اردو میں بہترین نظم ہے۔'' ۵

اقبال کو جس طرح اپنے مذہب سے بے پناہ عقیدت تھی اسی طرح وہ دیگر مذاہب کا بھی احترام کرتے تھے۔ اقبال نے جہاں مذہب اسلام کی عظیم المرتبت شخصیات کی شان میں نظمیں کہیں، وہیں انہوں نے دیگر مذاہب کے مذہبی پیشواؤں کی تعریف و توصیف میں بھی نظمیں لکھیں۔ شری رام کی تعریف و توصیف میں لکھی گئی نظم جس کا عنوان ہی 'رام' ہے، اس نظم کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند
تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرد تھا

اسی طرح گرو نانک کی تعریف و توصیف میں اقبال نے 'نانک' اس عنوان سے ایک نظم لکھی ہے، جس کا ایک شعر دیکھیے۔

پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

اقبال بخوبی جانتے تھے کہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور ان میں آپس میں اتحاد و اتفاق ہی ملک کی ترقی کا ضامن ہوگا۔ اقبال کے نزدیک ہندوستان ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں مختلف رنگ و نسل اور مذاہب کے پھول لگے ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس گلدستہ کا ہر پھول تر و تازہ اور شاداب رہے۔ علامہ اقبال ان میں اتحاد و یکجہتی چاہتے تھے۔ اسی لیے اپنی ایک نظم 'ہندوستانی بچوں کا گیت' میں بڑی وسیع النظری سے مختلف مذاہب کے رہنماؤں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

چشتی نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

وطن کی محبت سے سرشار اقبال کی شاعری [illegible] ممتاز کرتی ہے۔ اُن کی شاعری انسانیت اور حبِ وطن [illegible] دیتی ہے۔ معروف شاعر علی سردار جعفری اقبال کی شاعری [illegible] جذبے کی پاکیزگی و خلوص پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اقبال کے یہاں حُبّ الوطنی ایمان کا [illegible] شاعری میں سامراج دشمنی کی لے شعلہ نوائی کی [illegible] ہندوستان کی آزادی کا جذبہ خونِ بہار کی طرح اُن کے [illegible] ہے۔'' ۶

جہاں تک وطن کی محبت کا تعلق ہے اقبال [illegible] سب سے بڑا خراجِ تحسین ان کا وہ لازوال اور لافانی ترانہ [illegible] نے اپنے وطن کی محبت کے نشے میں سرشار ہو کر لکھا، جس [illegible] الوطنی کی خوشبو سے معطر ہے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

مذکورہ بالا نظموں کے اشعار اس بات کے [illegible] ایک سچے وطن دوست اور مخلص محبِ وطن تھے۔ ان کی نظمیں [illegible] کے دلوں میں حبُّ الوطنی کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے [illegible]

حواشی:

۱۔ حبِ وطن۔ الطاف حسین حالی۔ صدیق بک ڈپو [illegible]
۲۔ نظم 'ہمالہ' (بانگِ درا)۔ علامہ اقبال۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز [illegible] ۱۹۷۶ء، (ص ۲۱)
۳۔ نظم 'تصویرِ درد' (بانگِ درا)۔ علامہ اقبال۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز [illegible] ۱۹۷۶ء، (ص ۷۰-۷۱)
۴۔ نظم 'نیا شوالہ' (بانگِ درا)۔ علامہ اقبال۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز [illegible] ۱۹۷۶ء، (ص ۸۸)
۵۔ شرحِ بانگِ درا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ اعتقاد پبلشنگ [illegible] ۱۹۹۱ء، (ص ۲۱۳)
۶۔ اقبال شناسی۔ علی سردار جعفری۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی [illegible]

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ
صدر شعبۂ اردو، فارسی و اسلامیات
آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج، جلگاؤں

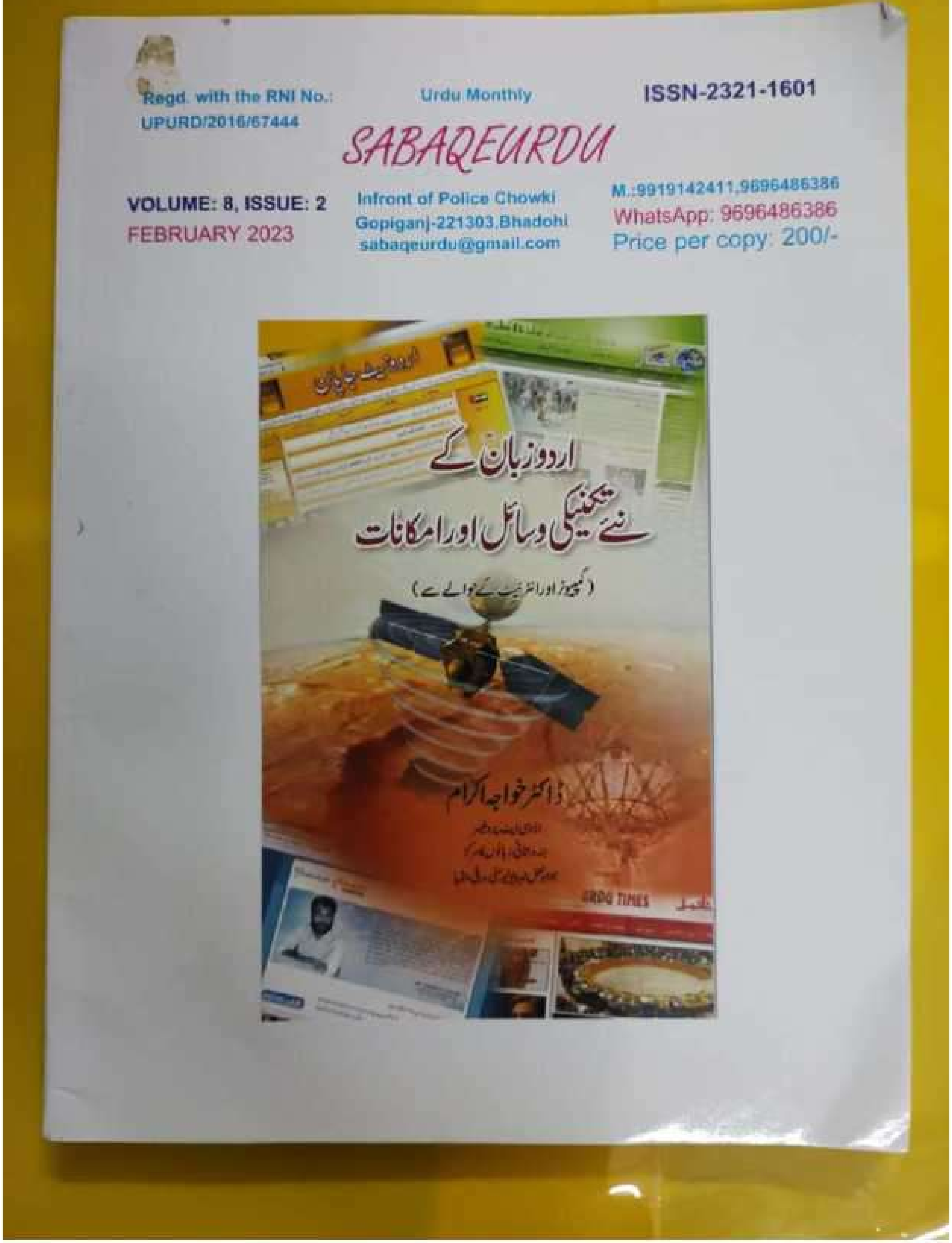

Regd. with the RNI No.: UPURD/2016/67444

Urdu Monthly

ISSN-2321-1601

SABAQEURDU

VOLUME: 8, ISSUE: 2
FEBRUARY 2023

Infront of Police Chowki
Gopiganj-221303,Bhadohi
sabaqeurdu@gmail.com

M.:9919142411,9696486386
WhatsApp: 9696486386
Price per copy: 200/-

sabaqeurdu.com
ISSN-2321-1601
UGC CARE LISTED MONTHLY JOURNAL

76

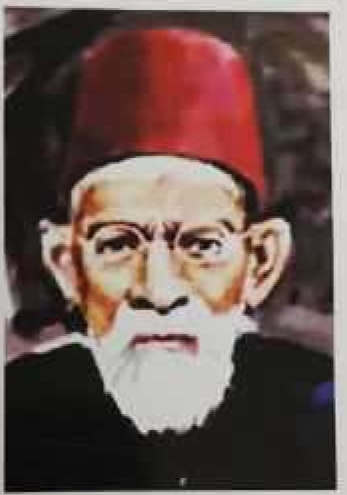

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا (اکبر)

JULY 2022 جولائی ۲۰۲۲

سبق اردو

جولائی ۲۰۲۲

شمارہ : ۷ — جلد : ۷

ایڈیٹر،پرنٹر،پبلشر : ڈاکٹر کلیم
موبائل:9696486366
واٹس ایپ:9919142411
sabaqeurdu@gmail.com

سرپرست : عادل منصوری
سرورق : دانش الہ آبادی
کمپوزنگ : دانش الہ آبادی،اہل قلم
مطبع: عظیم انڈیا پریس، گوپی گنج، بھدوہی

Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)
IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214
Bank of Baroda, Branch: Gopiganj
Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

فی شمارہ :-/200 زر سالانہ:-/2000 زر سالانہ خاص:-/3000، اعزازی تعاون:-/5000

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع بھدوہی ہی کی عدالت میں ہوگی۔ادارہ

چیف ایڈیٹر

ڈاکٹر دانش الہ آبادی

ڈاکٹر زیب النساء سعید	اسرار الحق مجاز : نیا زاویہ، نظر	۵
ڈاکٹر عرشیہ جبیں	میں حیدرآبادی خواتین کا حصہ	۸
ڈاکٹر جہانگیر احمد خان	غزل کی عظمت و آبرو کا اہم ستون جوش ملیح آبادی	۱۲
ڈاکٹر ناصرہ سلطانہ	افسانوی ادب کے منفرد نقاد پروفیسر اسلم آزاد	۱۳
ڈاکٹر راحیلہ پروین	اتر پردیش کی چند اہم خواتین افسانہ نگار	۱۵
عبد الرب	اترا کھنڈ میں اردو احوال و آثار	۱۸
محمد عتیق احمد	یعقوب یاور کے ناولوں کا اسلوبیاتی جائزہ	۲۱
ڈاکٹر آفاق انجم شیخ	اردو زبان میں روزگار کے مسائل اور حل	۲۳
ڈاکٹر سید حسین زیدی	اردو کے چند اہم غیر مسلم خود نوشت نگار	۲۵
عبد الرزاق	راحت اندوری کی شاعری میں حب الوطنی کے عناصر	۲۹
فیاض احمد	ہندوستان میں صوفی تحریک کا آغاز اور صوفیائے کرام کے کارنامے	۳۱
روحینہ	ملخص شاہجہاں نامہ محمد طاہر آشنا معروف بہ عنایت خان	۳۳
محمد رضا اظہری	میر کی نفسیات ان کے اشعار کے موضوعات کے آئینہ میں	۳۶
مبین زہرا	امیر خسرو کی شاعری کی چند خصوصیات	۴۰
محمد سعود عالم	پیغام آفاقی بحیثیت افسانہ نگار	۴۳
جاوید علی	"شام کی منڈیر سے" ایک اہم خود نوشت	۴۵
ناہیدہ شفیع	اردو افسانوں کا موضوعاتی مطالعہ: ایک مختصر جائزہ	۴۸
کفیل احمد	دیباچوں میں سانس لیتا یوسفی	۵۱
تنویر احمد میر	راجندر سنگھ بیدی اور افسانہ "غلامی" کا نفسیاتی جائزہ	۵۳

اُردو زبان میں روزگار کے مسائل اور حل

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

کسی قوم کی بقا اور عظمت اس کی تہذیب وثقافت کی بقا سے وابستہ ہوتی ہے۔ دنیا کی زندہ اور غیرت مند قومیں اپنے تہذیبی ورثے سے محبت کرتی ہیں اور اس کے تحفظ کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہیں ہر قوم کی ایک مستقل شناخت ہوتی ہے، جو اسے دوسری اقوام سے ممتاز کرتی ہے، جیسے زبان۔ زبان کسی بھی تہذیب کا بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہے۔ زبان کے بغیر کسی تہذیب کی بقا کا تصور ممکن نہیں۔ زبان کی اہمیت وافادیت کے تعلق سے مرزا خلیل احمد بیگ یوں تحریر کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔

"اردو ہماری تہذیب کا جزو لاینفک ہے، ہماری تہذیب اور ہماری زبان دونوں ہی لازم وملزوم چیزیں ہیں۔ زبان سے بے بہرہ ہو کر ہم اپنی تہذیب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ یہی نہیں بلکہ زبان کو کھو کر ہم اپنے عقائد کو بھی کھو سکتے ہیں۔ اسی لیے زبان کی موت ایک گروہ کی تہذیبی موت سے عبارت ہے۔ ہماری آئندہ نسلیں اگر سیاسی انقلاب کے تحت اپنی زبان کے ترک پر مجبور ہو گئیں تو ان کی ذہنی موت کا آغاز ہو جائے گا اور ان کی تہذیبی انفرادیت ختم ہونے لگے گی اور تخلیقی اعتبار سے وہ مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ اردو ہمارے لیے محض ایک تہذیبی قدر ہے بلکہ ایک ضرورت بھی ہے۔ اس کے بغیر ایک طرف تو ہم گونگے تو تلے اور ہکلے ہو جائیں گے اور دوسری طرف اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں سے عاری۔" ۱

اردو محض ایک زبان نہیں ہے بلکہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب کی علامت ہے۔ اردو کی لطافت اور مٹھاس کا ہر خاص وعام قائل ہے۔ اس کی شیریں سامع کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ ادبی گفتگو ہو، تعلیمی مباحثہ ہو یا سیاسی تقریر یا پھر وزراء کو ایوانوں میں اپنی بات منوانی ہو یا مقابل کو متاثر کرنا ہو تو اسی شیریں زبان کے اشعار کا سہارا لیا جاتا ہے۔ وہ بات جسے کہنے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے، چند ہی ساعتوں میں انتہائی پر تاثر انداز میں اور بڑے سلیقے سے محض دو مصرعوں میں بیان ہو جاتی ہے اور داد و تحسین بھی حاصل کر لیتی ہے۔ بقول شاعر۔۔۔۔۔۔

بات کرنے کا حسیں طور طریقہ سیکھا
ہم نے اردو کے بہانے سے سلیقہ سیکھا

یہ ایک المیہ ہے کہ اردو کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پورے ہندوستان میں استعمال تو کیا جا رہا ہے مگر جب اردو کے ساتھ انصاف کا معاملہ آتا ہے تو محض وعدوں کے سبز باغ دکھائے جاتے ہیں یا جھوٹی تسلیاں دے کر ان کا استحصال کیا جاتا ہے۔ جب بھی اردو کا ذکر ہوتا ہے تو کچھ دل خوش کن باتیں ہوتی ہیں، کچھ قرار دادیں منظور ہوتی ہیں اور کچھ وعدے کیے جاتے ہیں، لیکن عملی اقدام کچھ نہیں ہوتے۔ قول وعمل کے اس تضاد پر آل احمد سرور نے کچھ اس طرح ضرب کاری کی ہے۔۔۔۔۔۔

"اردو کے سلسلے میں آزادی کے بعد سے تقسیم کے پیدا کردہ مسائل کی وجہ سے انصاف نہیں ہوا ہے، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور کسی قسم کی لیپ پوت سے اس حقیقت کو کوئی رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ ایک دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ جیسے جیسے وقت گذرتا ہے اردو کی قومی حیثیت کا اعتراف بڑھتا گیا ہے اور اس کے ساتھ انصاف کا جذبہ بھی ابھر رہا ہے اور انصاف کی کوشش بھی ہے گو کہ عمل کے معاملے میں ابھی بہت کم تبدیلی ہوئی ہے۔" ۲

اردو عالمی سطح پر ایک مقبول زبان ہے اور برصغیر کے کروڑوں لوگوں کی مادری زبان بھی ہے۔ چونکہ اردو بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے اس لیے کچھ متعصبانہ ذہنیت رکھنے والے فرقہ پرستوں نے اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دے دیا اور اسی مریضانہ ذہنیت پر عمل کرتے ہوئے ارباب اقتدار نے اردو کے ساتھ ناانصافی برتی۔ بقول شاعر۔۔۔۔۔۔

اپنی اردو تو محبت کی زباں تھی پیارے
اب سیاست نے اسے جوڑ دیا مذہب سے

اردو ہندوستان کی ایک اہم اور وقیع زبان ہے۔ اس کے ادیب، شعراء اور صحافیوں نے ملک کی آزادی میں اہم رول ادا کیا ہے۔ 'انقلاب زندہ باد' کا نعرہ جوش اور انقلاب آفریں نعرہ ہو یا 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' جیسا حب الوطنی کے جذبے سے سرشار قومی گیت، یہ سب اردو زبان کی دین ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ملک کو آزادی دلانے کے لیے جس صحافی نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا وہ اردو اخبار کے مدیر مولوی محمد باقر تھے۔ اس کے باوجود اردو کے ساتھ اس طرح کی ناانصافی چہ معنی دارد!

جہاں تک اردو زبان میں روزگار کے مسائل کا تعلق ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اردو زبان کے ساتھ سب سے بڑی سیاست یہ کھیلی گئی کہ تقسیم ہند کے بعد جب پڑوسی ملک نے اردو کو اپنے ملک کی سرکاری زبان قرار دیا تو ہندوستان میں اردو زبان کو سرکاری سرپرستی سے اس طرح محروم کر دیا گیا گویا یہ کوئی پرائی زبان ہو۔ ابتدائی وثانوی تعلیم سے اردو زبان کی جڑیں اس طرح کاٹ دی گئیں کہ اعلیٰ تعلیم کا کوئی ادارہ آج اس موقف میں نہیں کہ اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنا سکے۔ اردو زبان میں تعلیم کے معقول ذرائع میسر نہ ہونے یا محدود ہونے کی وجہ سے تشویش ناک صورتحال پیدا ہوئی ہے۔ شمالی ہند کے نظام تعلیم میں اردو کا وجود عملاً معدوم ہو چکا ہے۔ اردو تعلیم کا بندوبست بتدریج انتشار کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ اردو سے ارباب اقتدار کی عدم

تو بھی، معیاری درسی اور امدادی کتب کی فراہمی سے بے اعتنائی اور ناقص نظام تعلیم کے نتیجے میں عوام الناس کا رجحان انگریزی ذریعہ تعلیم کی طرف بڑھنے لگا ہے۔ انگریزی تعلیم کے اعلیٰ و ارفع ہونے کے عوامی تصور کو اس امر سے بھی تقویت ملی ہے کہ انگریزی کے ذریعے حاصل کی جانے والی تعلیم نہ صرف اپنے ملک میں روزگار کے حصول کے بہتر مواقع فراہم ہونے کی ضمانت ہے بلکہ اس سے بیرون ملک میں بھی روزگار کے حصول کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ اردو کے ساتھ غیر منصفانہ رویے کی یہ افسوسناک صورت حال شعبہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر شعبہ جات میں بھی کم و بیش ایک جیسی ہے۔ ملک کی وزارت اطلاعات و نشریات ایک عرصے سے اردو زبان میں کہانی، مکالمے اور گیتوں سے مزین فلموں کو اردو کے بجائے ہندی کا سرٹیفکیٹ دیتی آئی ہے۔ اب جب کہ بولتی فلموں کو تقریباً ایک صدی کا عرصہ بیت چکا ہے اور جس طرح سنسر بورڈ فلموں میں زبان و بیان، مکالموں کی ادائیگی، گیتوں کے بول وغیرہ پر نظر رکھتا ہے اسی طرح سنسر بورڈ کے ذمہ داران کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ فلموں کو زبانوں کے اعتبار سے جو سرٹیفکیٹ دیے جاتے ہیں وہ فلم کی زبان سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہوں۔ فلم سنسر بورڈ سے یوں تو کئی فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن سنسر بورڈ کی زیادتی کی ایک بڑی مضحکہ خیز مثال فلم 'امراؤ جان' کی ہے، جو کہ مرزا ہادی رسوا کے شاہکار اردو ناول کی کہانی پر بنی ایک لازوال فلم ہے، جس میں پیش کی گئی تہذیب، مکالمے، گیت وغیرہ تقریباً سب ہی اردو میں تھے لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ اس فلم کو سرٹیفکیٹ ہندی کا ملا۔ فلموں میں اردو کی حالتِ زار پر تبصرہ کرتے ہوئے شمس جلیلی لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

"ساحر نے تو خیر ناممکن کی بات کہی تھی لیکن ۸۰ فیصد فلمیں جو اردو میں تیار ہوتی ہیں ان کو ہندی فیچر فلم کی سرٹیفکیٹ دی جاتی ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی ہٹ دھرمی ہو سکتی ہے۔ ہندی فیچر فلم کی سرٹیفکیٹ مغل اعظم جیسی فلم کو بھی شاید یہ جتانے کے لیے دی گئی ہے کہ ساری اسکرپٹ، ساری کہانی، مکالمے اور نغمے اردو رسم الخط میں کیوں نہ لکھے ہوں لیکن کم سے کم شمالی ہندوستان میں ہندی کے سوا کوئی دوسری زبان ہی نہیں جس کے لیے سرٹیفکیٹ دی جائے۔"۳

مذکورہ بالا دونوں شعبہ جات کا سرسری جائزہ لینے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان میں روزگار کے مسائل ملک میں تشویشناک صورت حال اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ اردو زبان میں روزگار کا مسئلہ دور حاضر کا ایک سنگین سوال ہے، جس نے اردو تعلیم کے سلسلے میں کئی اہم سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ لیکن ان تمام ناسازگار حالات اور معاندانہ رویوں کے باوجود اردو سے محبت کرنے والوں کی تعداد اس ملک میں کم نہیں ہوئی ہے، بلکہ گزشتہ دہائیوں کے مقابلے میں یہ گراف اور بڑھ جاتا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ اس لیے اردو لکھنے پڑھنے والوں کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک رزق کا معاملہ ہے تو ہمارا ایمان اور ایقان ہے کہ جب، جتنا اور جہاں سے ملنا ہے انسان کو مل کر رہے گا۔ اس کے لیے یقیناً کوشش پیہم اور محنت شرط ہے۔ اردو زبان کے تعلق سے یہ خیال کرنا کہ اردو سے تعلیم حاصل کرنے والا بے کار رہے روزگار رہتا ہے، اردو لکھنے پڑھنے سے نوکری نہیں ملتی، تو اس طرح کی
کسی عذر لنگ سے کم نہیں۔ روزگار کا ایک اصول ہے کہ
روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے' اور اردو کی مانگ تو اردو والے
سکتے ہیں۔ اردو کے مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے سابق وزیر اعظم
نے کہا تھا۔۔۔۔۔

"اگر کسی زبان کو سرکاری درجہ مل بھی جائے اور
ملے گیس تو روزگار کا مسئلہ تو کسی حد تک اور صرف کسی حد تک حل ہو جائے گا
کوئی قوم اور کوئی زبان بولنے والے جب تک اس کو کشن رکھنا
پائیں گے جس کے اُس پار ٹیکنالوجی کی دنیا بستی ہے تو اُن کی دنیا
ہی رہیں گے۔"۴

نئی زمانہ اردو زبان کو جو چیلنج درپیش ہے وہ برقی ذرائع ابلاغ
الیکٹرونک میڈیا کی ایجاد نے پوری دنیا کو سمیٹ کر ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے۔ عوامی ذرائع ترسیل بالخصوص انفارمیشن ٹیکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی دیکھ کر پورا عالم انگشت بدنداں ہے۔ آج ریڈیو، ٹی وی، سینما، کمپیوٹر،
سیٹلائٹ چینلز، ویب سائٹس وغیرہ کا دور دورہ ہے۔ الیکٹرانک وسائل سے
اکیسویں صدی کے اس پڑاؤ میں اگر ہم اردو کے استعمال اور روزگار کے مواقع پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو معاملہ بڑی حد تک امید افزا نظر آتا ہے۔

دورِ جدید میں ٹیلی ویژن نے تکنیکی اعتبار سے کافی ترقی کی ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں میں ٹیلی ویژن نیٹ ورک بڑی تیزی سے وسعت پذیر ہوا ہے۔ دوردرشن سے شروع ہوئے اس ٹیلی ویژن کے سینکڑوں سرکاری اور نجی چینلز کا ایک لامتناہی جال ملک و بیرون ملک کے شہر شہر اور قصبے قصبے میں پھیل گیا ہے۔ ٹی وی چینلوں کے ذریعے اردو خبریں، ادبی و تعلیمی مذاکرے، مشاعرے، ڈرامے، مباحثے اور تفریحی سیریلیں بڑے پیمانے پر نشر ہو رہے ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ ان چینلوں میں کئی چینلز جیسے ڈی ڈی اردو، نیوز 18، ای ٹی وی اردو، زی سلام وغیرہ ہیں جو صرف اردو زبان میں ہی اپنے تمام پروگرام نشر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ٹیلی ویژن انڈسٹری میں پروڈکشن، پروگرامنگ، اسکرپٹ رائٹنگ، ڈائیلاگ رائٹنگ، ایکٹنگ اور نیوز ریڈنگ جیسے شعبہ جات میں اردو والوں کے لیے روزگار کے امکانات روشن ہوئے ہیں۔ اگر سینما کی بات کی جائے تو فی زمانہ ہندوستان میں مختلف زبانوں میں بننے والی فلموں کی تعداد میں سب سے زیادہ ہے۔ ہر چند کہ یہ فلمیں ہندی کے نام پر پروڈیوس کی جاتی بن رہی ہیں، لیکن درحقیقت ان فلموں کے گیت، مکالمے، وغیرہ تقریباً ۹۰ فیصد اردو زبان ہی میں ہوتے ہیں۔ ان کے لکھنے والوں میں اکثریت اردو کے شعرا اور ادبا کی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلم انڈسٹری میں نغمہ نگاری، مکالمہ نگاری، کہانی نویسی، ہدایتکاری نیز اداکاری جیسے مختلف شعبوں میں اردو والوں کے لیے روزگار کے مواقع موجود ہیں۔ علاوہ ازیں انٹرنیٹ، ویب سائٹ اور آن لائن میڈیا جیسے شعبوں میں بھی اردو والوں کے لیے روزگار کے امکانات کافی روشن ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین کا بیان جہان اردو کے لیے بڑا امید افزا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

"یہ خوشی کی بات ہے کہ ہماری اردو زبان بھی اس لائق ہو چکی ہے کہ وہ جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ ہو سکے۔ اس نے خود کو بھی کمپیوٹر کی زبان بنا لیا ہے۔ اب آپ کو انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے استعمال کے لیے کسی اور زبان کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے پورے کمپیوٹر کو اردو میں منتقل کر سکتے ہیں۔ ای میل، چیٹنگ، براؤزنگ سب اردو زبان میں کر سکتے ہیں اور یونی کوڈ کی ایجاد نے یہ ممکن کر دکھایا ہے۔ اب آپ گوگل یا کسی بھی سرچ انجن میں جا کر اردو میں ٹائپ کریں اور اردو میں جوابات حاصل کریں۔" ۵

برصغیر کے مختلف علاقوں سے شائع ہونے والے اخبارات کی باقاعدہ ویب سائٹس ہیں، جن پر ای نیوز پیپرس اور ویب ایڈیشنز نکل رہے ہیں۔ اگر ان کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز کر جاتی ہے تو گوگل کے ذریعے اس پر اشتہارات بھی مل جاتے ہیں، جو کمائی کا ایک بہتر ذریعہ ہے۔ اسی طرح اردو بلاگز بنا کر بھی کمائی کی جا سکتی ہے۔ یوٹیوب پر ویڈیوز اپ لوڈ کیے جا سکتے ہیں۔ ان ویڈیوز کو دیکھنے، لائکنگ اور سبسکرائب کرنے والوں کی تعداد اگر متعینہ تعداد سے بڑھ جاتی ہے تو گوگل مذکورہ یوٹیوب چینل پر اشتہارات پوسٹ کرتا ہے اور یوٹیوبر کو اپنے منافع میں شراکت دار بناتا ہے۔ یوٹیوب کی طرح اردو والے سوشل میڈیا، واٹس ایپ اور فیس بک کا استعمال بطور روزگار کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ترجمہ نگاری، نظامت اور صحافت جیسے کئی شعبہ جات ہیں جہاں اردو والوں کے لیے ملازمت کی راہیں ہموار ہوئی ہیں۔

غرض یہ کہ اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں میں اگر اردو زبان کی اہلیت و قابلیت ہے اور اگر وہ جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تو ان کے لیے اردو زبان میں روزگار کے بہترین مواقع دستیاب ہیں۔

حواشی:

۱۔ اردو کا المیہ - مرزا خلیل احمد بیگ - شعبہ لسانیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ - ۱۹۷۶ء - (ص ۱۱)
۲۔ اردو تحریک - آل احمد سرور - ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ - ۱۹۹۹ء - (ص ۹)
۳۔ ہندوستانی فلمیں اور اردو (مرتب۔ ڈاکٹر امام اعظم) - حسن جیلی - نیو پرنٹ سینٹر، نئی دہلی - ۲۰۱۳ء - (ص ۸۲)
۴۔ اردو اور اس کے مسائل - اندر کمار گجرال - جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی - ۱۹۹۶ء - (ص ۱۴)
۵۔ اردو زبان کے نئے تکنیکی وسائل اور امکانات - ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین - مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی - ۲۰۱۲ء - (ص ۲۲-۲۳)

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ
صدر شعبہ اردو، آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج جلگاؤں

اردو کے چند اہم غیر مسلم خود نوشت نگار

ڈاکٹر سید حسین زیدی

ادب میں شاعر، ادیب یا کسی فنکار کو مذہب کی عینک لگا کر دیکھنے کا رویہ نہ صرف معیوب اور ناقابل قبول ہے بلکہ آداب ادب و فن کے خلاف بھی ہے لیکن تحقیقی و تنقیدی نقطہ نظر سے کسی مخصوص علاقے، جماعت یا گروہ کی ادبی و شعری خدمات و اکتسابات کے تجزیہ و تعین قدر کے عمل میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ یہی نقطہ نظر میری اس تحریر کا جواز ہے۔

اردو زبان کے آغاز، اس کے رواج و فروغ میں غیر مسلموں کی خدمات جگ ظاہر ہیں۔ اس کے لیے حوالے اور ثبوت پیش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ دیگر اصناف شعر و ادب کی طرح خود نوشت نگاری میں بھی غیر مسلم ادیبوں کی وقیع خدمات ہیں۔

اظہار ذات کی خواہش ہر ذی حیات میں ہوتی ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے ہم جنس اس کے خیالات و حالات سے واقف ہوں۔

جب کوئی شخص اپنی زندگی کی باتیں دوسروں سے بیان کرتا ہے تو اسے آپ بیتی کہتے ہیں اور جب یہ حالات تحریری شکل میں پیش کیے جاتے ہیں تو اسے خود نوشت سوانح عمری AutoBio-graphy کہا جاتا ہے۔

آپ بیتی نگاری یا خود نوشت ادب کی ایک صنف ہے۔ خود نوشت سوانح حیات ایک طرح سے نجی تحریر ہوتی ہے۔ اس میں مصنف کی شخصیت، کردار، نفسیات، افکار و نظریات کے پہلو بہ پہلو سماج اور عہد و ماحول بھی جلوہ گر رہتا ہے اسی لیے اس کی انفرادی و ادبی اہمیت کے ساتھ ساتھ سماجی، تاریخی و معاشرتی اہمیت و افادیت بھی ہوتی ہے۔

آپ بیتی نگاری ایک قدیم روایت ہے۔ دنیا میں مختلف مقامات پر مختلف زبانوں کی ایسی تحریریں ملتی ہیں جس میں لکھنے والے نے اپنے حالات، کوائف و کارنامے بیان کیے ہیں۔ دنیا کی تمام زبانوں میں یہ صنف ملتی ہے۔ اردو کا دامن بھی اس صنف سے خالی نہیں۔ اردو میں خود نوشت سوانح عمری کے ابتدائی نقوش دکن میں ملتے ہیں۔ جیسے نصرتی کی مثنوی گلشن عشق کے ابتدائی اشعار۔ شمالی ہند میں اس کے ابتدائی نمونے فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی وہ تحریریں ہیں جو انھوں نے اپنی کتابوں کے آغاز میں لکھی ہیں۔ ان میں میر امن، شیر علی افسوس، حیدر بخش حیدری، مظہر علی ولا اور مرزا علی لطف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اردو کی پہلی باقاعدہ آپ بیتی مرزا محمد جعفر تھانیسری کی "تواریخ عجیب" یا "کالا پانی" ہے۔ جس میں جزائر انڈمان نکوبار کی قید کی زندگی کے حالات بیان ہوئے

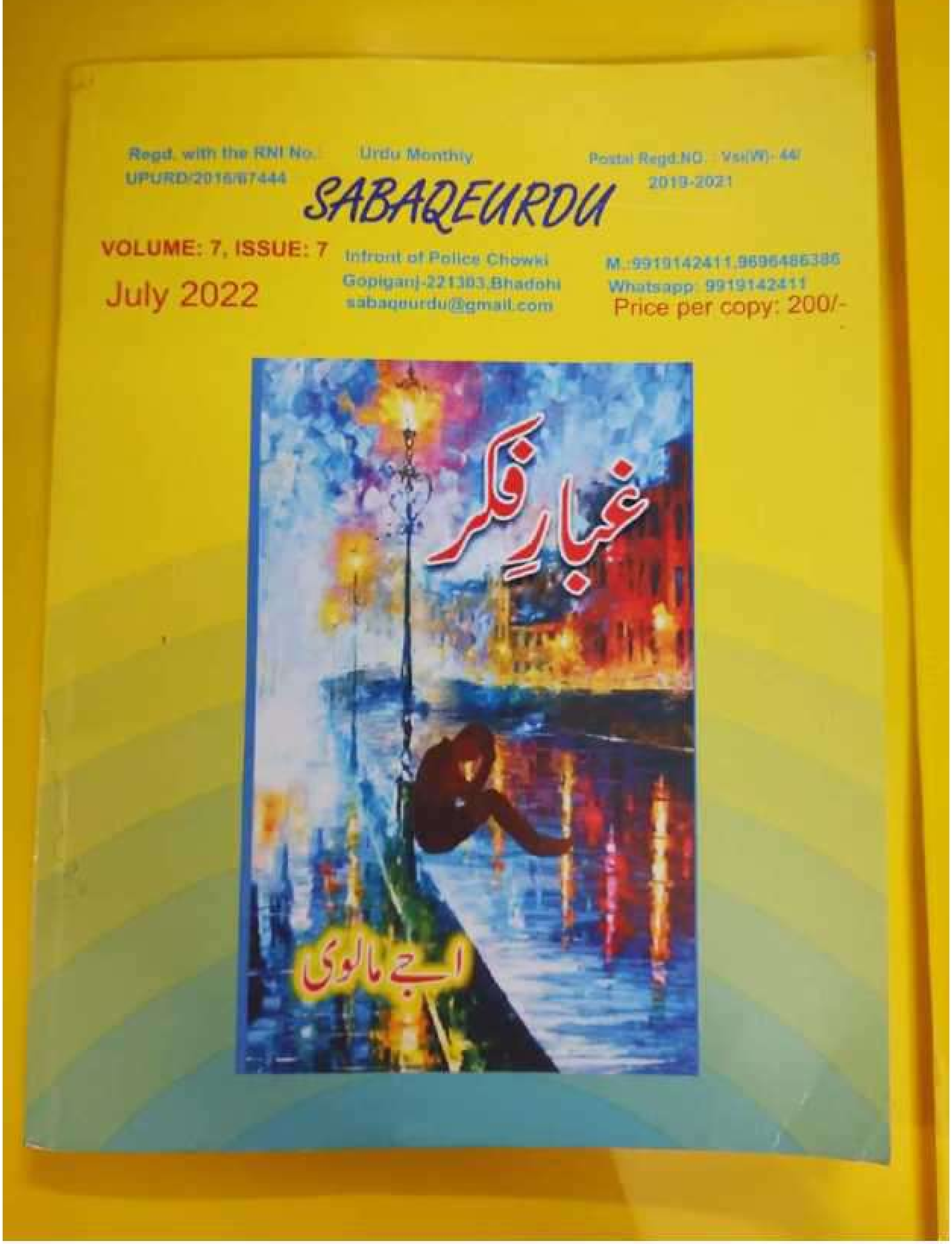
Regd. with the RNI No.
UPURD/2016/67444
Urdu Monthly
SABAQEURDU
Postal Regd.NO. : Vsi(W)- 44/
2019-2021
VOLUME: 7, ISSUE: 7
July 2022
Infront of Police Chowki
Gopiganj-221303,Bhadohi
sabaqeurdu@gmail.com
M.:9919142411,9696486386
Whatsapp: 9919142411
Price per copy: 200/-
غبارِ فکر
اجے مالوی

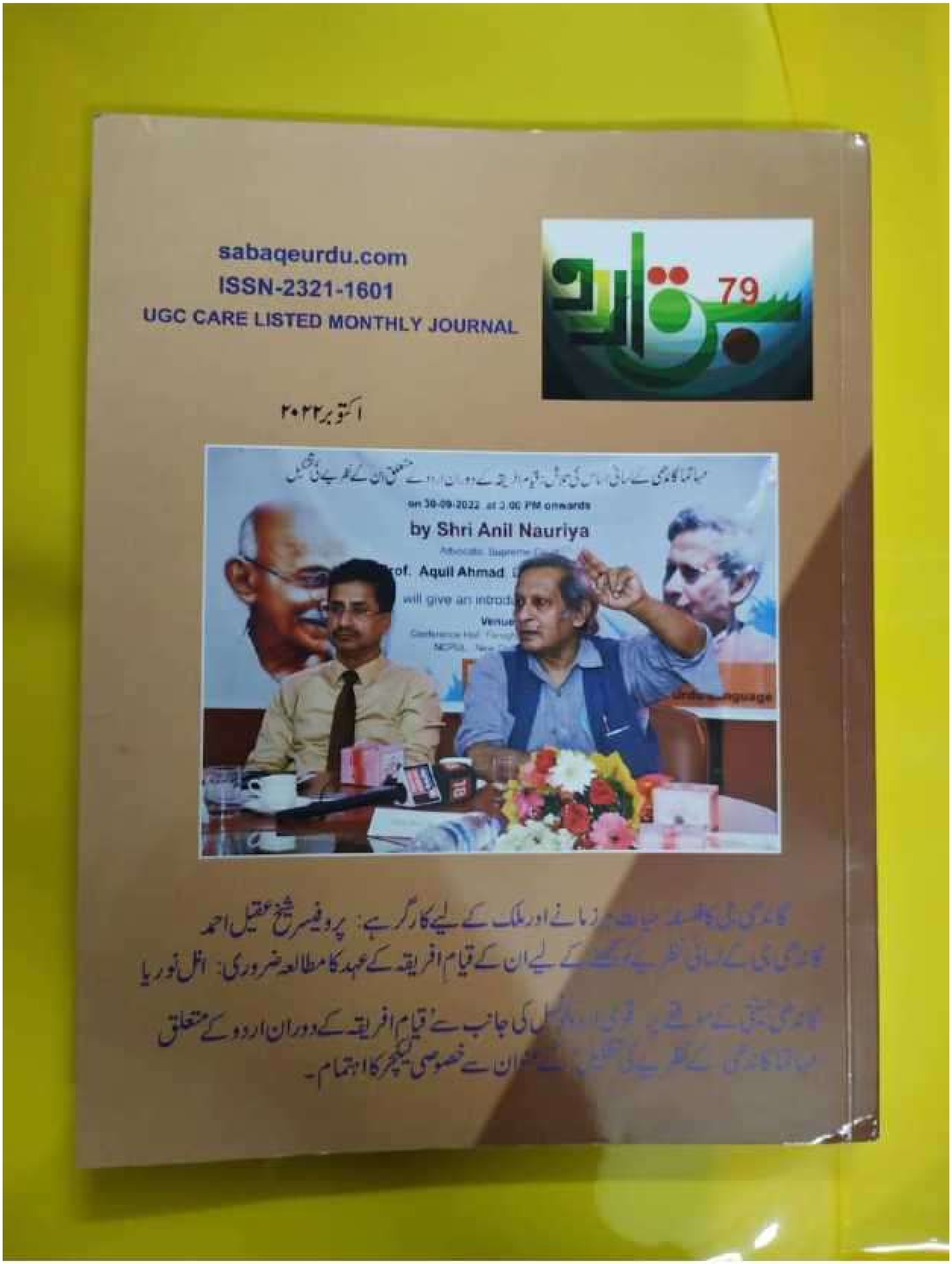
sabaqeurdu.com
ISSN-2321-1601
UGC CARE LISTED MONTHLY JOURNAL
79
اکتوبر۲۰۲۲
on 30-09-2022 at 3.00 PM onwards
by Shri Anil Nauriya
Prof. Aquil Ahmad
زمانے اور ملک کے لیے کارگر ہے: پروفیسر شیخ عقیل احمد
لیے ان کے قیامِ افریقہ کے عہد کا مطالعہ ضروری: انل نوریا
کی جانب سے ’قیامِ افریقہ کے دوران اردو کے متعلق
سے خصوصی لیکچر کا اہتمام۔

سبق اردو

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر: ڈاکٹر محمد سلیم | سرپرست، سرورق: عادل منصوری | جلد: ۷، شمارہ: ۱۰

موبائل: 9919142411 | سرورق: دانش الہ آبادی | Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)

واٹس ایپ: 9696486386 | کمپوزنگ: دانش الہ آبادی، اہل قلم | IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214

sabaqeurdu@gmail.com | مطبع: عظیم انڈیا پریس، گوپی گنج، بھدوہی | Bank of Baroda, Branch: Gopiganj

فی شمارہ: -/200 زر تعاون: -/1000 زر تعاون خاص: -/2000، اعزازی تعاون: -/5000 | Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی شنوائی صرف ضلع س۔ ر۔ ن۔ (بھدوہی) ہی کی عدالت میں ہوگی۔ ادارہ

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر دانش الہ آبادی

اداریہ
عبداللہ حسین کے ناول 'اداس نسلیں' کا تہذیبی مطالعہ
منٹو کا افسانہ 'نیا قانون': ایک تجزیہ
پریم چند کی افسانہ نگاری کے ادوار
پیغام آفاقی کے ناولوں کا معاشرتی مطالعہ
اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو کا تنقیدی جائزہ
قاضی عبدالستار کی ناول نگاری۔ ایک تنقیدی جائزہ
کشمیری لوک ادب۔ دانشمندی کا خزینہ
خطہ جموں میں بودھ مت کا تاریخی پس منظر
مشرف عالم ذوقی: مایہ ناز فکشن نگار
اقبال اور اخلاقیات کا مختصر جائزہ
ریاست جموں و کشمیر کے ادبی اور تمدنی ادارے
غالب اور اقبال: تراکیب کے حوالے سے
اکیسویں صدی میں اردو لسانیات اور مرزا خلیل احمد بیگ
انور جلالپوری کی نعتیہ شاعری

[illegible]

پریم چند کی افسانہ نگاری کے ادوار

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

زمانے کی تیز رفتاری نے فرصت اور فراغت کا ماحول ختم کر دیا تو انسان کے پاس طویل داستانوں اور ضخیم ناولوں کو پڑھنے کے لئے وقت نہ رہا۔ اس عدیم الفرصتی کی وجہ سے مختصر کہانیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مختصر کہانیاں وجود میں آئیں اور یہ مختصر کہانی افسانہ کہلائی۔ اردو میں افسانہ بھی ناول کی طرح مغرب ہی کی دین ہے۔ مغرب میں یہ شارٹ اسٹوری کہلائی اور مشرق میں افسانہ۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اردو افسانے کی روایت پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں اظہار خیال فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔

"اردو کی روایت میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے باعث مختصر افسانہ فطری طور پر اس میں رواج پاتا۔ اس کا بیج یہاں کی ادبی زمین میں موجود نہیں بلکہ مغرب سے اس کا پودا لا کر لگایا گیا اور مسلسل آبیاری کی گئی تب کہیں وہ پروان چڑھا۔" ۱

افسانہ فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی قصہ، کہانی، ماجرا، سرگذشت کے ہوتے ہیں۔ انسان فطری طور پر قصے کہانیوں کا دلدادہ رہا ہے۔ کہانی سننا اور سنانا اس کا پسندیدہ شغل رہا ہے۔ افسانے کی بنیادی غرض بھی تسکین طبع اور لطف اندوز ہونا ہے۔ محمد صدیق محسن گورکھپوری افسانے کی غرض و غایت مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔۔۔۔۔

"افسانہ دراصل افسانہ ہے اور اس کی غایت جی بہلانا اور تفنن اور کرنا ہے۔" ۲

افسانہ جدید صنعتی اور مشینی دور کی پیداوار ہے۔ عصر حاضر میں افسانے کی ضرورت و اہمیت کے تعلق سے سلام سندیلوی یوں رقمطراز ہیں۔۔۔۔۔

"عدیم الفرصتی کی بنا پر انسان کے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ وہ ضخیم کتب کا مطالعہ کر کے طویل ناولوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ اس لیے مختصر ادبی فن پاروں کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ وہ اپنی روحانی تشنگی کو بجھا سکے۔ انہی حالات کے تحت افسانے کی ایجاد ہوئی۔" ۳

اردو افسانہ اپنے سفر کے ابتدائی دور میں کافی نشیب و فراز سے گزرا۔ مختلف مراحل میں زمانے کی تیز رفتاری اور انسان کے تجربے پر وقتی کا شکار رہا۔ کبھی اس نے اخلاقی و لسانی بلندیوں کو چھو لیا، کبھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت کی، تو کبھی وہ اپنے گرد و پیش کے حالات کے کرب سے چیخ اٹھا۔ کبھی افسانہ سستی اشتہار بازی کا شکار ہو کر مختلف فلسفے کے ہاتھوں کا کھلونا بن گیا، تو کبھی وہ ابہام کی بھول بھلیوں میں اس دیوانگی کے عالم میں گم ہوا کہ اس کے ہوش و حواس سانس لینے لگے، کبھی اس کے وجود و مقصدیت کو چھو سکے۔ افسانے کے اسی تذبذب نے اردو ادب میں افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ اکثر قاری اور ناقد کو بھی الجھن میں ڈال دیا۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ افسانہ رومانی سحر انگیزی، اشتہاری مقصدیت اور ابہام کی بھول بھلیوں سے بہت حد تک آزاد ہو گیا، اور اب نیا افسانہ حقیقت کی معرفت اور اسلوب کی جاذبیت کی بنیادوں پر پورے اعتماد کے ساتھ کھڑا نظر آتا ہے۔ افسانہ کے سفر میں ترقی کرنے والا اور حقیقت سے کامل مانوس ہو گی۔ اب سے مختلف تخیل کی لامتناہی فضاؤں میں اڑ پرواز ہو گیا ہو لیکن یہ بلکہ حقیقی منظر کی تصویری رنگ و روغن سے مزین کر کے پیش کرنا ہی ہو گیا ہے کہ اب حقیقت نگاری ایک مسلمہ اسلوب میں

افسانوی سانسوں کے زیر و بم میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ اردو افسانے کے آغاز اور اولیت کے تعلق سے ہمیشہ اختلافات رہے ہیں۔ حالانکہ اردو افسانے کی عمر کچھ زیادہ طویل بھی نہیں کہ تحقیق کیلئے کوئی بہت بڑا اور پیچیدہ مسئلہ ہو۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ راشد الخیری کا افسانہ "نصیر اور خدیجہ" اردو کا پہلا افسانہ ہے۔ بعض محققین سجاد حیدر یلدرم کے افسانے "دوست کا خط" کو اور کچھ پریم چند کے افسانے "دنیا کا سب سے انمول رتن" کو اردو کا پہلا افسانہ تسلیم کرتے ہیں۔ اس تعلق سے ڈاکٹر پروین اظہر لکھتی ہیں۔۔۔۔۔

"پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم اردو افسانے کے موجد کہلائے۔ پریم چند نے حقیقت نگاری کی علمبرداری کی اور سجاد حیدر یلدرم نے رومانی ادب کے نقش پیش کیے۔" ۴

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ پریم چند نے افسانہ نگاری کے فن سے اردو دنیا کو روشناس کروایا۔ حقیقی اعتبار سے افسانے کے تمام تر اجزائے ترکیبی، تکنیکی کمالات اور اسلوب نگارش سب سے پہلے پریم چند کے افسانوں میں محسوس کیے گئے۔ اسی لئے پریم چند کو اردو افسانے کا موجد تسلیم کیا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سلام سندیلوی نے اپنے خیالات یوں قلمبند کیے ہیں۔۔۔۔۔

"اردو میں افسانہ نگاری کی بنیاد منشی پریم چند (۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء) نے ڈالی۔ ان سے قبل اردو میں مختصر کہانیوں کے لکھنے کا باقاعدہ رواج نہیں تھا۔ اس لیے افسانہ نگاری کی ابتدا کا سہرا منشی پریم چند کے سر ہے۔" ۵

پریم چند ۳۱ جولائی ۱۸۸۰ء کو بنارس کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں لمہی میں پیدا ہوئے۔ اصل نام دھنپت رائے تھا۔ شروع شروع میں نواب رائے کے قلمی نام سے لکھتے رہے۔ پریم چند کا رشتہ بالکل ابتدائی عمر ہی سے کتابوں سے جڑ گیا تھا۔ وہ ناول پڑھنے کے عادی تھے۔ انہوں نے اردو افسانے کو ایک نئی جہت بخشی اور کئی لازوال افسانوں کو سپرد قرطاس کیا۔ پریم چند کا پہلا افسانوی مجموعہ "سوز وطن" ۱۹۰۸ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مجموعہ میں آزادی، حب الوطنی، غلامی سے نجات اور ظلم و زیادتی جیسے موضوعات کو سمویا گیا تھا۔ جس کے باعث انگریز حکومت نے اس مجموعے کو ضبط کر لیا اور سخت پابندی عائد کر دی۔ پریم چند اس وقت تک نواب رائے کے نام سے لکھا کرتے تھے۔ اس سانحہ کے بعد "زمانہ" کے مدیر اور پریم چند کے قریبی دوست منشی دیا نرائن نگم کے مشورے پر وہ پریم چند کے قلمی نام سے لکھنے لگے۔ ان کی ابتدائی تخلیقات "زمانہ" میں شائع ہوا کرتی تھیں۔ کانپور "زمانہ" سے پریم چند کا رشتہ آخری سانس تک جاری رہا۔ آخری ایام میں وہ شدید بیمار پڑے اور اپنا آخری ناول "منگل سوتر" مکمل کرنے سے قبل ہی ۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اس ناول کی تکمیل ان کے بیٹے امرت رائے نے کی۔ دیہات کی تصویر کشی پریم چند کے افسانوں کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ پریم چند کی افسانہ نگاری کا ایک اہم پہلو اصلاح پسندی ہے۔ وہ اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستانی سماج میں پھیلی برائیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ غریبوں کا استحصال، کسانوں پر ظلم و ستم، سرمایہ داروں اور زمینداروں کی زیادتیاں، اونچی ذات والوں کا دوسروں کو حقیر سمجھنا اور اسی طرح کی دوسری برائیاں ان کے حساس دل کو تڑپا

نظر آتے رہتے ہیں اور وہ اپنے افسانوں میں ان برائیوں کے خلاف صداے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ پریم چند کے افسانوں میں اصلاحیت کا عنصر غالب ہے۔ ان کی افسانہ نگاری میں بتدریج ارتقا نظر آتا ہے۔ ان کے پہلے افسانوی مجموعہ سوزِ وطن سے لے کر آخری دور کے مجموعوں کی ہیئت اور موضوع کے اعتبار سے ان میں بڑا واضح فرق نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے پریم چند کی افسانہ نگاری کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۰ء کے عرصے پر محیط ہے دوسرا ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک اور تیسرا دور ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء تک مشتمل ہے جو پریم چند کی زندگی کے آخری چار سالوں کا احاطہ کرتا ہے۔ پہلے دور کے افسانوں میں اعلیٰ اخلاقی قدریں نمایاں ہیں۔ دوسرے دور میں معاشرتی برائیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ اسی طرح سیاسی موضوعات بھی اس دور کی اہم خصوصیت ہے۔ آخری دور کے افسانوں میں پریم چند کے ہاں فنی عظمت اور موضوعات کا تنوع نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اس مختصر مگر اہم دور میں پریم چند نے کئی لازوال اور فراموش افسانے لکھے۔ یہ شاہکار افسانے اردو ادب کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔

جس دور میں پریم چند کا فطری وجدان بصورت افسانہ صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوا اور جس زمانے میں پریم چند نے افسانہ کو اپنے اظہارِ افکار کا ذریعہ بنایا وہ زمانہ داستان گوئی سے عبارت تھا۔ طرفہ داستانیں اور ضخیم ناول زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر کتابی شکل اختیار کر رہے تھے۔ انسانی جذبات و احساسات کے اظہار کا واحد ذریعہ داستان نگاری تھا۔ اس صنف میں قارئین کے لیے سبق آموز واقعات بھی تھے اور تفریح طبع کا سامان بھی۔ داستان امیر حمزہ، باغ و بہار، فسانۂ عجائب … اردو ادب کے دامن میں کئی ایسے شاہکار ناول بھی موجود تھے جنھوں نے اردو کے تخیلاتی رنگ کو حقیقت نگاری کی تزئین کاری سے نکھار دیا تھا۔ مولوی نذیر احمد … کا پہلا ناول مراۃ العروس، رتن ناتھ سرشار کا ناول فسانۂ آزاد، مرزا ہادی رسوا کا امراؤ جان ادا جیسے … اور شاہکار ناول موجود تھے۔ جو آج بھی اردو ادب کا سرمایہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ پریم چند نے اسی داستان گوئی کے طلسمی ماحول کو اولین حلقے میں اپنے اندر … لیا … جب انھوں نے افسانہ نگاری کے لیے قلم سنبھالا تو غیر ارادی طور پر ان کے افسانوں پر داستانوی رنگ اور رومانیت کی جھلک بہت نظر آئی۔ پریم چند کے افسانوں کی لطافت دراصل ان کی اسی تخیل نگاری کی مرہون منت ہے جو انھیں داستان گوئی سے ورثہ میں ملی تھی۔ خوبصورت منظر نگاری پریم چند کے افسانوں کا خاصہ ہے۔ وہ گاؤں دیہاتوں کا ایسا منظر کھینچتے ہیں کہ پورا نقشہ قاری کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں سیاسی موضوعات کو بھی جگہ دی ہے … آزادی کی جد و جہد … ملک میں شباب پر تھی۔ اسی جذبے کے زیر اثر ان کا پہلا افسانوی مجموعہ سوزِ وطن شائع ہوا۔ جس میں شامل افسانے قوم پرستی اور حب الوطنی کے جذبات سے سرشار تھے۔ اس مجموعہ کو انگریز حکومت نے ضبط کر کے اس کی کاپیاں نذرِ آتش کر دیں اور اس پر پابندی عائد کر دی۔

دوسرے دور کے افسانوں میں پریم چند نے قومی اور معاشرتی اصلاح کی جانب توجہ دی۔ انھوں نے ہندو معاشرے کی فرسودہ رسوم پر بے لاگ تبصرہ کیا۔ وہ عورتوں کے مسائل، بے جوڑ شادیاں، بیوہ کی لعنت، چھوت چھات جیسے موضوعات پر افسانے لکھے۔ اس دور میں وہ سماج کے مصلح کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ اس دور کے افسانے سماجی … انسانیت، مشرقی و مغربی تہذیب کے فرق اور اخلاقی اقدار کی جانب معاشرے کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔ … پریم چند کی تخلیقات کا مرکزی کردار عام آدمی ہے۔ عام آدمی کے مسائل کو انھوں نے اپنے اکثر افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے اپنے اکثر افسانوں میں ایسے کرداروں کو پیش کیا جو سماج میں … تھے۔ ان کا اسلوب نگارش نہایت ہی سادہ اور … بول چال کے الفاظ کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ انھوں نے … وہ دیہات کے رہنے والے تھے اس لیے دیہاتی … کے افسانوں میں دیہات کی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو … افسانے پوس کی رات، سوا سیر گیہوں، دو بیل وغیرہ کسانوں کی … کرتے ہیں۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں ہندوستان کے … والے باشندوں خصوصاً کسانوں کی جیتی جاگتی تصویریں … کے ذریعہ کسانوں کو ان کی گہری نیند سے بیدار کیا۔ … ہندوستان کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہاتوں پر مشتمل ہے … ہو جاتے ہیں تو ہندوستان کی بیداری یقینی ہے۔ پریم چند کے افسانوں … عکاسی پر تبصرہ کرتے ہوئے سید وقار عظیم اپنی تصنیف نیا افسانہ میں لکھتے ہیں:

"پریم چند نے سب سے پہلے دیہاتی زندگی کے … افسانوں کے ذریعہ پڑھے لکھے لوگوں کی زندگی سے قریب کیا … زندگی کو اپنے فن کی زندگی کا ایک حصہ سمجھ … اور اس زندگی کے چھوٹے بڑے مسئلوں کو سیاسی اور … ساری قومی اور سیاسی تحریکوں کا تانا بانا دیہات اور اس کی زندگی سے …"

پریم چند کے افسانوی سفر کا آخری دور ان کے افسانوں … دور ہے۔ آخری دور کے افسانوں میں پریم چند ایک منفرد اور ایک عظیم افسانہ نگار کی حیثیت سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس دور کے افسانے … آفاقی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ آخری … خوبیاں پیدا ہوگئی تھیں جو عمدہ، معیاری اور شاہکار افسانوں کا خاصہ … اصلاح کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ انسانی حقائق سے مسائل کو … نظریات کی پختگی اور ترویج کا دور ہے۔ اس دور کے افسانے فن اور … ہیں۔ اس دور میں ان کے چار مجموعے آخری تحفہ، زادِ راہ، دودھ کی قیمت … ہوئے۔ آخر الذکر دونوں مجموعوں کی اشاعت ان کی موت کے بعد ہوئی۔ پریم چند … انفرادیت اور اسلوب کا ہر کوئی معترف رہا ہے۔ ان کا انداز بیان بھی دلکش … جانے والا تھا۔ اس کی بہترین مثال ان کا آخری افسانہ کفن ہے۔ جس میں … نگاری کی فنی معراج کو پالیا۔ کفن میں قارئین نے ایک نئے پریم چند … افسانہ کا موضوع ان کے سابقہ افسانوں سے قدرے مختلف ہے … چمکتا نظر آتا ہے۔ کرداروں کا عکس بھی چند فقروں میں … کیفیات اور انسانی فطرت کی جھلک اس افسانہ میں … اپنے وجود کو منواتے ہوئے آگے بڑھتی جاتی ہے … پریم چند کا کمال فن ہے۔ کفن کے کردار … حامل نظر آتے ہیں۔ ان کی خود غرضی … نہیں ہیں بلکہ ان کرداروں کے … خصوصیت سے اس افسانہ میں محسوس کی جا سکتی ہے … ساتھ تکمیل پذیر ہوتا۔ جاری واقعات کی ترتیب اور کرداروں … پاتا۔ اس افسانہ کے کردار ابتدا سے انتہا تک ایک غیر مستقل پلاٹ میں حرکت کرتے …

ایک عمر رسیدہ شخص دولت اقبال سے بیاہ کر جوان عورت آشا کی شادی ہو جانا ایک تلخ حقیقت ہے۔ اس میں قدامت اور جدت کو ظاہر نہیں کیا گیا لیکن افسانے کے کردار [illegible] سے بغاوت کرتے ہوئے جس [illegible] کے سامنے اپنے جذبات سے مجبور ہو کر [illegible] ظاہر کر جاتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پریم چند کے معاشرتی [illegible] میں [illegible] کے لیے [illegible] افسانہ میں آشا کا اپنے [illegible] قائم کرنا پریم چند کے نزدیک ایک فطری عمل ہے۔ وہ اس رشتہ کے خلاف [illegible] نہیں کرتے۔ افسانہ نئی بیوی میں پریم چند [illegible] پرانے اقدار [illegible] ہے۔ وہ [illegible] کہ جس میں [illegible] جذبات [illegible] کی وجہ سے [illegible] مذمت قرار دیتے ہیں اس کے برعکس نئی بیوی میں وہ آشا کے جائز جنسانی رشتہ کو فطری ضرورت قرار دیتے ہیں۔ پریم چند کے مطابق اس افسانہ میں ایک عورت کے بنیادی حقوق غصب ہوئے ہیں لہٰذا اس کے قدم کو گناہ [illegible] فطری امر ہے وہ ایسے حالات میں عورت کی بے راہ روی کا ذمہ دار معاشرہ میں پھیلی بے جوڑ شادی جیسی برائی کو قرار دیتے ہیں۔ اس سے پریم چند کی عورت کی نفسیات سے واقفیت، عورت کے جذبات و احساسات کے تئیں حساسیت نیز عورتوں کے حقوق کی پاسداری کی حمایت جیسے کئی اہم پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔

پریم چند افسانے کے جدید رجحانات کو بڑی خوبی سے پیش کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ اسی لیے ان کے بیشتر افسانوں کے موضوعات، کردار، تخیل اور پلاٹ کی ترتیب نہیں جدیدیت کے اسلوب سے قریب تر کر دیتے ہیں۔ پریم چند کے افسانوی ادب کا مجموعی طور پر تجزیہ کرنے پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے افسانہ نگار ہیں جن کی ہمہ رنگ افسانہ نگاری [illegible] کو قرآن مطمئن اور مسرور کرتی ہے۔ فن کی نگارشات ہر طرح فن کے تئیں آب حیات فراہم کرتی ہے جو اردو کے جسم میں ہم ورد میں آفاقی اور حسن کرب سے جلوہ گر ہونے کے ساتھ گردش کرتی ہے۔

حواشی:

۱۔ تنقیدی زاویے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، مکتبہ اردو ادب لاہور ۱۹۵۱ (ص ۳۳۷)

۲۔ افسانہ اور اس کی ماہیت۔ احمد صدیق مجنوں، ایوان اشاعت گورکھپور ۱۹۳۵ (ص ۶)

۳۔ ادب کا تنقیدی مطالعہ۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی، نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۷۰ (ص ۴۹)

۴۔ اردو میں مختصر افسانہ نگاری کی تنقید۔ ڈاکٹر پروین اظہر، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۸۸ (ص ۴۱)

۵۔ ادب کا تنقیدی مطالعہ۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی، نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۷۰ (ص ۳۴۳)

۶۔ نیا افسانہ۔ سید وقار عظیم، [illegible] ۱۹۷۰ (ص ۳۲)

۷۔ پریم چند کے نمائندہ افسانے۔ ڈاکٹر قمر رئیس، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۹۶ (ص ۳۱)

ڈاکٹر آفاق عالم شیخ
صدر شعبہ اردو، آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج [illegible]

ایک سے زیادہ کہانی کا پہلو ہے۔ افسانہ کا یہ منظر نامہ اسے پریم چند کے دیگر افسانوں سے جدا کر دیتا ہے۔ جن انسانی رویوں کو پریم چند نے اپنا موضوع بنایا ہے وہ واضح طور پر سامنے نہیں آتے۔ کہانی میں رکھائے ہوئے مکالمے بھی موجود ہیں جو حالات کے ساتھ ساتھ اظہار کرتے ہیں۔ افسانہ کفن انسان کے ماحول کے ساتھ ساتھ اس کے اصلی جذبات اور کیفیات کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ یہ افسانہ کرداروں اور جس ماحول میں وہ رہتے ہیں ان لوگوں کی نفسیات کو پیش کرتا ہے۔ اس افسانہ میں حقیقت نگاری اور تخیل پرستی کا حسین امتزاج ہے۔ اس افسانہ کے اہم کردار گھیسو اور مادھو کے اکثر مکالمے نظریاتی احساسات اور زندگی کے تلخ تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔

"کیسا برا رواج ہے کہ جسے جیتے جی تن ڈھانکنے کو چیتھڑا بھی نہ ملے اسے مرنے پر نیا کفن چاہیے۔"

"کفن لاش کے ساتھ جل ہی تو جاتا ہے۔"

"مگر کیا کرتے ہے سکی پانچ روپے پہلے ملتے تو کچھ دوا دارو کرتے۔"

کفن کے پانچ روپے سے دونوں گوشت پوریاں کھاتے ہیں شراب پیتے ہیں اور مرنے والی کو دعائیں دیتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد ہی یہ عیش ملا۔ گویا ان کی زندگی کی بہت بڑی خواہش پوری ہوئی۔ نشے کی حالت میں گھیسو اپنے بیٹے کو تسلی دیتے ہوئے جواز پیش کرتا ہے

"کفن لگانے سے کیا ملتا ہے۔ جل ہی تو جاتا۔ کچھ بہو کے ساتھ تو نہ جاتا۔"

ع

جیسے اپنے اندر شدید کرب و اذیت کا احساس لیے ہیں۔ جس کے سہارے پریم چند سسکتے ہوئے عوام کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ سماج کی بے حسی اور کھوکھلے پن کو عیاں کرتے ہیں اور غیر شعوری طور پر یہ احساس بھی دلاتے ہیں کہ ہم رسم و رواج کے کتنے سخت بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ پریم چند نے اس افسانہ میں عصری حقائق کو بڑی مہارت سے پیش کیا ہے۔

پریم چند کے یہاں ہمیں دونوں رویے ملتے ہیں۔ ایک طرف سماج کی سچی اور گہری تصویریں، تو دوسری طرف تخیل کی رنگ آمیزی بھی ہے۔ پریم چند کے یہاں رومانیت کا تصور ایک ساتھ چلتے ہوئے ہے۔ جو زندگی کی تلخ حقیقتوں سے فرار نہیں کرتے۔ پریم چند نے اپنے افسانے مس پدما اور [illegible] بیوی میں اپنی روایتی ڈگر سے ہٹ کر تجربے کیے ہیں۔ افسانہ مس پدما میں پدما کا کردار ایک جدید معاشرہ کی نمائندگی کرتا ہے اس کی آزاد خیالی اور بے باکانہ روش [illegible] کی ترجمانی کرتی ہے۔ عدالت میں وکالت کی پریکٹس کے دوران اس کی دوستیاں [illegible] کلاس کے [illegible] کا گرویدہ ہو جانا ایک جدید ترین معاشرہ کا آئینہ ہے۔ [illegible] اس کے شوہر سے [illegible] کریں مسئلے کو [illegible] حل [illegible] کرتے ہو کہ اسی شیام لال کی [illegible] بن جاتی [illegible] [illegible] کا مطلب [illegible] آج کے جدید معاشرے کی ایک [illegible] پریم چند نے [illegible] پیش کیا ہے۔ [illegible] عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے داعی تھے اس کے باوجود وہ آزاد خیال نسواں کے ہم نوا [illegible] حد کو پار کرتی مس پدما کو افسانے کے کلائمکس تک آتے آتے قابل مذمت قرار دیتے ہیں۔ [illegible] افسانہ پریم چند کی روایت شکنی اور مستقبل کے حالات سے آگہی کی بہترین مثال ہے۔ افسانہ نئی بیوی میں کردار [illegible] ایک دوسرے سے [illegible] کی بے جوڑ شادی اپنے مدعا کی جانب [illegible] کردار اور سماج کی علامت کے طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔

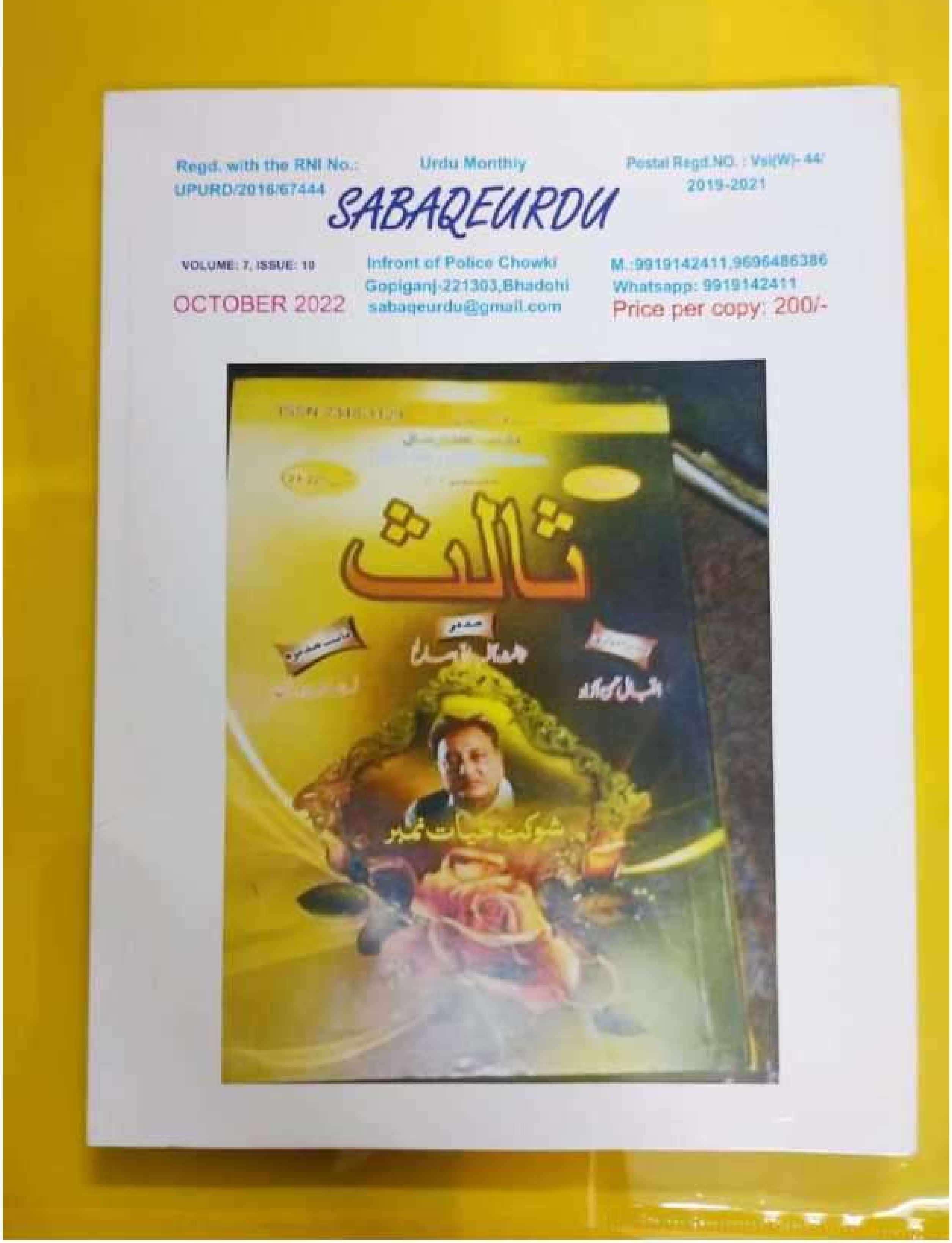
Regd. with the RNI No.:
UPURD/2016/67444
Urdu Monthly
SABAQEURDU
Postal Regd.NO. : Vsi(W)- 44/
2019-2021
VOLUME: 7, ISSUE: 10
OCTOBER 2022
Infront of Police Chowki
Gopiganj-221303,Bhadohi
sabaqeurdu@gmail.com
M.:9919142411,9696486386
Whatsapp: 9919142411
Price per copy: 200/-
ثالث
شوکت حیات نمبر

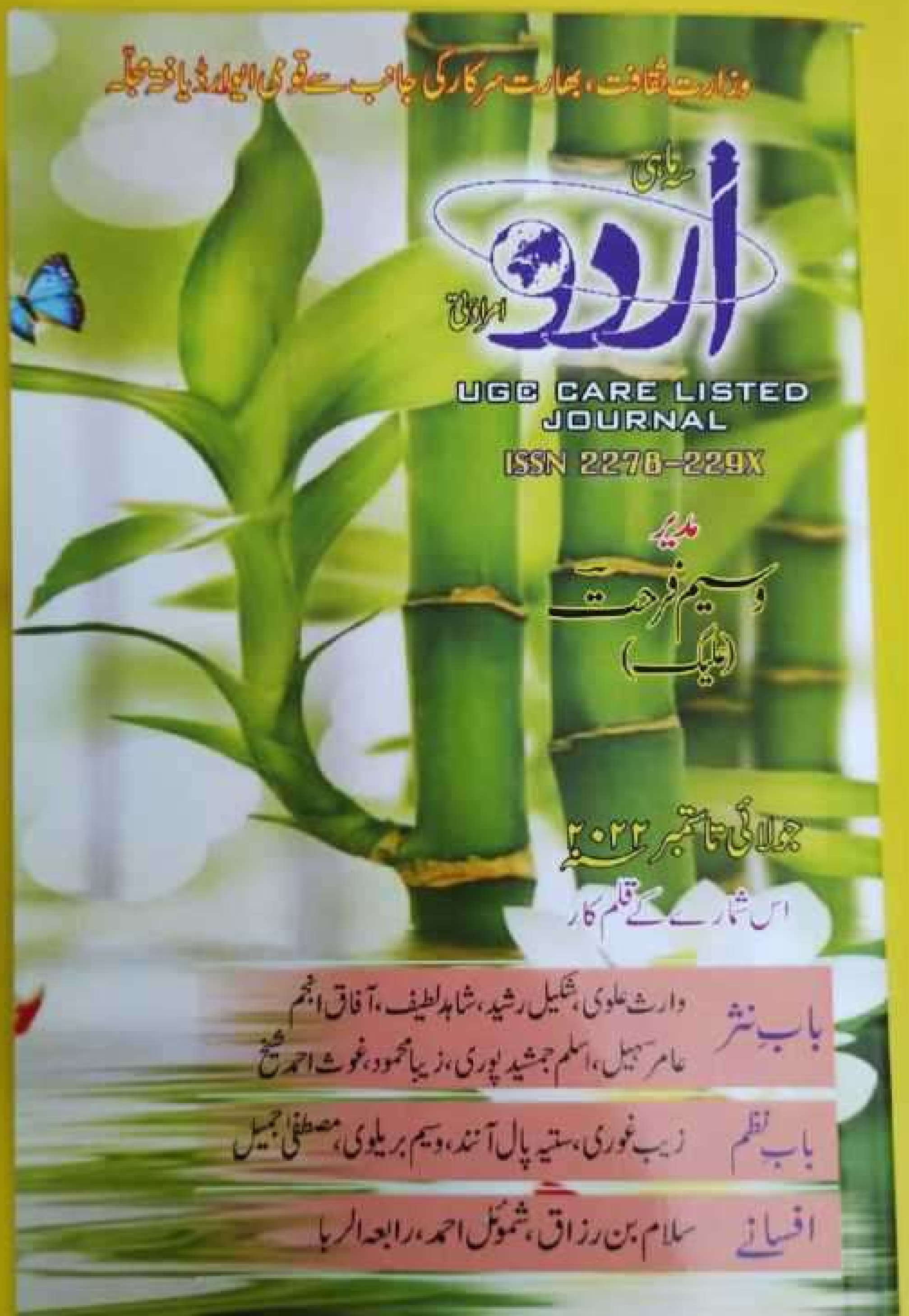
وزارت ثقافت، بھارت سرکار کی جانب سے قومی ایوارڈ یافتہ مجلہ
سہ ماہی
اردو
UGC CARE LISTED
JOURNAL
ISSN 2276-229X
مدیر
وسیم فرحت
(علیگ)
جولائی تا ستمبر ۲۰۲۲ء
اس شمارے کے قلم کار
باب نثر
وارث علوی، شکیل رشید، شاہد لطیف، آفاق انجم
عامر سہیل، اسلم جمشید پوری، زیبا محمود، غوث احمد شیخ
باب نظم
زیب غوری، ستیہ پال آنند، وسیم بریلوی، مصطفیٰ جمیل
افسانے
سلام بن رزاق، شموئل احمد، رابعہ الربا

UGC CARE LISTED JOURNAL

یو جی سی سے منظور شدہ جریدہ

خم خانۂ جاوید

عنوان	قلم کار	صفحہ نمبر
اداریہ	مدیر	5
مضامین		
۱۔ منور کی شاعری	وارث علوی	6
۲۔ فکرِ اقبال کی تفہیم	عامر سہیل (پاکستان)	19
۳۔ کوثر چاندپوری	آفاق انجم (جالگاؤں)	30
۴۔ چاند ہم سے باتیں کرتا ہے	اسلم جمشید پوری (میرٹھ)	36
۵۔ کوئی مشکل مگر کامل کیلئے مشکل نہیں	زیبا محمود (سلطانپور)	41
۶۔ عصمت کا فن	غوث احمد شیخ لال نبی (سولاپور)	51
● جامِ نو	زیب غوری، مصطفیٰ جمیل (بالاپور)	57 - 63
● بنتِ ماہتاب	ستیہ پال آنند (امریکہ)، وسیم بریلوی (بریلی)	64 - 69
● حدیثِ دل		
۱۔ لذتِ گریہ	سلام بن رزاق (بمبئی)	70
۲۔ سنگھاردان	شموئل احمد (پٹنہ)	79
۳۔ سویٹ ہارٹ	رابعہ الربا (پاکستان)	84
● سن تو سہی! جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا		
۱۔ تبصرہ: ساگر و لہریں	شکیل رشید (بمبئی)	89
۱۔ تبصرہ: ساگر و لہریں	شاہد لطیف (بمبئی)	91

آفاق انجم شیخ (جلگاؤں)

کوثر چاند پوری: ایک ہشت پہلو ادیب

ہر چند کہ تاریخ اپنے دامن میں ایسی شخصیات کو بڑے سلیقے سے محفوظ رکھتی ہے، جو کئی علمی شعبوں اور ادبی فنون میں بیک وقت دسترس رکھتی ہیں، اردو ادب کی ترقی و ترویج کے لیے کی گئیں اُن کی کوششیں نیز اُردو کی بقاء و فروغ کے لیے پیش کی گئیں اُن کی گراں قدر خدمات قرطاسِ ادب پر آبِ زر سے لکھی جاتی رہی ہیں۔ لیکن کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جو باوجود زود نویسی کے ناقدین کے ذہنوں سے محو ہو گئیں اور جن کے خد و خال کو وقت کی دبیز چادر نے دھندلا کر دیا۔ ایسی ہی فراموش کردہ شخصیات میں سے ایک نام جناب کوثر چاند پوری کا ہے، جو نہ صرف علم طب کے ماہر تھے بلکہ ادب کی کئی اصناف پر بیک وقت دسترس رکھتے تھے۔ ڈاکٹر مظفر حنفی لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

''کوثر چاند پوری کی زود نویسی بہت کم لکھنے والوں کے حصے میں آئی۔ ہمہ جہت فنکار تھے۔ اُن کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ۱۹۲۹ء میں چھپ گیا تھا۔ بعد ازاں تیرہ مجموعے اور شائع ہوئے۔ اُردو فکشن کے سرمائے میں اُنہوں نے سترہ ناولوں سے وقیع اضافہ کیا۔ بچوں کے لیے کہانیوں کی پچیس کتابیں لکھیں۔ تاریخ، سوانح، طب، انشائیے، رپورتاژ، طنز و مزاح، تنقید و تحقیق، رسالہ 'جادۂ' کی ادارت، نہ جانے کتنی مہمات میں اُن کے اشہبِ قلم نے اپنی جولانیاں کی ہیں۔ لیکن اُن کی اتنی وسیع قلمی و ادبی خدمات کا اعتراف ہماری تنقید نے اُس جوش خروش کے ساتھ نہیں کیا جیسا کہ کوثر چاند پوری کا حق تھا۔''

کسی شخصیت کی تشکیل میں جو عناصر کارفرما ہوتے ہیں اُن میں خاندان، تعلیم اور ماحول کو نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ہر انسان کی اخلاقی علمی و معاشرتی صورت کا قالب نسل و خاندان کی مٹی سے بنتا ہے۔ اُس کے عادات و خصائل، چال ڈھال اور طور طریق کی تشکیل میں خاندان کا ہاتھ واضح طور پر نظر آتا ہے۔ خاندان کی روایتی زندگی کے اثرات اُس کے خمیر میں رچ بس جاتے ہیں۔ کوثر چاند پوری نے جس خانوادے میں آنکھ کھولی وہ علم و ادب و علم طب سے منسوب تھا۔ اُن کے والد حکیم سید علی مظفر چاند پوری اور دادا حکیم سید منصور علی اپنے دور کے قابل اطبا میں شمار کیے جاتے تھے۔ والد اور دادا طبابت کے علاوہ شعر و ادب کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ 'کچھ ذائقہ جڑوں کا ثمر میں بھی آئے گا' کے مصداق

بی ذوق حکیم سید علی کوثر عرف کوثر چاند پوری کو ورثے میں ملا۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے مختلف حوالوں سے کوثر چاند پوری کا سال پیدائش ۱۹۰۵ء قرار دیا ہے۔ مالک رام نے "تذکرہ ماہ و سال" میں ۱۹۰۱ء درج کیا ہے۔ جب کہ نعیم کوثر نے سرکاری سروس بک کے مطابق موصوف کا سال پیدائش ۱۹۰۰ء تحریر کیا ہے۔ محققین کی اکثریت بھی ۸، اگست ۱۹۰۰ء پر اتفاق کرتی ہے۔

سید علی کوثر، چاند پور ضلع بجنور اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ اُن کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ سید یعقوب جازم سے ہندوستان وارد ہوئے اور جونپور کے بعد نہٹور ضلع بجنور میں آباد ہو گئے۔ رسالہ زیدیہ اور تاریخ وطیہ میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے کوثر نے اپنے والد حکیم علی مظفر کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا، جو ایک نامور حاذق طبیب تھے، شاعری بھی کرتے تھے، نثر لکھنے کا ذوق تھا، قصیدہ نگار بھی تھے۔ کوثر نے اس دور کی علمی شخصیات میاں جی عبدالعزیز اور منشی سلیم اللہ سے بھی فارسی کی تعلیم حاصل کی اور ان سے شیخ سعدی کی بوستان کی حکایات کو زبانی یاد کیا۔ اپنے والد اور اپنے دور کی معروف علمی ہستیوں کی صحبت میں معروف شعراء کے دواوین کا مطالعہ کیا۔ نتیجتاً شعر گوئی اُن کے مزاج میں پہنچ گئی۔ چونکہ اُن کا خانوادہ علم طب سے منسلک تھا اس لیے کوثر چاند پوری کو اُن کے بھائی کے ہمراہ ۱۹۱۳ء میں آصفیہ کالج بھوپال میں داخل کرا دیا گیا۔ کوثر بچپن ہی سے شرمیلی طبیعت کے واقع ہوئے تھے۔ دوران طالب علمی بھی وہ اپنے ہم جماعت طلباء سے الگ تھلگ ہی رہتے تھے۔ کالج میں اُن کے ہم وطن مولوی عبدالقیوم ابتدائی درجات کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اُن کی موجودگی کوثر چاند پوری کے لیے بڑی حوصلہ افزا ثابت ہوئی۔ مزاج میں شرمیلا پن ہونے کے باوجود کوثر صاحب علمی گفتگو اور مباحثوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ علمی مباحثوں کے علاوہ طلباء میں شعر و سخن کی محفلوں کا انعقاد بھی ہوا کرتا تھا۔ اُس زمانے میں اُردو کے معروف شاعر نیاز فتح پوری بھی بھوپال ہی میں سکونت پذیر تھے۔ لہٰذا کوثر چاند پوری نے اُن کی صحبت سے خوب استفادہ کیا۔ دوران تعلیم جب انہیں شاعری سے شغف ہوا تو مولانا نبیل احمد سہسوانی اور سیماب اکبرآبادی سے اصلاح لینے لگے۔ لیکن شعر گوئی کا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ شاعری کرتے کرتے اُن کا سابقہ اتفاقاً افسانے سے ہوا۔ ایک دن اُن کے ایک ساتھی عابد علی عابد کے افسانوں کا مجموعہ 'حجاب زندگی' کہیں سے لے آئے۔ اس مجموعہ کو کوثر صاحب نے بار بار پڑھا اور افسانے کی تکنیک اور فنی باریکیوں کو سمجھا۔ کئی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ پلاٹوں کو ذہن نشین کیا اور اس فن کو اپنانے کا تہیہ کر لیا۔ چونکہ طب کے طالب علم تھے، اس لیے زمانہ طالب علمی ہی میں افسانوی رنگ

میں طب پر مضامین لکھنے لگے۔ کوثر چاند پوری نے اپنے مضامین میں معاشرے کے سلگتے ہوئے موضوعات پر بھی قلم اٹھایا اور کسی ماہر معالج کی طرح ان مسائل کو موضوعِ تحریر بنا کر بطور علاج ان کا حل پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ پروفیسر نعمان خان کوثر چاند پوری کی افسانہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

''کوثر صاحب قصہ گوئی کے فن پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ وہ ادب برائے ادب کے قائل نہیں بلکہ ان کے ناولوں اور افسانوں میں حقیقی زندگی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے ایک ماہر نباض کی طرح سماجی مسائل کو موضوع بنا کر بطور علاج ان کا حل پیش کرنے کی سعی کی ہے۔'' ۲

کوثر چاند پوری اس زمانے میں طب سے متعلق رسائل 'الحکیم' لاہور، 'خادم الاطبا' لکھنؤ اور 'مصباح الحکمت' سہارنپور میں مضامین چھپوا کر رفقا، احباب اور اساتذہ سے دادِ تحسین حاصل کرنے لگے۔ بعد ازاں ان مضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ۱۹۲۲ء میں نیاز فتح پوری نے بھوپال سے 'نگار' جاری کیا اور کوثر چاند پوری کو طب سے متعلق ایک کتاب تبصرے کے لیے دی۔ اس طرح 'نگار' میں ان کا تبصرہ شائع ہوا۔ معیاری رسائل اور نثری کتب کے مطالعہ نے کوثر چاند پوری کو مضمون نگاری کی طرف مائل کیا۔ انہوں نے کئی انشائیے لکھے، جو 'نگار' لکھنؤ، 'نیرنگِ خیال' لاہور، 'ادبی دنیا'، 'شاہکار' اور ہفتہ وار 'ریاست' میں شائع ہوئے۔ اُن کا ایک انشائیہ بعنوان 'احسان' اُس زمانے میں کافی مقبول ہوا اور ڈاکٹر عبدالودود نے اُردو کے بہترین انشائیے میں اسے شامل کیا۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۶ء تک کوثر چاند پوری نے انشائیہ نگاری کو اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لئے موضوع پایا، لیکن میڈیکل آفیسر کی ملازمت کے سلسلے میں مضافات میں طویل قیام اور دیہات کے سرسبز و شاداب ماحول نے انہیں جلد ہی افسانہ نگاری کی طرف مائل کر دیا۔ کوثر چاند پوری کے ابتدائی افسانے رومانوی رنگ آمیزی کا نمونہ ہیں۔ اُن کا پہلا افسانہ 'گداز محبت' ۱۹۲۶ء میں ماہنامہ 'پیام ہستی' امرتسر میں شائع ہوا۔ کوثر چاند پوری کی زود نویسی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسی سال یعنی ۱۹۲۶ء میں اُن کے افسانوں کا پہلا مجموعہ 'دلگداز افسانے' مکتبہ جدید لاہور سے شائع ہوا۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں افسانے کے فنی لوازم کو بڑے سلیقے سے برتا ہے۔ کوثر چاند پوری کے افسانوں میں جزئیات نگاری اور زبان و بیان پر ان کی دسترس کا اعتراف کرتے ہوئے مظفر حنفی یوں رقمطراز ہیں۔۔۔۔۔

''زبان و بیان پر ان کی استادانہ گرفت، پھر نادر تشبیہات گڑھنے کی قدرت، منظر کشی کا

سلیقہ، جزئیات نگاری کا یہ کمال، سماج کے ہر اونچ نیچ کو دیکھتے رہنے والی نگاہ اور مدتوں کے فنی ریاض کی عطا کردہ یہ چابک دستی، کوثر چاند پوری کو ہمارے عہد کا اہم افسانہ نگار بنانے کے لیے کافی ہے۔'' ۳

گو کہ کوثر چاند پوری کے ابتدائی افسانوں پر رومان کا اثر غالب رہا لیکن ملک کے پُرآشوب حالات اور تحریک آزادی کی ہنگامہ خیزیوں سے وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ وہ دور تھا جب افسانہ اُردو ادب میں اپنے قدم جما رہا تھا۔ پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم جیسے ادیب راستہ ہموار کر رہے تھے نیز ترقی پسند تحریک کی آہٹ بھی سنائی دے رہی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ملک کا جمود و تعطل ہنگامہ خیزیوں اور سرگرمیوں سے بدل رہا تھا۔ ملک سیاسی و معاشی طور پر انتشار کا شکار تھا۔ جاگیرداروں اور زمینداروں کے ذریعے کسانوں کا استحصال ہو رہا تھا۔ سماج میں افلاس، تنگ دستی اور بدحالی پھیلی ہوئی تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر کوثر صاحب کا حساس دل تڑپ اُٹھا۔ اُنہوں نے اپنے افسانوں میں کسانوں کی زبوں حالی اور عوام کی مفلسی کو پیش کیا اور جاگیردارانہ اور زمیندارانہ نظام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اس طرح ایک حقیقت نگار مصنف کا جنم ہوا۔ کوثر چاند پوری پریم چند اور ان کے طرزِ تحریر سے بے حد متاثر نظر آتے ہیں۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کی بنیاد ۱۹۳۶ء میں رکھی گئی۔ جس کی اولین کانفرنس کی صدارت منشی پریم چند نے کی۔ پریم چند سے قلبی لگاؤ ہونے کی وجہ سے کوثر چاند پوری کو انجمن ترقی پسند مصنفین کے مقاصد سے وابستگی ہوئی۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

''اس تحریک کا اثر میں نے بہت احتیاط سے قبول کیا۔ نعرے نہیں لگائے۔ موضوعات کو شخصیت کا حصہ بنا کر فنی پابندیوں کے ساتھ افسانے لکھتا رہا۔ مقصدیت کو فن پر غالب نہیں ہونے دیا۔ میں کسی سیاسی جماعت کا ممبر نہیں بنا۔ ہر مذہب و ملت کے مظلوم افراد میری کہانیوں کے کرداروں میں شامل ہیں۔ تعصب اور تنگ نظری سے میں نے ہمیشہ احتراز کیا۔ میری عملی زندگی میں بھی یہ عناصر بھی داخل نہیں ہو سکے۔ ہر مذہب اور اس کی تعلیمات کا احترام کرتا رہا ہوں۔ اپنے وجود کو مشترک قومی دھارے کی ایک موج سمجھتا ہوں۔'' ۴

آزادی کے بعد کوثر چاند پوری کو افسر الاطبا کے باوقار عہدے پر فائز کیا گیا۔ اس عہدے کے ساتھ اُنھوں نے بڑا انصاف کیا۔ شفاخانوں میں نظم و نسق قائم کیا، مناسب دواؤں کا بندوبست کیا اور اطبا میں بے لوث خدمت کا جذبہ پیدا کیا۔ بحیثیت میڈیکل آفیسر اُنہوں نے مریضوں کی بہت خدمت کی۔ ۱۹۵۵ء میں اس عہدے سے سبکدوش ہو کر اُنہوں نے بھوپال میں اپنا نجی مطب 'کوثر صحت' کے نام سے قائم کیا۔ لیکن جب ۱۹۶۲ء میں حکیم عبدالحمید صاحب نے دہلی میں 'ہمدرد نرسنگ ہوم' قائم کیا اور

کوثر صاحب کو لکھا کہ 'فن کو آپ کی ضرورت ہے۔' تو اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے بھوپال کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ کر دہلی چلے آئے اور یہیں کے ہو کر رہے۔ کوثر چاند پوری ادب کے ساتھ ساتھ صحافت سے بھی منسلک رہے۔ موصوف لاہور کے معروف طبی رسالہ 'الحکیم' کے نائب مدیر رہے۔ قبل ازیں صبا لکھنوی کے ساتھ 'افکار' کی ادارت میں شامل رہے۔ اُنہوں نے جون ۱۹۴۳ء میں ایک ادبی رسالہ 'جادہ' کا اجراء کیا اور ادبی صحافت کو ایک معیاری مقام عطا کیا۔ ایک حاذق طبیب ہونے کے ناطے اس فن میں اُن کا مطالعہ کافی وسیع تھا۔ اُنہوں نے فنِ طب کی معلومات میں اضافے کے لئے جالینوس، بوعلی سینا، رازی اور دیگر تاریخ ساز حکماء اور اُن کے طریقۂ علاج کا بغور مطالعہ کیا اور تحقیق و علم کی جستجو میں خود کو اس قدر غرق کر دیا کہ طب پر نو یادگار کتابیں تصنیف کر ڈالیں، جنہیں مختلف اداروں نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ کوثر صاحب ایک مخلص اور بے لوث طبیب تھے۔ اُنہوں نے اس فن کو خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ڈاکٹر نازنین خان لکھتی ہیں۔۔۔۔۔

"کوثر صاحب نے طب کو از ابتدا تا دمِ آخر میں ایک فن کی حیثیت سے اختیار کیا اور اسے پیشہ ورانہ شکل میں کبھی نہیں دیکھا۔ اُن کا اعتقاد تھا کہ شفا من جانب اللہ ہے اور دستِ شفا بے لوثی اور بے نفسی کا نتیجہ ہوتا ہے۔" ۵

کوثر چاند پوری ہشت پہلو ادیب تھے۔ افسانہ نگاری اور ناول نگاری کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے فنِ تنقید نگاری، رپورتاژ نگاری، طنز و مزاح نگاری اور فنِ سوانح نگاری میں بھی اپنے قلم کے جوہر دکھلائے ہیں۔ ان کے کل چودہ افسانوی مجموعے اور سترہ ناول منظرِ عام پر آئے۔ ۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۳ء طنز و مزاح پر کل پانچ کتابیں 'مسکراہٹیں'، 'خندۂ دل'، 'موجِ کوثر'، 'شیخ جی' اور 'نوک جھونک' شائع ہوگئیں۔ سوانح پر اُن کی چار تصانیف 'بیرم خان ترکمان'، 'اطبائے عہدِ مغلیہ'، 'حکیم اجمل خان' اور 'جامِ جم' شائع ہوگئیں۔ تحقیق و تنقید پر اُن کی پانچ کتابیں نیز انشائیے اور رپورتاژ کی دو کتابیں شائع ہوگئیں۔ اس ہشت پہلو ادیب نے اپنے اس طویل ادبی سفر میں بچوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا، ان کے لئے بھی بڑی دلچسپ اور مفید کتابیں لکھیں اور کل پچیس کتابیں لکھ کر ادبِ اطفال میں گرانقدر اضافہ کیا۔ کوثر چاند پوری کو مختلف اکادمیوں، انجمنوں، سرکاری و نیم سرکاری نیز غیر سرکاری اداروں کی جانب سے کئی اعزازات و انعامات سے نوازا گیا۔ دسمبر ۱۹۸۶ء میں اُردو اکادمی دہلی نے 'ایک شام کوثر چاند پوری کے نام' سے منسوب کر کے اس ہمہ جہت ادیب کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا۔

کوثر چاند پوری جیسے ذو فنون مصنف کی ادبی خدمات کا احاطہ اس مختصر مضمون میں کرنا ممکن

نہیں۔ اُنہوں نے لکھا اور خوب لکھا۔ اُردو ادب کی تقریباً تمام ہی اصناف پر طبع آزمائی کی۔ متنوع موضوعات پر اپنے قلم کی جولانیاں دکھلائیں۔ لیکن افسوس کہ ناقدین نے اُن کی قلمی وادبی خدمات کا اعتراف اس کشادہ دلی سے نہیں کیا جس کے وہ حقدار تھے۔ وہ فطرتاً سادہ لوح اور قناعت پسند انسان تھے۔ زندگی بھر ہوس اور طمع سے دور رہے، یہی سبب رہا کہ وہ اپنا ذاتی مکان تک نہ بنا سکے۔ اُن کے آخری ایام سخت آزمائشوں سے پُر رہے۔ نواسے ارشد الیاس کا کم عمری میں انتقال، اسی سال بیٹی صالحہ ظفر کی وفات نیز رفیق حیات فاطمہ بیگم کی رحلت جیسے صدمات نے انہیں دل شکستہ کر دیا، اُن کی یادداشت متاثر ہوگئی اور وہ خاموش رہنے لگے۔ بالآخر مختصری علالت کے بعد اپنے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید حلیم کوثر کے مکان پر ۱۳، جون ۱۹۹۰ء کی شام کو ایک ہشت پہلو ادیب جس نے تین نسلوں کی علمی، ادبی اور ذہنی تربیت میں حصہ لیا تھا اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر مظفر حنفی۔ باتیں کوثر صاحب کی۔ مشمولہ: وقارِ علم و حکمت۔ مرتب: ڈاکٹر نازنین خان۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، دہلی۔ ۲۰۱۳ء (ص ۱۹)

۲۔ ڈاکٹر محمد نعمان خان۔ بھوپال میں اردو، انضمام کے بعد۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ ۲۰۰۶ء (ص ۱۴۲)

۳۔ پروفیسر مظفر حنفی۔ حکیم کوثر چاند پوری کے مختصر افسانے۔ مشمولہ: طب یونانی اور اُردو زبان و ادب۔ مرتب: پروفیسر الطاف احمد اعظمی۔ جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔ ۲۰۰۳ء (ص ۱۰۶)

۴۔ کوثر چاند پوری۔ خودنوشت سوانح۔ مشمولہ: آجکل اور غبارِ کارواں۔ مرتب: محبوب الرحمن فاروقی۔ پبلیکیشنز ڈویژن، نئی دہلی۔ ۲۰۰۰ء (ص ۲۹۹)

۵۔ ڈاکٹر نازنین خان۔ وقارِ علم و حکمت۔ کوثر چاند پوری۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ ۲۰۱۳ء (ص ۱۹۷۔۱۹۸)

□□□

NATIONAL AWARD WINNER FOR 'BEST JOURNAL' FROM UNION MINISTRY OF CULTURE GOI

UGC CARE LISTED JOURNAL

RNI REG.NO.MAHURD/2013/48206 POSTAL REGD NO.AMT/RNP/315/2021-2023

SEAMAHEE اردو ISSN 2278-229X

Editor: Waseem Farhat(Alig) Mob.9370222321 VOL: XI ISSUE: III

"Adabistan", Near Wahed Khan Urdu D.Ed.College, Walgaon Road, Amravati -444601 (M.S.)

میر، غالب و اقبال کے بعد موضوع و ہیتی ندرت کے لحاظ سے
سب سے انوکھا شاعر
اردو شاعری کو روایتی قصیدہ خوانی اور
عورت زدگی سے آزاد کرنے والا اولین شاعر
جس کی بلند قامتی، جس کی بے بہا عظمت کا ایک زمانہ معترف
وجودی شاعری کے ذریعے اردو ادب کو قطعی سمت بخشنے والا پہلا شاعر
اپنے زمانے کا سب سے زیادہ معتوب، مظلوم شاعر
جس کی شاعری کسی جنگ و جدل کی روداد کا عنوان بن سکتی ہے

ابو المعانی، امام الغزل میرزا یگانہ چنگیزی
کی مطبوعہ غیر مطبوعہ شاعری کا بیش قیمتی خزانہ

کلیاتِ یگانہ

تحقیق، تدوین، تقدیم
وسیم فرحت (علیگ)

ایک انوکھی شان سے پہلی مرتبہ شائقین یگانہ کے لیے
وسیم فرحت کی ان تھک محنت کا ثمرہ

صفحات: 400 قیمت: 400 روپے

جلد اپنی کاپی محفوظ کریں

URDU PUBLICATIONS
"AdabistaN", Near Wahid Khan Urdu D.Ed College,
Walgaon Road, AMRAVATI-444601 (Maharashtra)
Mobile : 09370222321 / 07020484735
E-mail: wkfarhat@gmail.com

Printed by Shahnawaz Khan Sarfraz Khan, Published & Owned by Waseem Farhat Khalil Farhat and Printed at Kalli Press, Moonlight Complex, Chandni Chowk, Amravati 444 601, and Published at "Adabistan", Near Wahed Khan Urdu D.Ed.College, Walgaon Road, Amravati -444601 Editor : Waseem Farhat Khalil Farhat

Peer Reviewed
Referred and
UGC Listed Journal
(Journal No. 47026)

ISSN 2319 - 359X
AN INTERNATIONAL MULTIDISCIPLINARY
HALF YEARLY RESEARCH JOURNAL

IDEAL

Volume - XI, Issue - II, March - August - 2023
English Part - I

Impact Factor / Indexing
2023 - 7.537
www.sjifactor.com

AJANTA PRAKASHAN

Scanned with OKEN Scanner

ISSN 2319 - 359X
AN INTERNATIONAL MULTIDISCIPLINARY
HALF YEARLY RESEARCH JOURNAL

IDEAL

Volume - XI Issue - II March - August - 2023

ENGLISH PART - I

Peer Reviewed Refereed and
UGC Listed Journal No. 47026

Single Blind Review/Double Blind Review

IMPACT FACTOR / INDEXING
2023 - 7.537
www.sjifactor.com

❖ EDITOR ❖

Assit. Prof. Vinay Shankarrao Hatole
M.Sc (Math's), M.B.A. (Mkt), M.B.A (H.R),
M.Drama (Acting), M.Drama (Prod & Dirt), M.Ed.

❖ PUBLISHED BY ❖

Ajanta Prakashan
Aurangabad. (M.S.)

Scanned with OKEN Scanner

VOLUME - XI, ISSUE - II - MARCH - AUGUST - 2023
IDEAL - ISSN - 2319 - 359X - IMPACT FACTOR - 7.537 (www.sjifactor.com)

CONTENTS OF ENGLISH PART - I

S. No.	Title & Author	Page No.
1	A Study of the Awareness About the Use of Whatsapp in Teaching Among Student Teacher **Dr. Rakesh Ashok Ramraje**	1-4
2	Impact on Job Opportunities of Covid-19 **Prof. Dr. Mahavir N. Sadavarte**	5-10
3	Constructing Generating Sets of Different Lengths of the Module Z(Z) by Using Linear Diophantine Equations **Dr. B. S. Satpute**	11-14
4	A Study of Speech Acts in Amitav Ghosh's Sea of Poppies **Mr. Bhagwat C. Patil** **Dr. Jagdish S. Patil**	15-24
5	'Academic and Emotional Effects of Social Media on 10th Standard Students' A Study **Dr. Priyanka Prafulla Subhedar**	25-29
6	To Analyse the Job Satisfaction of Male and Female Employees Working in Private Sector Industries in Nagpur City **Nilesh R. Kakkad** **Dr. Suresh A. Bhagwat**	30-35
7	Development and Effectiveness of Bullyng Prevention Programme for Secondary School Students **Mrs. Aarti S Ware** **Dr. Chetan U Chavan**	36-44
8	Development of Robust Face Recognition System using Transfer Learning and Fine Tuning **Manisha O. Sharma** **Vaibhav M. Pathak**	45-51

Scanned with OKEN Scanner

4. A Study of Speech Acts in Amitav Ghosh's *Sea of Poppies*

Mr. Bhagwat C. Patil
Research Scholar, Assistant Professor (English), JDMVP's Arts, Commerce and Science College, Jalgaon, Dist.- Jalgaon. (M.S.)
Dr. Jagdish S. Patil
Research Guide, Professor & Head (English), Dhanaji Nana Mahavidyalaya, Faizpur, Dist.- Jalgaon (M.S.)

Abstract

Researchers' interest in the study of speech acts in literature, particularly novels, has grown recently. The 1962 publication of *How to Do Things with Words* by John Langshaw Austin and the subsequent systematisation of his "Speech Acts" theory by John Rogers Searle in his book *Speech Acts: An Essay in the Philosophy of Language* (1969) marked a turning point in this area. Although the novel is a fictional story, it has some conversational passages. In a novel, the characters communicate themselves through a series of dialogues or a series of conversations. These conversational passages from the novel could be interpreted using the speech theory in a methodical way. The present research article aims at studying Searle's theory of Speech Acts in context of selected conversational passages and a set of dialogues from Amitav Ghosh's novel *Sea of Poppies*. The article's first section presents the theoretical foundation of the concept of "Speech Acts," as propounded by Austin (1962) and that further expanded by Searle (1969). In the second section, certain conversational passages from Amitav Ghosh's *Sea of Poppies* are analysed utilising the theoretical insights from Searle's concept of "Speech Acts," which encompasses five different speech acts: Declaratives, Representatives, Expressives, Directives, and Commissives. The article aims to highlight how the reader's understanding of the characters' interactions in the light of the theory of "Speech Acts" can be classified.

Key words: Speech Acts; Locutionary Acts; Illocutionary Acts; Perlocutionary Acts; Felicity Conditions.

Introduction

Since the late 1970s and the early 1980s, pragmatics and discourse analysis have grown and developed. It has provided a wide range of perspective to analyse and to investigate the meanings of utterances in literary texts. Speech acts theory is one of such perspectives which was developed by the British philosopher Austin in his book *How to Do Things with Words*. Austin

Scanned with OKEN Scanner

aimed to shed light on how "the uses of language which, either directly or indirectly, commit the user recipient to a particular action" can be accomplished (Carter & Nash 33) in his book Speech Acts: An Essay in the Philosophy of Language. Austin's student, American philosopher Searle, further modified, systematised, and advanced Austin's notion of Speech Acts.

The present research article aims at studying Searle's theory of Speech Acts in context of selected conversational passages and a set of dialogues from Amitav Ghosh's *Sea of Poppies*. The article's first section presents the theoretical foundation of the concept of "Speech Acts," as propounded by Austin (1962) and that further expanded by Searle (1969). In the second section, certain conversational passages from Amitav Ghosh's Sea of Poppies are analysed utilising the theoretical insights from Searle's concept of "Speech Acts," which encompasses five different speech acts: Declaratives, Representatives, Expressives, Directives, and Commissives. The article aims to highlight how the reader's understanding of the characters' speech could be classified in the light of the theory of "Speech Acts."

Speech acts Theory

Austin covers the notion of speech acts in his path-breaking book *How to Do Things with Words*. This book describes how language is used in connection to the context, the speaker's attitude, and its impact on the listener (Lowe 130). Understanding the intent behind statements and the effects of such utterances is greatly influenced by these factors. Austin refers to speech acts as the activities involved in speaking (Cutting 16). Beginning with the distinction between two categories of utterances, constatives (Austin 3) and performatives (Austin 6), he goes on to describe the idea of Speech Acts. According to Austin, a performative is an expression that uses a particular kind of verb—a performative verb—to carry out an action (Austin 6). In other words, when someone uses a performative, they are not simply speaking something but also acting on it (Wardhaugh 283). For instance, when someone says, "I name this ship Queen Elizabeth," they aren't just stating what they are doing; they are actually doing it. The world has altered as a result of what the speaker did since the ship has been given a name ever since. The verb in the aforementioned example is a performative verb, which realises a specific action. In a given context, the verb designates the activity.

Performatives need the right words at the right situations (Austin 8). Since performative verbs can only collocate with the adverb "hereby," Austin develops a "hereby test" to determine whether a statement is performative or not. Thus, it is not strange to say "I hereby name this ship Queen Elizabeth." The phrase "I hereby believe in God" is strange, though, as "believe" is not a performative verb. Austin refers to these statements as "constatives" (Austin 3). Constatives are claims or statements that define truth and falsehood. Constatives are dependent on facts and may

Scanned with OKEN Scanner

only be evaluated in the light of those facts. Constatives are sentences that appear to be used more often for speaking than for doing (Austin 3). They therefore support truth-falsehood values. Austin distinguishes between constatives and performatives. Constative statements can be judged as true or false, while performative statements are neither true nor wrong; they only carry out the action they refer to (Austin 9). Therefore, statements like "I believe in God" and "I go to college every day" are constatives since they may be evaluated as either true or untrue.

Then, Austin continues by pointing out that, despite the fact that performatives cannot be judged in terms of truth or falsity, they can still go wrong or be "infelicitous" (Austin 14). Austin offers what he refers to as "felicity conditions," which performers must achieve in order to succeed or be "happy" (Austin 14). Felicity prerequisites are the requirements to be fulfilled for an action to be considered appropriately or felicitously carried out in the context in which it is performed (Cutting 18). The felicitous circumstances, Austin proposes are as follows:

a) There must be an accepted conventional procedure having a certain conventional effect. That procedure must include the utterance of a certain word by certain person in certain circumstances.

b) The particular persons and circumstances in a given case must be appropriate for the invocation of the particular procedure invoked.

c) The procedure must be executed by all participants both correctly and completely.

d) Where, as often, the procedure is designed for use by persons having certain thoughts or feelings, or for the inauguration of certain consequential conduct on the part of any participant, then a person participating in and so invoking the procedure must intend so to conduct themselves, and further must actually so conduct themselves subsequently (Austin 14-15).

Further, Austin recognises that the categories of performatives and constatives are insufficient, so in an effort to replace them with a general theory of Speech Acts, he "isolates three basic senses in which in saying something one is doing something, and hence three kinds of acts that are simultaneously performed" (Levinson 236). Austin claims that there are three different levels at which the action that results in the production of an utterance can be examined (Cutting 16).

1) The locutionary act: the locutionary act is the fundamental act of speaking (Yule 48). It is the performance of an utterance. This is essentially equivalent to saying a specific sentence with a specific sense and reference (Cutting 16). For example, In the sentence, 'Mr. A said to me to Slap her!' the locutionary force can be described as the act of slapping someone.

Scanned with OKEN Scanner

2) The illocutionary act: The second act is the illocutionary act. The phrase "illocutionary act" describes the use of a sentence to convey an attitude with a particular function or "force," also known as an illocutionary force. The way that they contain a sense of urgency and make an appeal to the speaker's purpose and direction sets them apart from locutionary acts. It refers to what is done in uttering the words, the function of the words and the specific purpose that the speaker has in mind. It takes place in issuing an advice, a command, a request, etc. (Cutting 16). To explain further, the man who witnessed the above locutionary act might describe the accompanied illocutionary act as X urged, advised or ordered him/her to slap her.

3) The perlocutionary act: The perlocutionary act is the third act. The effects of the utterance on the listener, or the shift in the listener's attitude or behaviour as a result of producing locutions and illocutions, are what it refers to (Cutting 16). So, continuing with the aforementioned example, the same man who saw the two earlier behaviours may have described the subsequent utterance as X having convinced him/her to smack her.

Beyond Austin's initial research, Searle expanded the theory of Speech Acts. Although Searle, like Austin, is primarily focused on what the speaker does rather than the hearer, his contribution enables us to transfer our attention from the speaker's intentions to the process by which the hearer interprets the speaker's intention (Lowe 136). Declaratives, Representatives, Expressives, Directives, and Commissives are the five types of speech acts identified by Searle (Cutting 16). These are explained as follows.

1) Declaratives: These are words and expressions that change the world by their very utterance. In declarations, the speaker alters the external status or condition of an object or situation only by making the utterance (Cutting 16-17). For instance, the sentence, "I hereby pronounce you husband and wife", turns two singles into a married couple (Cutting 17).

2) Representatives: Representatives are such utterances which commit the hearer to the truth of the expressed proposition. It is an illocutionary act which states the facts. The class involves asserting, concluding, affirming, believing, concluding, denying, reporting, etc. (Cutting 17).

3) Commissives: Commissives commit the speaker to some future course of action. The class involves promising, offering, guarantee, pledging, swearing, vowing, undertaking, warrant, etc. (Cutting 17).

Scanned with OKEN Scanner

4) Directives: Directives are attempts by the speaker to get the addressee to do something. It is an illocutionary force that gets things done by the addressee. The class involves ordering, requesting, asking, begging, challenging, commanding, daring, inviting, insisting, etc. (Cutting 17).

5) Expressives: Expressives are the words which state what the speaker feels. The class involves thanking, congratulating, apologizing, appreciating, deploring, detesting, regretting, thanking, welcoming, etc. (Cutting 17).

Additionally, Searle changed the felicity conditions that Austin had previously introduced. According to Searle, there are five main categories of felicity circumstances: general conditions, content conditions, preparatory conditions, sincerity conditions, and essential conditions (57-62).

1) General Conditions: In general conditions, the participant should know the importance of language used and he/she should be serious about it and should not be nonsensical towards it. For instance, participants must share knowledge of the language and must be serious while communicating (Lowe 136).

2) Content Conditions: Content conditions concern the appropriate content of an utterance (Lowe 137).

3) Preparatory Conditions: Preparatory conditions include the status or authority of the speaker to perform the speech act, the situation of other parties and so on (Lowe 137).

4) Sincerity Conditions: The speaker should genuinely intend to fulfil the future action. There are some speech acts such as taking an oath where this sincerity is determined by the presence of witnesses (Lowe 137).

5) Essential Conditions: It must be possible for the speaker to carry out the future action as per the utterance (Lowe 137).

A Study of Speech Acts in Amitav Ghosh' Sea of Poppies

The discussion of the above "Speech Acts" theory is used in this section of the article to analyse a few conversational passages from Amitav Ghosh's novel *Sea of Poppies* (2008). In *Sea of Poppies* Amitav Ghosh tells the interconnecting tales of a number of characters who find themselves aboard the Ibis, a former slave ship, in the early 19th century. The main protagonists are on board the ship while engaging in varied degrees of deception and in a variety of more or less ideal settings. The story, which is set just before the First Opium War, centres on issues of imperialism and colonialism against a backdrop of drug trafficking and human trafficking committed by the British in India and (though mainly invisible) China. *River of Smoke* (2011)

Scanned with OKEN Scanner

and *Flood of Fire* are the next two books in the Ibis trilogy that follow this one (2015). The 2008 Man Booker Prize shortlist included *Sea of Poppies*.

Part 1 begins when Deeti is working on her poppies farm, she has a vision of Ibis. When Deeti's opium-addicted husband passes away, she resolves to commit suicide by burning herself alive on a window pyre out of fear for her options and the fact that her family is one of the most influential in the area. She is saved at the last second by Kalua, a low caste ox-cart driver, and the two depart together. Meanwhile, Zachary Reid, who embarks on his first journey with the Ibis in Baltimore, is the only surviving member of the original crew and the acting captain when they arrive in Calcutta. Serang Ali takes him under his wing. A Muslim boatman named Jodu visits Paulette, with whom he spent his formative years, in Calcutta. When the Ibis smashes his boat, though, Jodu asks Paulette to ask Zachary to secure work for him on the ship. The Raja of Raskhali, Neel Halder, also meets with Benjamin Burnham to settle debts after observing the Ibis' arrival. He is brought up on inflated forgery allegations by Burnham when he rejects Burnham's request to cede his properties for one last time.

Deeti and Kalua proceed downstream in Part 2 while attempting to hide as much as they can. They eventually reach Chhapra, but when they encounter Bhyro Singh and learn that they are being sought after, they decide to register as indentured slaves in Mauritius in order to flee. In the meantime, Zachary starts to integrate himself into Calcutta's gentlemanly culture. Burnham and the other crew members warm up to him, but the ship's first mate dislikes him almost right away and almost murders him at the end of the section. Despite the rest of the crew initially disliking Jodu since he is a freshwater boatman, he manages to become accustomed to the ship and win their respect. When Zachary declines to let her board the ship, Paulette and Baboo Nob Kissin come up with a scheme to be carried on board while disguising themselves as Bengali women and travelling for an arranged marriage. Paulette knows that she must leave Calcutta and the Burnhams. Neel is given a 7-year prison sentence in Mauritius and loses his farm. He is taken to jail to wait for his release, when he meets Ah Fatt, an opium addict who will also be taken there.

As the several narratives come together in Part 3, the action is virtually exclusively on the water. Upon boarding, Deeti and Kalua learn that Bhyro Singh is on board. They manage to avoid him for the majority of the voyage, or so they believe, but learn near the conclusion that he is aware of their presence on board. Even though Kalua is able to save Deeti, one of Bhyro's guards drowns in the process, and Kalua is accused of murder. He then starts to wreak his revenge on Deeti. Chillingworth sentences Kalua to death after he escapes from his chains and kills Bhyro while being flogged for the separate offence of saving Deeti in Ghazipur.

Scanned with OKEN Scanner

While this is going on, Zachary starts to settle into his second mate position and frequently fights with Crowle. Zachary learns via a chat that Serang Ali was a pirate. Ali is confronted by Zachary and offers to vanish in Port Louis. When Crowle learns of Zachary's ethnicity, he tries to use blackmail to get him to mutiny, but Zachary refuses. Following Jodu's infatuation with Munia, one of the immigrant women, Bhyro Singh beats him badly. Paulette, in contrast, unintentionally discloses herself to Jodu before purposefully doing so to Zachary after learning about his race and believing that he is the only one on the ship who might be able to comprehend her own various identities. As Neel and Ah Fatt become closer, Crowle interferes by persuading Ah Fatt to pee on Neel in exchange for what he thinks is opium.

Ah Fatt sneaks in and murders Crowle in retaliation for his deeds as Zachary and Crowle quarrel in the final chapter. Serang Ali, Jodu, Kalua, Neel, and Ah Fatt vanish in a stolen longboat headed for Singapore just as Zachary emerges from the water. There are three people on deck: Baboo Nob Kissin, Paulette, and Deeti, the last of whom he is familiar with despite having never met her.

It would be fascinating to examine how the various characters employ various speech acts in their dialogue because the story features a wide variety of individuals engaged in strong conflictual circumstances.

Conversational Passage One

> Deeti and her daughter were eating their midday meal when Chandan Singh stopped his oxcart at their door. Kabutri-ki-má! he shouted. Listen: Hukam Singh has passed out, at the factory. They said you should go there and bring him home... . A chill crept up Deeti's neck as she absorbed this: it was not that the news itself was totally unexpected (Amitav Ghosh 27).

The above conversational lines comprise the declarative speech act. Here when Deeti and her daughter Kabutri were finishing their household chores, Chandan Singh stopped his ox-cart there before Deeti's home. Chandan Singh conveyed that Deeti's Husband Hukam Singh is no more. He passed away when he was working in factory. Chandan Singh advised mother and daughter to bring the dead body from factory. In this discourse, the speaker performs the declarative speech act. His words and expressions change the world of listener Deeti. The speaker alters the life situation only by making the utterance 'Hukam Singh has passed out, at the factory'. This life changing declarative speech act of Chandan Singh shocked both mother and daughter as they realised that their life is not same as earlier. It is also noticed that the utterance followed the three out of five felicity circumstances given by Searle, i.e., general conditions, content conditions, preparatory conditions, sincerity conditions, and essential conditions. In

Scanned with OKEN Scanner

general conditions, Chandan Singh know the importance of language used and he is serious about it and is not nonsensical towards it. In Content conditions Chandan Singh utters the appropriate content. He follows preparatory Conditions while conveying message as he is a co-worker of diseased person. In this speech act sincerity conditions is not followed as the speaker did not genuinely intend to fulfil the future action of helping Deeti. The speaker also lacks essential conditions of not carrying out the action as per the utterance.

Conversational Passage Two

> …Neel summoned his personal bearer, a tall, turbaned Benarasi called Parimal.
> 'Take a dinghy and row over to that ship', he said. 'Ask the serangs who the ship belongs to and how many officers are on board.'
> Huzoor.
> With a gesture of acknowledgement, Parimal retreated down the ladder …
> Parimal returned to report that the ship belonged to Burnham-sahib, of Calcutta.
> How many officers on board? Neel inquired.
> Of hat-wearing topi-walas there are just two, said Parimal. And who are they – the two sahibs? One of them is a Mr Reid, from Number-Two-England, said Parimal. The other is a pilot from Calcutta, Doughty-sahib. (Amitav Ghosh 42).

In this second conversational passage, representative speech act is used by the speaker Piramal who brings the factual information that is asked by his master Neel and reports it. Neel is Zamindar who observed a ship 'Ibis' anchored at port, so he sends his servant Piramal to find out the information regarding ship. Returning to Zamindar, Piramal performs representative speech act through asserting the truth of expressions i.e. the facts he collected. When Piramal returned to Zamidar Neel, he didn't speak of other things but he only informs Zamidar that on the ships, there are only two sahibs. The speaker provides information that is a part of representative speech acts.

Conversational Passage Three

> Mr Burnham took a cheroot from his waistcoat and tapped it on his thumb.
> 'But if you don't mind, Raja Neel Rattan, I would like to have a few words with you in private.' Neel could think of no way to refuse this request.
> 'Certainly, Mr Burnham. Shall we proceed to the upper deck? There some privacy should certainly be available.' (Amitav Ghosh 121).

Scanned with OKEN Scanner

The above conversation is a fine example directive speech act where the speaker is Mr Burnham who wants to share some private information with the listener, Neel so he requests Neel to have some privacy. Neel also uses directive speech act and ask the Mr Burnham to proceed to the upper desk of ship in a polite way. Here Neel uses the direct speech act when he says, 'Shall we proceed to the upper deck?'. In directive speech act, the speaker intends to use the verb like request, command, order, ask invite etc.

Conversational Passage Four

> When he came back, there was something hidden in the folds of his *sarong*. Shutting the door behind him, he undid his waist knot and handed Zachary a shining silver watch…
>
> 'I can't take this from you, Serang Ali.'
>
> 'Is all right, Zikri Malum,' said the serang…
>
> Zachary was c. 'Thank you, Serang Ali. Ain nobody never gave me nothin like this before.' (Amitav Ghosh 20)

The taken conversation takes place between Serang Ali, the attendant on the Ship 'Ibis' and the Captain incharge Zachary. When the ship reached the island of Mauritius, Zachary had to visit Monsieur d'Epinay to exchange a cargo of grain for a load of ebony and hardwood. Before visiting Monsieur d'Epinay, Serang Ali helped Zachary to be ready as a gentleman. At last, Serang Ali offered Zachary a silver watch. During this conversational discourse, the expressive speech act is exploited by Zachary when he thanked Ali. Zachary's utterances are emotional and are replete with feelings. In expressive speech act, the speaker uses the words which state what he/she feels. In the above utterance, Zachary expresses his thankfulness to Ali.

Conclusion

Thus, a few conversational passages from Amitav Ghosh's novel *Sea of Poppies* has been discussed in the context of Seale's typology of speech acts. The felicity circumstances have also been observed in these conversations. Each utterance is serious in tone. Appropriate content of utterance is used by the speaker with sincerity condition.

Works Cited

- Austin, J. L. *How to Do Things with Words*. New York: Oxford University Press, 1962. Print.
- Carter, Ronald and Walter Nash. *Seeing through Language*. U.K.: Basil Blackwell Ltd, 1990. Print.
- Culpeper, Jonathan, Mick Short and Peter Verdonk, eds. *Exploring the Language of Drama: From Text to Context*. London: Routledge, 1998. Print.

Scanned with OKEN Scanner

- Cutting, Joan. *Pragmatics and Discourse: A resource book for students*. London: Routledge, 2002. Print.
- Ghosh, Amitav. *Sea of Poppies*. New Delhi:Penguin Books Limited, 2008. Print.
- Levinson, S. C. *Pragmatics*. Cambridge: Cambridge University Press, 1983. Print.
- Lowe, Valerie. *"'Unhappy' confessions in The Crucible: a pragmatic explanation." Exploring the Language of Drama: From Text to Context*. Eds. Jonathan Culpeper, Mick Short and Peter Verdonk. London: Routledge, 1998. 128-141. Print.
- Searle, J. R. *Speech Acts: An Essay in the Philosophy of Language*. Cambridge: Cambridge University Press, 1969. Print.
- Wardhaugh, Ronald. *An Introduction to Sociolinguistics*. Oxford: Blackwell, 1992. Print.
- Yule, George. *Pragmatics*. Oxford: Oxford University Press, 1996.

Scanned with OKEN Scanner

SJIF Impact Factor - 5.67

E- ISSN 2582-5429

AKSHARA

Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

Augest 2022 Special Issue 06 Volume II (A)

Department of Humanities Organises One Day National Conference

Azadi Ka Amrit Mahotsava : A Glimpse

- Executive Editor -

Prof.Dr. A.D. Goswami

Vice-Principal & Head Department of Business Economics

Bhusawal Arts, Science & P. O. Nahata Commerce College, Bhusawal.

- Guest Editor -

Dr. Mrs. Minakshi V. Waykole

Principal,

Bhusawal Arts, Science & P. O. Nahata Commerce College, Bhusawal.

- Associate Editor -

Dr. Prafull Ingole
Head Department of History

Mr. S. K. Rathod
Head of Department Psychology

Dr. Manoj Patil
Department of Hindi

Bhusawal Arts, Science & P. O. Nahata Commerce College, Bhusawal.

Chief Editor : Dr. Girish S. Koli, AMRJ

For Details Visit To - www.aimrj.com

Akshara Publication

Scanned with OKEN Scanner

E- ISSN 2582-5429

AMRJ

Akshara Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

August 2022 Special Issue 06 Volume II (A) SJIF Impact- 5.67

Index

Sr.No	Title of the Paper	Author's Name	Pg.No
1	भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन में महिलाओं की भूमिका : राजस्थान के विशेष संदर्भ में	डॉ. धर्मराज शिवाजी पवार	08
2	स्वातंत्र्याची पंच्चाहत्तरी आणि अन्नधान्याचे उत्पादन	डॉ. ए. डी. गोस्वामी	15
3	Role of Patriotic poetry in Indian Freedom Movement	Dr. S. P. Zanke	19
4	दलित कवितेतील राष्ट्रीय अस्मितेच्या जाणिवेचे स्वरूप	प्रा. डॉ. के. के. अहिरे	26
5	The Nature of Gandhian Philosophy Reflected in R.K.Narayan's Oeuvre	Prof. Dr. Bharat Jadhao Prof. Abhijeet Wadalkar	31
6	Women in English Literature Pre and Post Independence in India	Bhagwat C. Patil	34
7	Kumud Pawade's 'Antasphot A lens to Indian Society	Dr. Chetna H. Pathak	36
8	वैयक्तिक सत्याग्रह व छोडो भारत चळवळीत भुसावळ तालुक्याचे योगदान	डॉ. दिनेश रामदास महाजन	39
9	श्री रजनीश (ओशो) यांचे शैक्षणिक विचार	प्रा. डॉ. धनराज सुभाष हाडुळे	44
10	R.K.Narayan's 'Waiting for the Mahatma' : Struggle for Decolonization.	Dr.P.R.Bhoge	48
11	भारतीय शेतीपुढील आव्हाने व उपाययोजना	प्रा.डॉ.पी.एस.देशमुख	51
12	Gandhian Ethos in Indian English Novels	Dr. Jagdish S. Patil	54
13	स्वतंत्रता के बाद अस्मिता की तलाश करती हुई दलित नारी	डॉ.राजाराम बाबुराव तायडे	57
14	'कत्लेआम के विरुद्ध प्रतिरोध का दस्तावेज करती : आदिवासी कविता'	डॉ. रुपाली दिलीप चौधरी	59
15	The Role of Myth in Namita Gokhale's *Shakuntala:The Play of Memory*	Dr.Pradip Gulabrao Sonawane	63
16	Unsung Heroes of Indian Freedom Struggle and Literature	Prof.Nayana Sudhakar Patil	67
17	राष्ट्र सेविका समितीतील स्त्रियांची राष्ट्र उभारणीतील भूमिका	देविदास गुलाब चौधरी प्रा.डॉ.धनंजय आर.चौधरी	72
18	खानदेशातील सशस्त्र क्रांतिकारक जनसमूह आणि चलेजाव चळवळ	डॉ. विलास वसंतराव पाटील	75
19	स्वातंत्र्याच्या अमृत महोत्सवात पंडित नेहरूंचे योगदान	प्रा. डॉ. आनंदा एम. काळबांडे	78
20	The Role of Litterateurs in Indian Freedom Struggle	Dr. Ninu Nathu Zope	82
21	भारतीय स्वतंत्र्य लढयात आदिवासींचे योगदान	प्रा. डॉ. भामरे नानाजी दगा	86
22	Cultural implications in Mulk Raj Anand's short story "The Barber's Trade Union"	Dr. Prasannata D. Ramtirthe Dr.Sadashiv Pawar	91
23	आजादी के 75 वर्ष और कृषक जीवन	प्रा. डॉ. रविंद्र आर. खरे	93
24	'महाराष्ट्रातील संतांचे सामाजिक योगदान (निवडक)'	प्रा. डॉ. रविंद्र पिरन नगराळे	96
25	स्वातंत्र्योत्तर ग्रामीण साहित्य चळवळ, जागतिकीकरण आणि नव्वदोत्तरी ग्रामीण साहित्य	प्रा.भारती तोताराम सोनवणे	100

Scanned with OKEN Scanner

26	Reflection of British Raj In Indian English Literature	**Dr. B. S. Kavhar**	106
27	स्वातंत्र्योत्तर काळातील भटक्या-विमुक्तांची आत्मकथने	डॉ. स्वाती काशिनाथ महाजन	109
28	India after Independence : A Study of Aravind Adiga's *The White Tiger*	**Dr. Vijay D. Songire**	112
29	आदिवासींना राबविण्यात येणाऱ्या ग्रामीण विकास योजनांचा अभ्यास	डॉ.प्रशांत काशिनाथ लभाने	116
30	स्वातंत्र्य पूर्व काळातील आणि उत्तर काळातील भारतीय शेती	डॉ.वैशाली भिवसेन भिसे	119
31	राष्ट्रीय शैक्षणिक धोरण 2020 आणि उच्च शिक्षण शिफारशी	प्रा.मंगला सुरसिंग सुर्यवंशी	121
32	New Woman in Shashi Deshpande's *That Long Silence*	**Mr.K.R.Chaudhari** **Dr. S.P. Zanke**	124
32	An analysis of socio-cultural and political situation in Raja Rao's Kanthapura	**Ms. Pooja Pradeep Shinde**	127
34	स्वातंत्र्यपूर्व चळवळी व क्रांतीकारकांचे योगदान	डॉ. प्रतिभा दीपक सूर्यवंशी	129
35	*Gauri as a Modern Indian Woman in Jhumpa Lahiri's The Lowland*	**Mr. Pravin B. Bhaskar** **Dr. Subhash P. Zanke**	132
36	भारतीय सवातंत्र आंदोलनात खानदेशातील महिलांचे योगदान	डॉ. सुभाष श्रावण धनगर	135
37	महाराष्ट्रील संतांची सामाजिक कामगीरी	श्री. रामेश्वर वसंत निंबाळकर	137
38	दलित साहित्याची प्रेरणा आणि प्रवृत्ती	प्रशांत झिपरू तायडे प्रा.डॉ सतीश मस्के	139
39	भारतीय लोकसंख्या वाढीचा वृद्धीदर एक दृष्टिक्षेप : विशेष संदर्भ (1901 ते 2011)	डॉ. एस. एल. मेढे	143
40	The Preventive Measures and Scholastic Rehabilitation to Prevent Juvenile Delinquency	**Prof Sahebrao Rathod**	146

Scanned with OKEN Scanner

E- ISSN 2582-5429
AMRJ
Akshara Multidisciplinary Research Journal
Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
August 2022 Special Issue 06 Volume II (A) SJIF Impact- 5.67

06

Women in English Literature Pre and Post Independence in India

Bhagwat C. Patil
Assistant Professor (English)
JDMVP'S Arts, Commerce & Science College, Jalgaon (MS)

Abstract
The Indian English Literature witnessed the huge change in woman nature. We have a submissive typical Indian woman to an ultramodern heroine. In ancient 'she' was bound to the hearth and the child. Women have accepted these roles and these categorizations. The Social issue of Woman's position in the society took its roots in late 1960s in the world. For it was the need of the time which the feminine world sensed and rebelled against so called rules laid for women. The Women novelists tried to give shape to the traditional practices. This was not the direct war against the man but against the attitude. The English education in India opened the doors to the slave Indian women. The Male writers also contributed to bring back the rights of women. The contribution of the women writers fixed the novel in its proper mould and brought it in a good shape to survive in Indian writing in English. The issues like the secondary statues of women and human relationship are focused by Mulk Raj Anand. The elements of satire and irony too are found in the works of the female writers. The oppose to the male dominant society continued till the post 1980s.

Key Words: society, feminine, modernity, education, link language

The Social issue of Woman's position in the society took its roots in late 1960s in the world. For it was the need of the time which the feminine world sensed and rebelled against so called rules laid for women. As Simon de Beauvoir put it, "One is not born, but rather becomes, a woman.... It is civilization as a whole that produces this creature... which is described as feminine." (Abrams: 89)

Though all cultures claim to praise and value the womanly qualities, one can cite an equal number of passages denigrating women while verbal praise masks their secondary position. Literature reflects these stereotypes. Women have accepted these roles and these categorizations. They glory in being ideal wives, mothers, housewives in the Indian joint-family settings, ideal daughters-in-laws as well. Here the process of socialization plays an important part. Man is seen as the norm, woman is the 'other', not merely different, but inferior, lacking personality. Their traits are distinguished in terms of polar opposites of masculine and feminine.

Indian English Literature especially the fiction witnessed the revolt of women in the pre and post independence period. In the history of Indian writing in English, the real beginnings were with the works of great Bankim Chandra Chatterjee (1838-94). His published efforts *Rajmohan's Wife* (1864) was in English. It gives us a faithful picture of the life of the times in however narrow a perspective, and makes us see in that picture the phenomenon of change, a change from medievalism to modernity. Mantagini, the central character is but one of the symbol of that change, for she typifies the new Indian woman seeking her release from the cruelties and tyrannies of a medieval past. She is not the usual Indian woman who accepts her husband with all his faults or wipe away as sinful as memories of men whom she has admired and respected better.

The contribution of the women writers fixed the novel in its proper mould and brought it in a good shape to survive in Indian writing in English. The English education in India opened the doors to the slave Indian women who for ages had to be content with playing only a subordinate role in the social life of the country now had opportunities for playing new roles. In this concern, Professor Karkala remarks, "They tried to tell the world the obstacles women faced and the disadvantages they suffered in an orthodox Hindu world. These women writers struggled to give form and shape to their autobiographical accounts which attracted publishers both in India and abroad" (Ramamurti: 67).

E- ISSN 2582-5429

Akshara Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

AMRJ

August 2022 Special Issue 06 Volume II (A) SJIF Impact- 5.67

The key of the noticeable success of women novelists lies in the fact that women are born storytellers and they are endowed with the gift of delving deep into the workings of human mind and heart with sympathy, sensitivity and understanding. Toru Dutt (1856-1877) is the great name in the Indian English Poetry and Novel. Both the novelist and the poet are in fact only two facets of Toru's aesthetic personality, two aspects of her genius which are mutually inclusive. Krupabai Sathianathan, Shevanthi Bai Nikambe, Swarnakumari Ghosal were another novelists who tried to strengthen their own cause and build up strong popular opinion in favour of women's education.

The wave of change about women is also felt by the male writers of Indian English. The issues like the secondary statues of women and human relationship are focused by Mulk Raj Anand. In *The Old Woman and the Cow* (1960), Gauri is the protagonist, who face the bad circumstances in her life. She is presented a rebellious Indian woman who protests against disloyalty of her husband Panchi. In the end, she stands on her own feet and never returns back to her husband. It all shows that no ground left untouched having the subject of female dishonor in literature.

In the world of Indian English Literature, the women novelists have developed a style of their own. After capturing the required space in society, they now turned to observe the other social norms and traditions. The elements of satire and irony too are found in the works of the female writers. Anita Desai in her latest novel *Voices in the City* (1965), censures the unwanted customs and traditions of our society. Nayantara Sahgal is sore at the political system and inefficient and corrupt bureaucracy. Attia Hossain in her only novel *Sunlight On A Broken Column* (1961), pulls no punches on the issues of Hindu-Muslim unity.

As novelist, Anita Desai has propound her own views. She found English to be a suitable link language, a compromise. She portrays with remarkable ease and adroitness female characters, who live in separate, closed world of existential problems and passions. All her female characters- Maya, Monisha and Sita are obsessed with the idea of death. Nayantara Saghal is the only women novelist who tries to expose the political world as it exists in India today. Her Concern is also with the bureaucrats – the I.A.S. and I.P.S. Officers. She successfully depicts the life of these men and their women and their attitude to society, their disillusionments and their desperate search for a goal in life.

In the Post – 1980 era love sex, and marriages or the failure of it are some of the leading themes in Indian English novel. Arundhati Roy's *The God Of Small Things* (1997) contains chapters which to speak the least are outrageous. The rights of women must be preserved, the women novelist seem to say. Shashi Deshpande's Sahitya Akademi Award winning novel *That Long Silence* (1990), seeks to bring men and women on par in our society. Jaya, the heroine of the novel, recalls her married life with nostalgia. Jaya resents the role assigned to a wife in our country, who is called upon to stay at home, look after the babies and keep out of the rest of the world. She could not continue her writing as Mohan discouraged her. The protagonist think herself that, she had known then that it hadn't mattered to Mohan that she had written a good story and to Mohan, she had been no writer, only as exhibitionist.

To conclude, the writers in Indian English Literature have discussed the social issues of woman and the real place and the honor she deserves in many ways. We have female writers in pre and post independence period at one hand and the male writers who have lady protagonists on the other. Both took efforts to achieve the dignity of women in the strata of society. The education the women got is at the center. We may call it a bridge in their journey of maintaining self-respect.

Works cited

Abrams, M.H., A Glossary of Literary Terms, Seventh Edition, New Delhi, Harcourt India Private Limited. 2001, Print.

Das Bijay Kumar, Post Modern Indian English Literature, New Delhi, Aatlantic Publishers, 2010. Print.

Iyengar K.R. Shrinivasa, Indian writing in English, New Delhi, Sterling Publishers Pvt. Ltd, 2006, Print.

Kumar Satish, A Survey of Indian English Novel, Bareilly, Prakash Book Depot, ,2006, Print.

Rai Sunita, Rai G., A Critical D\Guide to Contemporary Literary Theory, Delhi, Doba Book House, Print.

Ramamurti, K.S., Rise of The Indian Novel in English, New Delhi, Sterling Publishers Pvt. Ltd. 1987, Print.

Scanned with OKEN Scanner

Peer Reviewed Refereed
and UGC Listed Journal
Journal No. 47100

ISSN 2279 - 0489

AN INTERNATIONAL MULTIDISCIPLINARY
HALF YEARLY RESEARCH JOURNAL

GENIUS

Volume - XI, Issue - I
August - January - 2022-23
English / Marathi / Hindi Part - I

Impact Factor / Indexing
2020 - 6.538
www.sjifactor.com

Ajanta
Prakashan

Scanned with Oken Scanner

ISSN - 2279 - 0489
AN INTERNATIONAL MULTIDISCIPLINARY
HALF YEARLY RESEARCH JOURNAL

GENIUS

Volume - XI Issue - I August - January - 2022-23

English / Marathi / Hindi Part - I

Peer Reviewed Refereed and UGC Listed Journal No. 47100

ज्ञान-विज्ञान विमुक्तये

IMPACT FACTOR / INDEXING
2020 - 6.538
www.sjifactor.com

❖ EDITOR ❖
Asst. Prof. Vinay Shankarrao Hatole
M.Sc (Maths), M.B.A. (Mktg.), M.B.A. (H.R.),
M.Drama (Acting), M.Drama (Prod. & Dir.), M.Ed.

❖ PUBLISHED BY ❖

Ajanta Prakashan
Aurangabad. (M.S.)

Scanned with Oken Scanner

The information and views expressed and the research content published in this journal, the sole responsibility lies entirely with the author(s) and does not reflect the official opinion of the Editorial Board, Advisory Committee and the Editor in Chief of the Journal **"GENIUS"**.

Owner, printer & publisher Vinay S. Hatole has printed this journal at Ajanta Computer and Printers, Jaisingpura, University Gate, Aurangabad, also Published the same at Aurangabad.

Printed by

Ajanta Computer, Near University Gate, Jaisingpura, Aurangabad. (M.S.)

Printed by

Ajanta Computer, Near University Gate, Jaisingpura, Aurangabad. (M.S.)

Cell No. : 9579260877, 9822620877 Ph. No. : (0240) 2400877

E-mail : ajanta3535@gmail.com, www.ajantaprakashan.com

GENIUS - ISSN 2279 - 0489 - Impact Factor - 6.538 (www.sjifactor.com)

Scanned with Oken Scanner

EDITORIAL BOARD

Dr. S. Umesha
Dept. Of Studies in Biotechnology, University of Mysore, Manasagangotri, Mysore, India.

Dr. Tharanikkarasu K.
Dept. Of Chemistry, Pondicherry University (Central University), Kalapet, Puducherry, India.

Professor Kaiser Haq
Dept. of English, University of Dhaka, Dhaka 1000, Bangladesh.

Dr. Altaf Husain Pandit
Dept. of Chemistry University of Kashmir, Kashmir, India.

Dr. Deepak Sinkar
Assistant Professor, Department of Visual Art, PLC- State University of Performing and Visual Arts, Rohtak Haryana.

Prof. P. N. Gajjar
Head, Dept. Of Physics, University School of Sciences, Gujarat University, Ahmedabad, India.

Dr. Uday P. Dongare
Head, Dept. Of Physical Education, Shivaji Art's, Commerce & Science College, Kannad, Aurangabad, India.

Roderick McCulloch
University of the Sunshine Coast, Locked Bag 4, Maroochydore DC, Queensland, 4558 Australia.

Dr. Mita Howladar
Assistant Professor, Calcutta Girls B. T. College Kolkata, West Bengal, India.

Brian Schiff
Brussels, Copenhagen, Madrid, Paris.

Dr. Prashant M. Dolia
Dept. Of Computer Science & Applications, Bhavnagar University, India.

Dr. Nicholas Ioannides
Senior Lecturer & Cisco Networking Academy Instructor, Faculty of Computing, North Campus, London Metropolitan University, 166-220 Holloway Road, London, N7 8DB, UK.

Dr. Ritu Sehgal
Assistant Professor, DAV Institute of Engineering and Technology, Jalandhar, Punjab.

Dr. K. B. Laghane
Dean. Faculty of Management Science. Dean. Faculty of Commerce (Dr. B.A.M.U.) Head Commerce Dept., Vivekanad College, Samarth Nager, Aurangabad, India.

Prof. Avinashi Kapoor
Head, Dept. Of Electronic Science, Dean, Faculty of Interdisciplinary Sciences, Chairman, Board of Research Studies, South Campus, University of Delhi, New Delhi, India.

Dr. Farhath Ali
Department of Education, Moulana Azad National Urdu University Hyderabad, T.S.

Scanned with Oken Scanner

VOLUME - XI, ISSUE - I - AUGUST - JANUARY - 2022-23
GENIUS - ISSN 2279 - 0489 - IMPACT FACTOR - 6.538 (www.sjifactor.com)

CONTENTS OF ENGLISH PART - I

S. No.	Title & Author	Page No.
1	A Study: Criminalizing Marital Rape Law and Constitutional Rights of Women in India **Brinda Gobind Gurbuxani** **Dr. Anil Kumar**	1-5
2	Human Rights and the Fight against Black Money **Alok Malviya** **Dr. Anil Kumar**	6-11
3	Ant (*Solenopsis invicta*) Active - Rest Rhythm Associated with Colony Size **Shivani Verma** **Dr. Barish James**	12-19
4	Hitherto Unreported Ethno-Medicinal Plants of Darjeeling Himalayan Region (India) **Tembhurne R. R.** **Raibole U. K.**	20-28
5	A Study of Comprehensive Informal Learning in Rural Communities using Social Networking Tools **Phul Chand Thagaria** **Dr. Sunita Shrivastava**	29-33
6	Innovative Practices in Teachers Education **Mr. Mahadev M. Patil**	34-36
7	Deconstruction of Indian Epic in S. L. Bhairappa's "Parva" **Miss. Sangeeta Chimane**	37-39
8	Importance of Self-Learning Materials in the 21st Century **Smt. Sunita B. Tewari**	40-42
9	Research on Neurological Disorder's in Human Being (Study on Cerebral Palsy & Multiple Sclerosis) **Samarth Singh Chouhan** **Dr. Sapna Rathore**	43-50

Scanned with Oken Scanner

CONTENTS OF ENGLISH PART - I

S. No.	Title & Author	Page No.
10	The Study of Politeness Principle in Amitav Ghosh's *The Hungry Tide* **Dr. Jagdish S. Patil** **Mr. Bhagwat C. Patil**	51-57
11	Enclosed Goat Farming: A Means of Self-Employment for Entrepreneurs **Dr. I. M. Shaikh**	58-61
12	Isolation and In-vitro Screening of Plant Growth Promoting Rhizobacteria from Rhizospheric Soil of Pomegranate Plant for HCN Production **Karande B. W.** **Bartakke K. V.**	62-66
13	Perceived Stress and Demographic Variables among Undergraduate Women in Hyderabad District, Telengana **G. Angela David** **Dr. P. Venkat Ramana**	67-73
14	A New Species *Unciunia Quadraplatae* N.Sp. (*Eucestoda:* Dilepididae) from *Fowl, Gallus* (*Gallus*) Domesticus at Parbhani and Hingoli District, M.S. India **S. B. Pawar** **Shaikh Ubaid** **D. H. Pawar**	74-78

Scanned with Oken Scanner

VOLUME - XI, ISSUE - I - AUGUST - JANUARY - 2022-23
GENIUS - ISSN - 2279 - 0489 - IMPACT FACTOR - 6.538 (www.sjifactor.com)

10. The Study of Politeness Principle in Amitav Ghosh's *The Hungry Tide*

Dr. Jagdish S. Patil
Research Guide, Associate Professor & Head (English),
Dhanaji Nana Mahavidyalaya, Faizpur, Dist: Jalgaon (MS.)
Mr. Bhagwat C. Patil
Research Scholar, Assistant Professor (English), JDMVP's Arts,
Commerce and Science College, Jalgaon, Dist: Jalgaon (MS.)

Abstract

Politeness is the seminal aspect in human communication. Various linguist have derived several maxims and strategies of politeness in their theories. Gefery Leech (1983) developed his politeness theory on the basis of his predecessors' framework and propounded six maxims to be employed in the communication to induce more politeness in the interaction. This paper illustrates these six maxims viz- Tact, Generosity, Approbation, Modesty, Agreement and Sympathy maxim found at various discourses in Amitav Ghosh's novel *The Hungry Tide* (2004).

Key words: maxims, politeness, strategy, social face, The Hungry Tide,

Introduction

Being polite in behaviour and conversation invites cordiality from the listener and the society whereas being impolite during conversation exerts a negative impact on the speaker's personality. In our day to day talks, speech, gossips, meetings and gatherings, we often encounter with a variety of speakers, some are polite, some are impolite, some are over polite than another, etc. The question may arise in the mind is why politeness is significant in conversations. The answer is quiet simple as everybody wants to maintain one's relationship, reputation, and of course one's social face. In our social life, we do not want to appear as an impolite person while talking with others, we consciously follow some rules. These rules are studied under the theory of politeness. Politeness Principal is that part of a larger domain of pragmatics. It is interconnected with the theory of cooperative principles and Speech acts theory. Lackoff and Brown's theory and Levinson's model of Politeness Principal and Leech's model are all the most prominent politeness theories. The present research article applies these politeness strategies to analyse Amitav Ghosh's novel *The Hungry Tide* (2004). For the purpose of the study, the article

Scanned with Oken Scanner

is divided into two parts vis. the theoretical aspects. The later includes politeness principles, such as: maxims, the concept of Face, FSA, FTA, positive and negative politeness strategies. The second part of the article deals with the application of the theory of politeness principles to the selective dialogues and conversations and discourses from the novel *The Hungry Tide*.

Leech's Theory of Politeness Principle

The politeness principle is one of the most debated subjects in Pragmatics. There are many different theories presented regarding politeness principles during the last two decades. Leech's (1983) 'Politeness Principle Theory', Brown and Levinson's (1987) 'Face Theory', Scollon and Scollon (2001) 'Politeness Systems Theory' are few to mention. In this research paper, Leech's (1983) 'Politeness Principle Theory' has been contemplated and applied to the sample discourses from Amitav Ghosh's novel *The Hungry Tide*.

Various definitions of politeness have been propounded by different scholars. Lakoff (1990:34) and Leech (1983: p. 82) define politeness as "the forms of behaviour which facilities personal and social interaction to obtain an atmosphere of harmony between interlocutors via minimizing the inner inherent conflict in all human interactions" Similarly Brown and Levinson (1987: p. 61) defined politeness as "forms of behaviour used to maintain and develop communication between potentially aggressive partners". They maintained that positive and negative strategies are employed to minimize threat and to accomplish linguistic politeness. The free encyclopaedia Wikipedia (2007: p.1) defined politeness as manipulating the good behaviour or etiquette, whose goal is to make the interactanct feel comfortable and relaxed. Though theses definitions are apparently different, they all suggest that politeness is the form of behaviour that is employed to avoid skirmish, conflict and aggression.

Leech proposed his Politeness Principle (PP) in 1983. He presented his theory as a way or procedure to explain how politeness works in social interactions. He propounded the following six maxims of politeness: Tact maxim, Generosity maxim, Approbation maxim, Modesty maxim, Agreement maxim, and Sympathy maxim.

1. **Tact Maxim** states: "Minimizing the expression of beliefs which imply cost to other; maximizing the expression of beliefs which imply benefit to other."

For example:

a. Could I stop you for a minute?

b. If I could just explain this then.

2. **Generosity Maxim** states: "Minimizing the expression of beliefs that express or imply benefit to self; maximizing the expression of beliefs that express or imply cost to self." The maxim of generosity focuses on the speaker, and says that others should be put first instead of the self. For example:

   a. You just sit and let me complete the cleaning.

   b. You must join us for dinner today.

3. **Approbation Maxim** states: "Minimizing the expression of beliefs which express dispraise of other; maximizing the expression of beliefs which express approval of other." It means to praise others. The first part of the maxim suggests to side step disagreement; the second part proposes to make other people feel good by showing solidarity. (Leech, 1983: 132)

   a. I saw you sing dancing at the party last night. It seemed that you were enjoying yourself!

   b. Satish, I know you're a genius. Would you answer this math problem here?

4. **Modesty Maxim** states: "Minimizing the expression of praise of self; maximizing the expression of dispraise of self."

For example:

   a. Oh, I'm so dumb – I didn't notice the man, did I?

5. **Agreement Maxim** states "Minimizing the expression of disagreement between self and other; maximizing the expression of agreement between self and other." Actually, it cannot be followed claimed that people totally avoid disagreement. It is simply observed that they are much more direct in expressing agreement, rather than disagreement. For example:

   A. *Yes, Rahul, I thought we sort out this already during our meet.*

6. **Sympathy Maxim** states: "minimizing antipathy between self and other; maximizing sympathy between the self and other." This includes a small group of speech acts such as congratulation, sympathy, and expressing condolences

For example:

   a. *I am sorry to hear about your father.*

Beside this, indirectness has a relation with politeness. The more the addresser is indirect in ordering, commanding, requesting, advising, etc., the more polite he/she is.

Scanned with Oken Scanner

For example

a. Shut your mouth.

b. Would you please keep quite?

c. Carry the cases.

d. Could you possibly carry the cases?

Here (a) and (c) are both the examples of direct speech act since the addressee has no alternatives but to perform the action. Such examples, maximize the cost to the face of the addressee; consequently, they are called impolite. On the other hand, (b) and (d) are indirect impositions because the addressee has a free will to say no. Thus, these examples minimise the cost to the addressee by the use of options. Appropriately, they are polite propositions.

Politeness Principle in Amitav Ghosh's *The Hungry Tide*

The rich culture of India has been painted in the works of Amitav Ghosh and also has the fragrance of Indianness. *The Hungry Tide* (2004) comprises ample examples to illustrate various pragmatic principles. The novel is set in the Bay of Bengal, especially the area of Sundarbans. It tells the story of Piya Roy. She arrives in Sunderban with the purpose of research study on dolphins. She belongs to an Indian parentage but lives in America. The next character Kanai Datta is a Delhi based businessman, who came there by profession to visit his widowed aunt and who wanted to read some writings left by her husband. Her husband was a political radical and meet with a mysterious death. Kanai was confronted with Piya in the train. In due course he worked as a translator for Piya. Fokir was another important character who helped Piya in every critical situation. Piya Roy's journey began with a mischance, when she was slipped into crocodile-infested waters. However, she was saved by a young, uneducated fisherman, Fokir. They did not understand language but Piya and Fokir were strongly drawn to each other, sharing a strange feeling towards each. Piya hired Fokir to aid her research and found a translator in Kanai Dutt, a businessman from Delhi whose principled aunt and uncle were long-time settlers in the Sundarbans. .

There are multiple examples in the novel where the characters observe the politeness principles. The main characters Piya, Kanai and Fokir during their conversations at various situations seem to be conscious about the politeness.

Tact Maxim

When Kanai was travelling on the train, he saw a man sitting right beside him near the window. Kanai had a newspaper and wanted to read it, but there was not enough light at the place where he was sitting. Thus, he wanted to replace his place with the man sitting near

Scanned with Oken Scanner

window. Kanai did not want to offend the man so he used tact maxim to persuade him to replace his seat, saying:

A. "Are Moshai … If it isn't all important to you, would you mind changing places with me? I have a lot of work to do and the light is better by window" (5)

In statement A, the speaker Kanai minimised the cost to the listener and maximised the benefit to him. Kanai tried to be more polite in his statement keeping the scope to the listener to deny Kanai's request. In the above situation, Kanai used the tact maxim that was helpful for him as the man replaced the seat with Kanai.

Generosity Maxim

At the railway station, Kanai found his aunt Nilima Bose, standing to pick him up. She was seventy years old but she had come to station to pick up Kanai. Here while talking Kanai exploited the generosity maxim to appear to be more polite before his aunt. He maximized the benefit to his aunt when he said:

B. You shouldn't have taken trouble to come to the station (22)

C. I could have found my way to Lusabari (22)

It is the fine example of the generosity maxim. When the speaker uses this maxim, he means to be more polite in his behaviour as he maximizes the cost himself giving benefit to the listener, who is his Aunt.

Approbation Maxim

When Fokir didn't return home well in time, his mother Moyena visited Kanai's home. She expressed her fear to Kanai as they just heard the roaring sound from the forest and Fokir was still in the forest. Moyena rebuked her son. Here, Kanai used the approbation maxim and minimised the dispraise of Fokir before her mother when he said:

D. You shouldn't worry…I'm sure that Fokir will take all the right precautions. (155)

Kanai didn't want to offend her mother by using the similar rebuking. She was Fokir's mother, she could say anything to her son but the Kanai did not want to use impolite way of talk so instead of blaming Fokir, he assured his mother that he would be safe in the forest. Therefore, it is evident here that Fokir had used the approbation maxim in this situation.

Modesty Maxim

In modesty maxim, the speaker maximizes the praise of the other and minimizes the dispraise. Piya during her conversation with the stranger who was Kanai realised that he is a

translator and businessman. She was impressed by Kanai's responses. She wanted to be more polite with him, therefore she used the modesty maxim when she replied Kanai. She said

E. You are very observant. (10)

F. You're well informed. (11)

Thede statements are the illustations of politeness principle where the modesty maxim has been exploited very cleverly.

Agreement Maxim

During the dialogue between Piya and Kanai, Kanai called Kolkata as Calcutta which was the old name of the city. Piya brought this to his notice. Here Kanai accepts his mistake and agrees with Piya regarding his wrong use of name. He used the agreement maxim when he said:

G. I should be more careful, but renaming was so recent that I get confused sometimes (12)

Here Kanai, the speaker is in agreement with what Piya said.

The Sympathy Maxim: Piya Roy in an incident in the train used the sympathy maxim when she spoiledS the photocopies of a fellow traveller by spilling tea on it. The man was also scalded by the hot tea,

Piya used following statements

H. Oh, I'm so sorry!

I. Let me help you clean up

J. I'm very sorry. I hope you'll excuse me

In the above statement, the speaker Piyali maximized her sympathy towards the man though he seemed to be irritated. She realised her mistakes and minimised her antipathy towards the man. She knew that the papers spoiled by her must be important for man. In this scenario, she repeatedly used the sympathy maxim to be more polite with man though he was angry. The result of her positive politeness strategy, the man turned down calm and befriended with her.

Conclusion

Thus, Amitav Ghosh has wisely used his linguistic skills and moulded it into the politeness strategies through various polite acts of major characters in the novel. In this articles the discourse samples are limited to the statements only but this paper could be helpful for further research in the field of pragmatics

Scanned with Oken Scanner

Work Cited

- Ghosh, Amitav. *The Hungry Tide,* New Delhi: HarperCollins Publishers India, 2009. Print.
- Leech, Geoffrey N., *Principles of Pragmatics*, New York, Longman, 1983,Print
- Levinson, Stephen C. Penelope *Brown. Politeness: Some Universals in Language Usage*. London: Cambridge University Press. 1987, Print
- Prasad, Trani., A Course in Linguistics, Second Edition, Delhi, PHI Learning Private Limited, 2014.
- Print Web Sources:
- Bahaa-Eddin M. Mazid, *The Politeness Principle From Grice to Netiqette*, Annals of Arts and Social Sciences (AASS) Academic Publication Council Kuwait University. 2008
- Jibreen Maysa'a Kadhim, *Pragmatics In English Novels of the Nineteenth Century A Study in Speech Act Theory,* https://www.researchgate.net/publication/314245450_pragmatics_in_english_novels_of_the_nineteeth_century_a_study_in_speech_act_theory?enrichId=rgreq-af568af5111fdee5236773439faf663d-XXX&enrichSource=Y292ZXJQYWdlOzMxNDI0NTQ1MDtBUzo0Njg5ODQ2MjY3MTY2NzJAMTQ4ODgyNjA1NjIyOA%3D%3D&el=1_x_2&_esc=publicationCoverPdf , 06 March 2017.
- Nagane, Dhanaji A., *Khushwant Singh and Pragmatics of Indian English*, Langlit, Vol-I, issue -4, March 2015
- https://www.academia.edu/16770105/KHUSHWANT_SINGH_AND_PRAGMATICS_OF_INDIAN_ENGLISH, Retrieved on 25/03/2020
- Patil. Chandrakant R., *Novels of Khushwant Singh: A Study in Pragmatics,* http://shodh.inflibnet.ac.in:8080/jspui/bitstream/123456789/5314/1/01_synopsis.pdf, Retrived on 25/03/2020
- The Free Encyclopaedia, (2007)

Scanned with Oken Scanner

Peer Reviewed Refereed
and UGC Listed Journal

An International Multidisciplinary Half Yearly Research Journal

GENIUS

ISO 9001:2015 QMS
ISBN / ISSN

ISSN - 2279 - 0489
Volume - XI, Issue – I, August - January - 2022-23

Impact Factor 2020 - 6.538 (www.sjifactor.com)

Is Hereby Awarding This Certificate To

Mr. Bhagwat C. Patil

In Recognition of the Publication of the Paper Titled

The Study of Politeness Principle in Amitav Ghosh's *The Hungry Tide*

Ajanta Prakashan,
Jaisingpura, Near University Gate, Aurangabad. (M.S.) 431 004
Mob. No. 9579260877, 9822620877 Tel. No.: (0240) 2400877,
ajanta3535@gmail.com, www.ajantaprakashan.com

Editor : Vinay S. Hatole

Scanned with Oken Scanner

SJIF Impact Factor : 8.33

ISSN 2230-7745

समाजशास्त्र संशोधन पत्रिका

वर्ष-४० / अंक-२८ / एप्रिल, २०२३

३२ वें राष्ट्रीय अधिवेशन विशेषांक

संपादक

डॉ. राहुल भगत

कार्यकारी संपादक

डॉ. अर्जुन जाधव

समाजशास्त्र संशोधन पत्रिका या वार्षिक नियतकालिकाचे स्वामित्व व इतर बाबी विषयीचे नि
(नियतकालिकांच्या नोंदणी संबंधी नियम ८ प्रमाणे)

: प्रकाशन स्थळ :

मराठी समाजशास्त्र परिषद, ३२ वें राष्ट्रीय अधिवेशन, दत्ताजीराव कदम कला, विज्ञान आणि वाणिज्य महावि
इचलकरंजी, जि.कोल्हापूर.

नियतकाल : वार्षिक (ISSN 2230-7745)
प्रकाशन : दि.५ एप्रिल, २०२३.

मुद्रकाचे नाव : **डॉ.अर्जुन जाधव,** कार्यकारी संपादक

राष्ट्रीयत्व : भारतीय

पत्ता : समाजशास्त्र विभाग, दत्ताजीराव कदम कला, विज्ञान आणि वाणिज्य महाविद्यालय, इचलकरंजी, जि.कोल्ह

मुद्रण स्थळ : इचलकरंजी

प्रकाशकाचे नाव : डॉ.राहुल जनार्धन भगत, संपादक.

राष्ट्रीयत्व : भारतीय

पत्ता : द्वारा – समाजशास्त्र विभाग, सेठ नरसिंगदास मोर कला, वाणिज्य व श्रीमती गोदावरी देवी सराफ विज्ञान महाविद्यालय, तुमसर, जि.भंडारा-४४१९१२.

संपादकाचे नाव : **डॉ.राहुल जनार्धन भगत, संपादक.**

राष्ट्रीयत्व : भारतीय

पत्ता : वरीलप्रमाणे.

मालकाचे नाव : **मराठी समाजशास्त्र परिषद.**

पत्ता : वरीलप्रमाणे.

मी डॉ.राहुल जनार्धन भगत असे जाहीर करतो की, वर दिलेला तपशील माझ्या माहितीप्रमाणे व समजुतीप्र खरा आहे.

डॉ.राहुल जनार्धन भग
प्रकाश

 ISSN 2230-7745 (SJIF ImpactFactor-7.8..)

अ.क्र.	लेखाचे शीर्षक	लेखकाचे नाव	पृष्ठ क्र.
२२.	भारतातील नैसर्गिक संसाधने, पर्यावरण संवर्धन चळवळ आणि महिलांची भूमिका : समाजशास्त्रीय दृष्टिकोन	डॉ.संपत काळे	११६-[illegible]
२३.	विद्रोही सांस्कृतिक चळवळीचे समाजशास्त्रीय दृष्टीकोनातून विश्लेषण	प्रा.किरण सुरवसे	१२१-[illegible]
२४.	पर्यावरण संवर्धनात आणि ग्रामीण आत्मनिर्भरतेत पाणी फौंडेशन - वॉटर कप स्पर्धेचे योगदान	डॉ.सुधीर आश्रुबा येवले	१२६-[illegible]
२५.	ए.व्ही.एच.केमिकल्स कंपनीच्या कोलटार डिस्टिलेशन प्रकल्पाच्या विरोधातील चंदगड तालुक्यातील जनआंदोलन.	प्रा.सदाशिव नाना पाटील	१३०-[illegible]
२६.	स्वातंत्र्यापूर्वी आणि नंतर भारतातील आदिवासी चळवळ	साहेब विरभद्रराव पडलवार	१३४-[illegible]
२७.	पर्यावरण आणि मानवस्वास्थ	प्रा.डॉ.राजकुमार भगत	१४०-[illegible]
२८.	चिपको आंदोलन एक पर्यावरणविषयक चळवळ	डॉ.ज्योती पोटे	१४३-[illegible]
२९.	वनसंवर्धन आणि शासनाची भूमिका	डॉ.आनंद आंबेकर	१५१-[illegible]
३०.	आनंदवनातील शाश्वत विकास प्रक्रियेत कुष्ठमुक्तांचे योगदान : समाजशास्त्रीय विश्लेषण	डॉ.श्रीनिवास न. पिलगुलवार डॉ.प्रविण दि. मुधोळकर	१५७-[illegible]
३१.	भटक्या जमातींची अलगीकरणाची प्रक्रिया	डॉ.मधुकर जी. धुतुरे	१६४-[illegible]
३२.	वीटभट्टी कामगार : एक समाजशास्त्रीय अभ्यास	डॉ.विनोदकुमार धों.कुंभार	१६९-[illegible]
३३.	जयंत दारिद्र्य निर्मुलन अभियान या स्वयंसेवी संस्थाने ग्रामीण आरोग्याच्या समस्या संबंधित केलेल्या कार्याचा अभ्यास	प्रा.स्मिता अशोक पाटील डॉ.रामचंद्र भिसे	१७२-[illegible]
३४.	जागतिकीकरण आणि सामाजिक परिवर्तन	डॉ.सुषमा अर्जुन जाधव	१७८-[illegible]
३५.	नोकरदार स्त्रिया : कार्य-कुटुंब संघर्ष आणि ताणतणाव	डॉ.चैत्रा विक्रम राजाज्ञा	१८३-[illegible]
३६.	जेंडर-डेंजर बॉक्स - एक समाजशास्त्र विश्लेषण	प्रा.डॉ.अक्षता अमितकुमार गावडे	१८७-[illegible]
३७.	ग्रामीण शेतकरी महिला कामगार समस्या आणि परिस्थिती अभ्यास	मयुरेश तानाजी पाटील	१९४-[illegible]
३८.	लिंग समानता आणि भारतीय समाजातील स्त्रियांची स्थिती	डॉ.बळीराम पवार	१९८-[illegible]
३९.	हळद कारखान्यातील महिला कामगारांचा समाजशास्त्रीय अभ्यास विशेष संदर्भ - सांगली शहर	डॉ.रूपाली विश्वनाथ सांभारे	२०१-[illegible]
४०.	पर्यावरण ऱ्हासाचा समाजावरील परिणाम	प्रा.डॉ.दीपक कृष्णराव पवार	२०५-[illegible]
४१.	महिला धोरण व महिलांचे सबलीकरण - एक वास्तव	प्रा.डॉ.दिलीप आर. चव्हाण	२१०-[illegible]
४२.	लिंगभाव आणि समाज : एक समाजशास्त्रीय अध्ययन	डॉ.सुप्रिया आनंदराव देसाई	२१४-[illegible]
४३.	तृतीयपंथी समुदायासोबत होणारे भेदभाव आणि उपाययोजनांचा अभ्यास	अरविंद अनिल घोडके	२१७-[illegible]
४४.	लिंग असमानता	प्रा.डॉ.पांडुरंग किसनराव मगर	२२३-[illegible]

महिला धोरण व महिलांचे सबलीकरण – एक वास्तव

*प्रा. डॉ. दिलीप आर. चव्हाण

महिला सबलीकरणाची प्रक्रिया ही 20 व्या शतकात गतिमान बनली असली तरी या प्रक्रियेची सुरुवात काही शतकांपूर्वी झालेली आहे अमेरिकन स्वातंत्र्याचा जाहीरनामा आणि फ्रेंच व्यक्ती स्वातंत्र्याचा जाहीरनामा यामध्ये महिला सबलीकरण प्रक्रियेचे पहिले प्रतिबिंब पडल्याचे दिसून येते.

भारतामध्ये 19व्या शतकाच्या उत्तरार्धात आणि 20 व्या शतकाच्या प्रारंभी राजा राम मोहन रॉय, महात्मा ज्योतिबा फुले, ताराबाई शिंदे, पंडिता रमाबाई, डॉ. बाबासाहेब आंबेडकर, महर्षी धोंडो केशव कर्वे, न्यायमूर्ती रानडे, इत्यादी समाजसुधारकांनी स्त्रियांच्या गुलामगिरी विरुद्ध आवाज उठवून महिलांना पुरुषांच्या बरोबरीने सर्वच क्षेत्रात समान अधिकाराची मागणी केली. दुसऱ्या महायुद्धानंतर सबलीकरणाची संकल्पना सर्वप्रथम अमेरिकेतील कृष्णवर्णीय जहाल गटांनी 1960 मध्ये मांडली. प्रामुख्याने 1960 च्या दशका मध्ये महिला सबलीकरणाची प्रक्रिया गतिमान झाली. महिला सबलीकरणाची जाणीव वैश्विक बनविण्यात संयुक्त राष्ट्र संघटनेचे योगदान महत्त्वाचे आहे.

भारतामध्ये स्वातंत्र्योत्तर काळात महिला सबलीकरणाचे प्रयत्न होत आहेत भारतात 1975 पासून व सहाव्या पंचवार्षिक योजने पासून या विषयाकडे गांभीर्याने पाहिले जाऊ लागले. आणि त्या दिशेने सरकारद्वारे सर्व स्तरांवर समतोल साधण्याचा प्रयत्न सुरू झाले. पहिल्या पंचवार्षिक योजनेअंतर्गत महिलांकडे पाहण्याचा दृष्टिकोन कल्याणकारी होता, हळूहळू त्याची जागा विकसनशील दृष्टिकोनाने घेतली आहे असे असले तरी आपला देश 21 व्या शतकाच्या भौतिक आणि वैज्ञानिक प्रगतीच्या शिखरावर पोहोचला असला तरी पाहिजे त्या प्रमाणात स्त्री पुरुष समानतेच्या प्रश्न अद्यापही सोडवता आलेला नाही. स्त्री-पुरुष समानता निर्माण करण्यासाठी डॉ. बाबासाहेब आंबेडकरांनी घटनात्मक तरतुदी केलेल्या आहेत त्यानंतर अनेक कायदे देखील स्त्रियांच्या यांच्या सबलीकरणाच्या दृष्टीने करण्यात आलेले आहेत. तसेच विविध पंचवार्षिक योजना व 1992 पासून राव सरकारने राष्ट्रीय महिला आयोगाची स्थापना केली. तसेच महाराष्ट्र सरकारने आजपर्यंत तीन महिला धोरण राबविलेले आहेत तसेच चौथे धोरण लवकरच जाहीर होणार आहे. असे प्रयत्न होऊनही भारतात आजही महिला सबलीकरण व सक्षमीकरण का होऊ शकले नाही हा उद्देश डोळ्यासमोर ठेवून अभ्यास करणे गरजेचे आहे.

अभ्यास विषयाचे महत्व

महिला सबलीकरणासाठी राष्ट्रीय व राज्य महिला सबलीकरण धोरण राबविण्यात आले. महिलांची प्रगती घडवून आणणे या हेतूने सामाजिक, शैक्षणिक, आर्थिक व राजकीयदृष्ट्या महिलांचा विकास व्हावा त्या सबळ शक्तिशाली व स्वावलंबी व्हाव्यात या दृष्टिकोनातून महिलांविषयक धोरण निश्चित करण्यात आले. त्यांना सर्वच क्षेत्रात समान संधी व समान वागणूक मिळायला हवी, असे असले तरी हे उद्देश साध्य होतांना दिसून येत नाही म्हणून त्या दृष्टीने संशोधनाचे महत्त्व आहे.

संशोधनाची उद्दिष्टे

1. महिला सबलीकरणाचा अर्थ समजून घेणे.
2. महिलांच्या कौटुंबिक, सामाजिक, आर्थिक व राजकीय स्थितीचा अभ्यास करणे.
3. महिला सबलीकरणासाठी शासनाने निश्चित केलेल्या धोरणांची माहिती घेणे.

शोधनिबंधाची गृहितके

1. महिलांना स्वतःच्या अधिकाराची जाणीव निर्माण झाली.
2. महिलांचे पूर्वीच्या तुलनेत सबलीकरण होत आहे.
3. महिलांची कौटुंबिक, सामाजिक व राजकीय स्थिती सुधारत आहे.

संशोधन पद्धती

प्रस्तुत विषयावरील शोधनिबंध लिहिण्यासाठी द्वितीय स्त्रोतांचा (Secondary Sources) चा आधार घेण्यात आलेला आहे. त्यासाठी मासिके, वर्तमानपत्रातील लेख, संदर्भ ग्रंथ यांचा आधार घेतला आहे व वर्णनात्मक, ऐतिहासिक, तुलनात्मक व विश्लेषणात्मक संशोधन पद्धतीचा वापर करण्यात आलेला आहे.

सबलीकरणाचा अर्थ

महिलांचे सबलीकरण ही संकल्पना महिलांच्या विकासाच्या संदर्भात रूढ झाली असून अबला महिलांना सबला करणे आणि त्यांना समान हक्क व संधी देणे हेच यामागील प्रमुख तत्व आहे. स्वतः वंचित व संधी वंचित महिलांना कोणत्याही भेदभावाशिवाय प्रगती करण्याची संधी देणे म्हणजेच महिलांचे सबलीकरण होय. भारत सरकारने 2001 हे वर्ष महिला सबलीकरण वर्ष घोषित करून महिलांना जीवनातील बदलाला मोठी चालना दिली आहे. अलीकडच्या काळात सर्वच क्षेत्रात महिला सबलीकरणाचे धोरण राबवले जात असून त्यामुळे विविध क्षेत्रात महिलांचा सहभाग मोठ्या प्रमाणात वाढत आहे.

सारांश महिला स्त्री सबलीकरण म्हणजे स्त्रियांचा सत्ता विभागणीत समान वाटा निर्णय प्रक्रियेत योग्य स्थान आणि सामाजिक आर्थिक तसेच राजकीय जीवनात त्यावावतची समानता प्राप्त करणे होय. महिलांच्या सबलीकरणासाठी स्वातंत्र्यपूर्व, स्वातंत्र्य नंतर झालेले कायदे, घटनात्मक अधिकार आणि विविध महिला धोरणे यांचा थोडक्यात आढावा पुढीलप्रमाणे.

भारत सरकारने स्त्री उद्धारासाठी केलेले कायदे

- बालहत्या प्रतिवंध पहिला कायदा 1802
- सतीवंदी कायदा 1819
- विधवा पुनर्विवाह् चा कायदा 1856
- नोंदणी विवाह् कायदा 1872 आणि 1954
- वालविवाह् प्रतिवंधक कायदा 1878 आणि 2006
- देवदासी प्रतिवंधक कायदा 1891
- संमती वयाचा कायदा 1891
- आंतरजातीय विवाह् वावतचे पटेल विल 1921
- वालविवाहाचा शारदा कायदा 1929
- हिंदू विवाह कायदा 1955
- घटस्फोटाचा कायदा 1955
- पोटगी कायदा 1956
- हुंडा प्रतिवंधक कायदा 1961, 1984, 1986
- मुलींचा अनैतिक व्यापार विरोधी कायदा 1956
- दत्तक घेण्याचा कायदा 1956
- वेश्या व्यवसाय प्रतिवंधक कायदा 1956
- गर्भपात कायदा 1972
- गर्भजल परीक्षण विरोधी कायदा 1994 व 2003
- स्त्रियांचे वीभत्स प्रदर्शन विरोधी कायदा 1982
- कामाच्या ठिकाणी होणारा लैंगिक छळाविरोधी कायदा 1994
- कौटुंबिक हिंसाचार विरोधी कायदा 2005
- हिंदू वारसा दुरुस्ती कायदा 2005

वरील कायदे महिलांवर होणारे अन्याय अत्याचार थांबण्यासाठी व स्त्री पुरुष समानता निर्माण करण्यासा करण्यात आलेले आहेत, परंतु वास्तवात मात्र या कायद्याची अंमलबजावणी प्रभावीपणे होत नसल्याचे दिसून येते.

भारतीय संविधानातील तरतुदी -

स्वातंत्र्यप्राप्तीनंतर राज्यघटनेनुसार कायद्यासमोर स्त्री-पुरुषांना समानता देण्यात आली डॉ. बाबासाहे आंबेडकरांनी महिलांना सामाजिक, आर्थिक व राजकीय विकासाची समान संधी मिळावी यासाठी भारतीय संविधान काही तरतुदी करण्यात आल्या आहेत त्या पुढील प्रमाणे.

- कलम 14 कायद्यासमोर सर्व व्यक्ती समान असतील त्यात स्त्री पुरुष असावेत केला जाणार नाही.
- कलम 15 यात लिंगाच्या आधारावर भेद केला जाणार नाही.
- कलम 16 यात लिंगाच्या आधारावर भेद केला जाणार नाही.
- कलम 19 भारतीय नागरिकांना विकासासाठी दिलेल्या सत्त स्वातंत्र्यात स्त्री पुरुष असा भेदभाव केला जाणार नाही.
- कलम 23 स्त्रियांची विविध कारणासाठी पिळवणूक करता येणार नाही (क्रयविक्रीय देवदासी प्रथा इत्यादी)
- कलम 39 बी स्त्री पुरुष यांना समान कामासाठी समान वेतनाची तरतूद करण्यात आलेली आहे.
- कलम 42 महिलांना प्रसुतीकालीन रजेची तरतूद करण्यात आली आहे.
- कलम 52A स्त्रियांचा दर्जा उंचावण्यासाठी आणि प्रत्येक भारतीयांनी तिची प्रतिष्ठा जपली पाहिजे.
- कलम 243B नुसार पंचायत राज किंवा शहरी स्थानिक संस्थांमध्ये कलम 73 व 74 व्या घटनादुरुस्तीनुसार महिलांसाठी 33 टक्के आरक्षणाची तरतूद करण्यात आली 110 व्या घटनादुरुस्तीने 14 एप्रिल 2011 मध्ये यात वाढ करून 50 टक्के पर्यंत महिला आरक्षणाची तरतूद करण्यात आली.

असे असले तरी सर्वच स्त्रियांच्या बाबतीत याचा फार फायदा झाला असे म्हणता येणार येत नाही स्त्रियांना 50% राजकीय आरक्षण देऊनही त्यांचा मनावर तसा राजकीय सहभाग वाढला नाही निर्णय प्रक्रियेत त्यांना अजूनही डावलले जाते, आरक्षण कालावधी पुरतीच स्त्री राजकारणात असते आरक्षण संपले किती राजकारणाचा परिघाबाहेर जाते.

महाराष्ट्रातील महिला सबलीकरण

महाराष्ट्र राज्य हे देशातील पुरोगामी राज्य म्हणून ओळखले जाते. देशात पहिल्यांदा महिला धोरण तयार करणारे राज्य महाराष्ट्र होते 1994 मध्ये पहिल्या महिला धोरणाची घोषणा करण्यात आली होती, त्यानंतर 2001 मध्ये दुसरे महिला धोरण जाहीर झाले आणि 2014 मध्ये तिसरे महिला धोरण आखण्यात आले व आता 2023 मध्ये चौथ्या धोरणाची प्रतीक्षा आहे. राज्यातील या तिन्ही धोरणांनी महिलांना काय दिले हे तपासले तर मुलींना वडिलांच्या मालमत्तेत कायदेशीर अधिकार दिला घटस्फोट आणि पोटगीच्या कायद्यात काही महत्त्वाच्या सुधारणा केल्या गेल्या महिलेला पतीच्या समान वाटा स्त्रियांना नोकरी 30%आरक्षण मिळाले स्थानिक स्वराज्य संस्थांमध्ये महिलांना 50% आरक्षण मिळाले.

कायदेशीर मदतीसाठी राज्य महिला आयोग स्थापन झाला स्थानिक स्वराज्य संस्थांच्या स्व उत्पन्नातील 10% निधी महिला व बालकल्याणासाठी राखून ठेवण्यात आला त्यामुळे काही प्रमाणात महिलांच्या स्थिती सुधारणा झाल्याचे दिसून येते.

आता महाराष्ट्राची चौथे महिला धोरण येऊ घातले आहे मागील वर्षी या धोरणाचे प्रारूप जाहीर करण्यात आले या धोरणात एलजीबीटीक्यू (तृतीयपंथी समलैंगिक आदी) आणि वेश्या व्यवसायातील महिला यांच्या कल्याणाचा विचार करण्यात आला आहे. याशिवाय -

1. महिलांना वारसा हक्क मिळतो की नाही यावर सरकारची नजर.
2. महिलांच्या नावावर घर केल्यास मुद्रांक शुल्कात सवलत.
3. महिलांना जमीन भाडेतत्वावर देण्यासाठी प्राधान्य दिले जाईल.
4. महापालिका नगरपालिका स्थायी समितीमध्ये महिलांना आरक्षण.
5. महिलांसाठी स्वतंत्र सुरक्षित असे रात्र निवारे उभारणार.

6. प्लॉट घरांच्या खरेदी-वेळी महिलांना सामायिक मालकीचा हक्क देणार.
7. सार्वजनिक वाहन तळांवर महिलांसाठी शौचालय, रॅम, रेलिंग, चेंजिंग रूम, सॅनिटरी पॅड वेंडिंग मशीन, आपत्कालीन वैद्यकीय सेवा तसेच मदतीसाठी असलेले पॅनिक बटन सेवा ते दाबताच मदत यंत्रणा धावून येईल.
8. ऑटो, टॅक्सी, अवजड वाहनांसाठी चे परवाने देताना महिलांना प्राधान्य.

अशा अनेक महत्त्वपूर्ण तरतुदी या धोरणात ठेवण्यात आल्या आहेत. असे असले तरी बरकाम करणाऱ्या महिला शेतकरी, विधवा महिला, कोविडमुळे व गिंग अर्थव्यवस्थेचा परिणाम असंघटित क्षेत्रातील महिलांवर होताना दिसून येतो. ऑनर किलिंगच्या घटना वाढताना दिसून येत आहे यावर देखील चौथ्या धोरणाचा धोरणात समावेश करायला हवा.

आतापर्यंतच्या विविध कायद्यांचा व योजनांचा आणि धोरणांचा अभ्यास करता प्रत्यक्षात स्त्रियांच्या जीवनात अशी समानता मिळत नाही हेच दिसून येते. पुरुष वर्गाच्या वर्चस्व वादामुळे महिलांना आजही प्रचंड दडपणाखाली जगावे लागते. शोषण विरहित समाज पुरुषप्रधान संस्कृतीच्या अंतशिवाय येऊ शकत नाही त्यासाठी सर्व स्तरावरून प्रयत्न होणे आवश्यक आहे. समानतेचे ध्येय साध्य होण्यासाठी स्त्रियांची मानसिकता बदलणे आवश्यक आहे राज्यघटनेने व कायद्याने स्त्रीला अनेक अधिकार दिलेले आहेत जाणीव त्यांना होणे आवश्यक आहे आणि तेच घटक सबलीकरण प्रक्रियेला प्रभावी करीत आहेत.

संदर्भ ग्रंथ:

1. आधुनिक भारतातील स्त्रीजीवन HIS- 282 य. च. म. मुक्त विद्यापीठ नाशिक
2. महिलांचे राजकीय सक्षमीकरण- डॉ. दीपक पवार साईनाथ प्रकाशन नागपूर
3. स्थानिक स्वराज्य संस्थेत महिलांचा सहभाग व सामाजिक परिवर्तन- डॉ. प्रमिला जाधव पानसंवळ, चिन्मय प्रकाशन, औरंगाबाद.
4. आधुनिक राजकीय विचार प्रमाणे प्रणाली -डॉ. शुभांगी राठी, अथर्व पब्लिकेशन जळगाव
5. विचार मंथन महाराष्ट्रातील स्थित्यंतरे- डॉ. प्रमोद पवार, अथर्व पब्लिकेशन, जळगाव
6. आधुनिक भारतातील महिला सबलीकरण- प्रा. ए वी महाजन.
7. दिव्य मराठी, मधुरिमा, प्रा निलीमा देशमुख - महिला धोरण काय मिळाले आणि काय हवे? दि. 21 फेब्रुवारी 2023.
8. सबलीकरणाला प्रभावित करणारे घटक- दिव्य मराठी 21.2.2023.
9. लोकमत दिनांक- ६ मार्च 2023.

*समाजशास्त्र विभाग प्रमुख, ज. जि. म. वि. प्र. सह समाजाचे कला वाणिज्य व विज्ञान महाविद्यालय, जळगाव

***

ISSN 2231-0096

Platinum

A Peer Reviewed National Multidisciplinary Journal

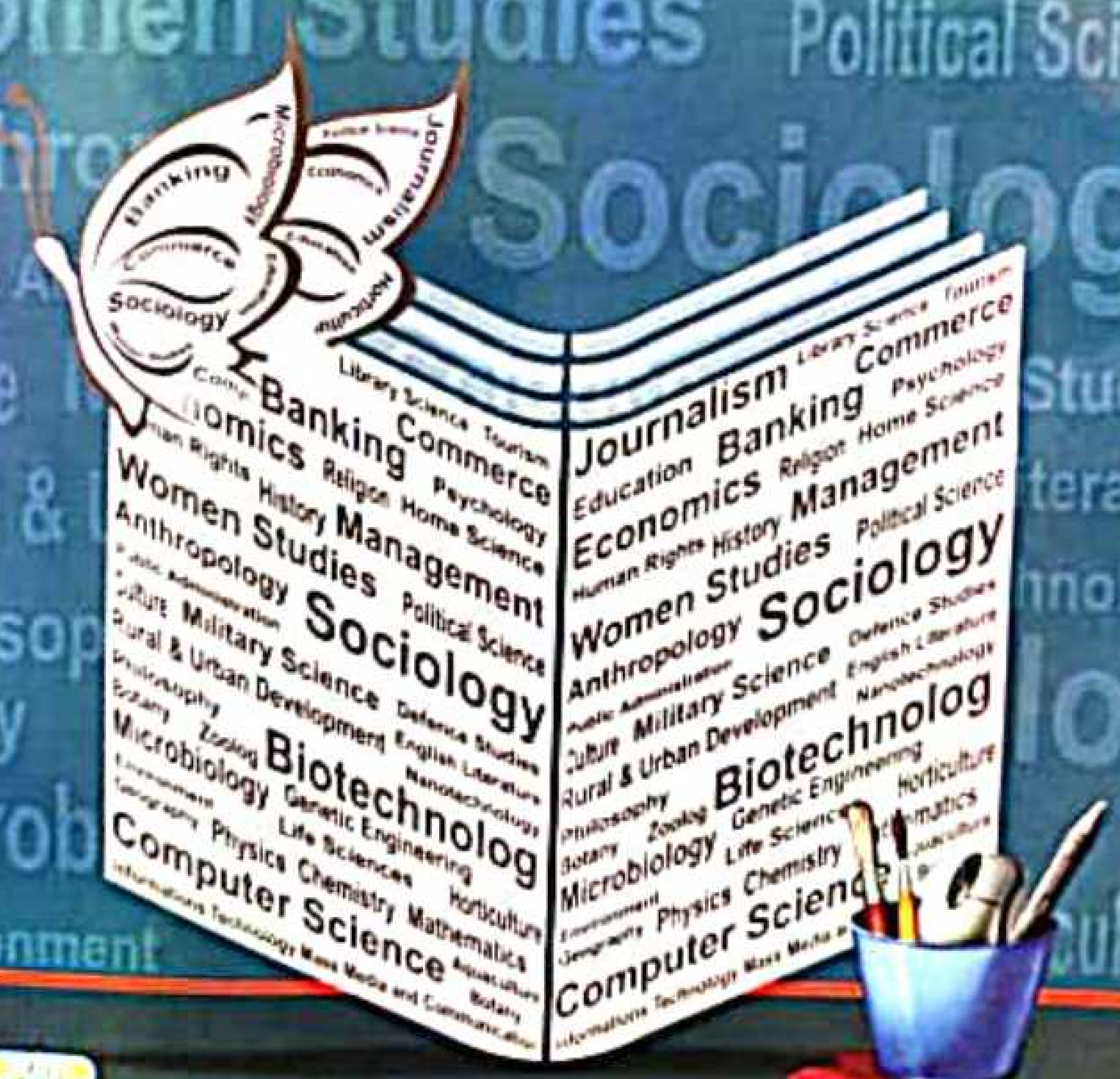

Kavayitri Bahinabai Chaudhari
North Maharashtra University, Jalgaon

and

Shirpur Education Society's

Smt. H. R. Patel Arts Mahila College, Shirpur Dist : Dhule [M.S.]

Jointly organize.

One-Day National Conference

on

"Women Empowerment : Issues and Strategies"

Wednesday, 29 March 2023

Chief Editor
Principal Dr. Sharda J. Shitole

Executive Editor
Dr. Gajanan Patil

Editors
Dr. Rahul G. Saner **Dr. Atul P. Khose**

ISSN 2231-0096

Platinum

A Peer Reviewed
National Multidisciplinary Journal
Volume - 14 Number - 2 April-June 2023

(For this issue only)

Chief Editor
Principal Dr. Sharda J. Shitole

Executive Editor
Dr. Gajanan Patil

Editors
Dr Rahul G. Saner
Dr Atul P. Khose

Advisory Editors
Dr Shyam Kayande, Nagpur
Dr Shivankar S N., Karnataka
Dr Kishor Gaikwad, Mumbai
Dr A. P. Kharnar, Nizampur
Dr Kesha Phale, Amaravati
Dr Ganesh Malte, Chikhali

Managing Editor
Mr Yuvraj Mali

Editorial Office
Atharva Publications
Plot No.17, Devidas Colony
Varkhedi Road, Dhule - 424 001
www.atharvapublications.com
E-Mail : atharvapublications@gmail.com

Branch :
Circulation & Advertisement
Atharva Publications
Shop No. 2, Nakshatra Apartment, Shahu nagar
Housing Society, Opp. Teli Samaj Mangal
Karyalay, Jalgaon - 425001

Subscription Rates
Single Copy for reader Rs. 1000.00 or
US $ 100.00 Only (extra postage charge)
For Processing Charges of research Paper
Individuals Rs. 1500.00 (each research paper) Or
US $ 150.00
Institutions Rs. 3000.00 per annum Or Us $ 300.00

1. Editing of the research journal is processed without any remittance. The Selection and publication is done after recommendation of subject expert Refree.
2. Thoughts, Language vision and example in published research paper are entirely of author of research paper. It is necessary that both editor and editorial board are satisfied by the research paper. The responsibility of the matter of research paper is entirely of author.
3. Along with research paper it is compulsory to sent Memership form and copyright form.
4. In any condition if any National/ International university denies to accept the research paper published in the journal then it is not the responsability of Editor, Managing Editor Publisher and Management.
5. Before re-use of published research paper in any manner, it is compulsory to take written acceptance form Managing Editor unless it will be assumed as disobedience of copyright rules.
6. All the legal undertaking related to this research journal are subjected to be hearable at Dhule Jurisdiction only.
7. The research journal will be sent by normal post. If the journal is not received by the author of research paper then it will not the responsibility of Editor and publisher. The amount or registered post should be given by the author of research paper. It will be not possible to sent second copy of research Journal.
8. Authors are requested to follow the author's Guide lines Contect Managing Editor - 9764694797

- For book reviews, please send two copies of the book (one for the Reviewer and other for the library of the journal) to the Managing editor.
- Donations of books, journals / cash / gift are welcome and will be gratefully acknowledged. All disputes concerning the journal will be settled in the court of Jalgaon, Maharashtra.

प्लॅटिनम या त्रैमासिकात प्रसिद्ध झालेली मते संपादक, सहसंपादक, कार्यकारी संपादक, आणि सल्लागार मंडळ यांना मान्य असतीलच असे नाही. या नियतकालिकात प्रसिद्ध करण्यात आलेल्या लेखातील लेखकांची मते ही त्यांची वैयक्तिक मते आहेत. समग्र शोधनिबंधाची जबाबदारी ज्या-त्या लेखकांवर राहील.

[illegible] अथर्व पब्लिकेशन्सतर्फे कार्यकारी संपादक श्री युवराज माळी यांनी प्लॉट नं. १७, देविदास कॉलनी, धुळे-४२४ ००१ (महाराष्ट्र) येथे प्रकाशित [illegible] [illegible] ग्राफिक्स, जळगाव येथे मुद्रित केले. भ्रमणध्वनी : ९४०४२०५२४० जळगाव (ऑ.) : ०२५७-२२३९६६६.

Index

- An Analytical Study of Female Characters in Arun Kolatkar's *Jejuri* and *Sarpa Satra* 9
  - *Dr V M Patil*
- Feminist Study of Urmila Pawar's The Weave of My Life (Aaydan) 11
  - *Mr Krishna Rohidas Sandanshiv*
- Girish Karnad's Naga-Mandala- A Representation of Gender Main Streaming Writing 13
  - *Mr Bharat Sonar*
- The Relationship between Social Intelligence and Happiness among Adolescents in Nashik District 16
  - *Mr Sandip Gaikwad*
  - *Dr Ravindra More*
- Plot and Women Characters in Gabriel Garcia Marquez's One Hundred Years of Solitude 19
  - *Dr Hemant Govindrao Pawar*
- Thoughts on Women Liberation in Therigatha 22
  - *Dr Jitendra B Patil*
- Women Leadership in Sports : Branding and Media a Review 25
  - *Dr Limbaji Pratale*
- Gender Issues in Arundhati Roy's The God of Small Things and Shobha De's Starry Nights 28
  - *Dr Vijay Songire*
- Labyrinth of Female Character and Protagonist : The Study of Arun Joshi's Novels 31
  - *Dr Pawan Chudaman Patil*
- An Impact on Social Media of Women Empowerment 34
  - *Dr Yogini P Dhakad*
- Indian English Literature and Place of Women in Trirchal Society 38
  - *Dr Umesh Yashwantrao Gangurde*
- An Investigation Overview Study on Government Policies towards Women Empowerment 41
  - *Dr Dinesh D Bhakkad*
- Women Empowerment : Issues, Challenges and Opportunities 45
  - *Dr Priya Narendra Kurkure*
- Kamala Markandaya's Rukmani, an Embodiment of Unending Feminine Struggle 49
  - *Dr Gajanan Pandurang Patil*
- Women Empowerment - Issues & Strategies 52
  - *Gokul Mahajan*
- Women in the Novels of Shashi Deshpande 54
  - *Prof Smt Hemangi Ratnakar Kulkarni*
- Mahatma Gandhi's Freedom Movement and Women's Participation 56
  - *Prof Dr H R Chaudhari*
- A Survey on Importance of Education for Women Empowerment in India 59
  - *Jayshri Tarachand Patil, Dr Rahul Gopichand Saner*
- The Status of Women in 21st Century and Their Empowerment : The Real Picture 62
  - *Mr Arun Ambu Patil, Dr Gajanan P Patil*
- Gender Inequality in Indian Society : Causes and Awareness 64
  - *Mr Deepak Arjun Mali, Dr Umesh Gulabrao Patil*

- **E-Commerce : An Economical Way to Women Empowerment** 67
  - *Mr Dhruvesh M. Patil, - Dr Arun U. Patil*
- **A Reading of Gender Inequality, Polygamy and Oppression in Aminatta Forna's *Ancestor Stones*** 70
  - *Mr Jitendra R. Pandeshi*
- **On Representation in Hindi Cinema and Discourse of Women- Subjugation** 73
  - *Mr Nitin S. Patil*
- **A study of the Female Protagonist in Anand Neelakantan's - The Rise of Sivagami in the light of Woman Empowerment** 76
  - *Ms Archana Sudhakar Patil, - Dr Gajanan Pandurang Patil*
- **Glimpses of Modern Woman in Sudha Murty's Gently Falls the Bakula** 78
  - *Ms Ratnajyoti Devidas Shimpi, - Prin. Dr A. P. Kharnar*
- **Bim's Journey towards Self - Discovery in 'Clear Light of Day'** 80
  - *Prof. Dr Indira S. Patil*
- **Women Empowerment in the Indian Armed Forces** 82
  - *Prof. Dr Jitendra Ananda Mali*
- **Women Empowerment : Issues, Challenges and Opportunities in Nandurbar District** 85
  - *Ravindra Arun Gurav*
- **Women Empowerment the Need of Time** 89
  - *Dr Hemkant Magan Chaudhari*
- **Gender Equality and Sustainable Development : An Integrated Approach to Attain Equilibruim Through Different Loegislations, policies and Reforms in India** 91
  - *Dr Shweta Deepak Sharma*
- **Rushdie's Feminist Approach in Shame** 95
  - *Dr Swati Ravindra Vihire*
- **The Representation of Women Characters in Arun Kolatkar's *Jejuri* and *Sarpa Satra*** 97
  - *Mrs. Bhavana B. Patil Dr V. M. Patil*
- **Transgressing Patriarchy : A Reading of Tsitsi Dangarembga's *Nervous Conditions*** 101
  - *Mr Pankaj S. Patil*
- **Empowerment of the Marginalized Feminine Voices in Anand Neelakantan's Mythological Fictions** .. 104
  - *Ms Vidya Yuvraj Patil*
- **Excessive Exercise can Shorten Your Life; Here's The Recommended Quantity of Exercise for A Healthy Life** 107
  - *Vinay Pawar, - Harshada Patil*
- **The Indian Constitution is a Protective Document of Women's Rights** 109
  - *Dr Atul Padmakar Khose*
- **The Strong and Independent Women in Tennessee Williams, *The Night of the Iguana*** 112
  - *Dr Gajanan Pandurang Patil, Smt. Malati Ramlal Adhav*
- **A Study on Women's Empowerment in India** 116
  - *Prof. Ms. Kalpana Shamrao Sonawane, Prof. Dr Hemkant Magan Chaudhari*
- **Bonsai Growth and Development of Women in Abburi Chayya Devi's Select Short-Stories** 119
  - *Mr Pramod Chaudhari*
- **Female Consciousness in Paulo Coelho's Novel *The Spy*** 121
  - *Dr Mahadev K. Waghmode*

Platinum ISSN 2231-4096 Volume - 14 Number - 2 April-June 2023

Bim's Journey towards Self - Discovery in 'Clear Light of Day'

- Prof. Dr. Indira S. Patil
Nutan Maratha College, Jalgaon

Abstract

Anita Desai is a celebrated Indian author who has made a significant contribution to the world of literature. She is known for her insightful exploration of human relationships, particularly those involving women. Her works focus on the lives of women in India and the challenges they face in a patriarchal society. Desai's novels are powerful commentaries on the cultural and social norms that govern women's lives in India, and they provide a voice for women who have been traditionally silenced.

One of the central themes in Desai's writing is women's empowerment. Her novels explore the ways in which women can assert themselves and gain control over their lives in a society that is often hostile to their aspirations. ThroughBim's character, Desai depicts the struggles and triumphs of women who are trying to break free from the constraints of tradition and social expectations.

Introduction

Anita Desai's 'Clear Light of Day' is a four dimensional novel. The novel is about, "Time as a destroyer and a preserver and about what the bondage of time does to people." The main kernel of the story deals with the life of four members of the family Tara,Bim, Raja and Baba. Their parents are indifferent and disinterested for their needs. Both the sisters struggle for living and identity. Here the parents are totally neglect their four children for their happiness. It was because of the utter neglect,which the children suffered from their parents that made them welcome the arrival of aunt Mira Masi. After the death of their father, being the eldest member of the family, Bim assumes the role of a father, taking care of brothers and sisters and later marrying them. So it is the story of Bimla, referred to Bim in the novel, who shoulders the responsibility of the family due to an irresponsible father and a diabetic mother.

In her childhood, Bim finds herself in the image of a great heroine. Her real life heroic figures are Joan of Arc and Florence Nightingale. She wants to achieve something in life. But due to the family responsibilities she remains unmarried to look after her mentally retarded brother Baba and sick Meera Masi. However, she realises that the world does not recognise her as Florence Nightingale or Joan of Arc. She knows life is a full of reality. She realises that Raja, her brother is not a hero and she is not a heroine either. She is so preoccupied with family responsibilities that she has no time for her own love and life. She feels lost and inferior to Raja and Tara her sister who achieve what they wanted. But in case of Bim, she is totally different from the other Indian girls whose only ambition is marriage. She rejects Dr. Biswas,a family doctor, with a good position in the society. She becomes angry when Dr.Biswas,who wanted to marry her, behaves in the typically patriarchal way of keeping woman down,by misunderstanding Bim's refusal. "Now I understand why you do not wish to marry. You have dedicated your life to others,to your sick brother and your aged aunt and little brother who will be dependent on you all his life. You have sacrificed your life for them." Dr.Biswas does not understand the real reason for refusal because his justification for her refusal is she is a woman who wants to serve her family and sacrifices her life for them. He is not able to visualise Bim as a strong woman who wants to be independent. The irony of the novel is that in spite of her sacrifice the familiar after everyone is busy in his or her family and she gets nothing but acrimony and bitterness. So there is a suffering in the mind of Bim regarding the futility of her desire. She loses her sense of co-ordination within herself and with others.

In the second part of the novel, there is an anger and bitterness, but there is also an effort to reconcile and accommodate. We find anger and bitterness in the novel due to the relations between brother and sister (Raja and Bim) have been soured and embittered on account of small matters. According to our Indian culture, it is the son who carries the family responsibility, but here Bim's brother Raja instead of sharing the family responsibility, marries their landlord and neighbours Hyder Ali's daughter Benazir and goes to Hyderabad to live there. When Bim received a letter from Raja informing her that he had inherited all Hyder Ali's property and he assured her that she would

stay in the house for as long as she wanted, he could never dream of increasing the rent or asking her to vacate the house. She is frustrated regarding the action of her brother. She refuses to go to Hyderabad for Raja's daughter's marriage. But in the course of time, in her maturing consciousness, Bim realises that she was narrow in her love to her brothers and sisters and forgives all. Bim who had always believed in the past, matures now and begins to look a fresh in the 'Clear Light of Day'.

So, Bim the chief protagonist of the novel is admirable and make her personality outstanding. Although she is often unsteady, oscillating between the struggle, in the end she discovers the structure of her own consciousness and achieves wholeness. The melancholia that shatters her balance for twenty years is a measure of her sense of failure of life and to honour her aspirations. But nonetheless, her courage and intellectual strength remain unaffected. At times she appears to be a "failed quester" who desires to conquer the world but who ends up by conquering herself. What is remarkable about her is that she develops the awareness of time and its importance in human life, and strives "to be whole" and to be sane in the midst of "decay, destruction and death."

In this way we can say that women faces many problems and struggle for their identity and at last prove themselves. Empowerment has opened up broader communication lines and brought together different worldwide organisations. These provide opportunities for man and woman, which promotes equality between the sexes for which Indian women having struggling in their lives.

Conclusion

In conclusion, We find Anita Desai's writing as a powerful testament to the struggles and triumphs of women in India. Her novels provide a voice for women who have been traditionally silenced and offer a vision of empowerment and liberation. Through her work, Desai has helped to raise awareness about the challenges that women face in India and has inspired many women to assert themselves and pursue their dreams. Her writing is a testament to the resilience, strength and creativity of women and it serves as an inspiration to all those who seek to create a more just an equal world.

References

1) Heinemann, William. Clear Light of the Day. Allied Publishers, 1980.
2) Khanna, Shashi. Human relationships in Anita Desai's Novels. Sarup and Sons, New Delhi.
3) Shrivastava, Sharad. The New Woman in Indian English Fiction. Creative Books, New Delhi, 1996.
4) Hess, Robert D. and Handel, Gerald. The Family, a Psychological Organization, in the Psychological interior of the family, ed. Gerald Herald, Chicago, 1967.

□ □ □

e-ISSN: 2319-8753 | p-ISSN: 2347-6710

IJIRSET

International Journal of Innovative Research in
SCIENCE | ENGINEERING | TECHNOLOGY

INTERNATIONAL JOURNAL OF INNOVATIVE RESEARCH

IN SCIENCE | ENGINEERING | TECHNOLOGY

Volume 11, Issue 2, February 2022

INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INDIA

Impact Factor: 7.569

9940 572 462 | 6381 907 438 | ijirset@gmail.com | www.ijirset.com

| e-ISSN: 2319-8753, p-ISSN: 2347-6710| www.ijirset.com | Impact Factor: 7.569|

|| Volume 11, Issue 2, February 2022 ||

| DOI:10.15680/IJIRSET.2022.1102014 |

Synthesis, Crystal Structure and Thermal Properties of Cr-doped Bi_2S_3 Crystals by Gel Method

K.B.Patil[1], S. K. Bachhav[1]

Department of Physics, Arts, Science and Commerce College, Varangaon, Jalgaon (MS), India[1]

ABSTRACT: Cr-doped Bi_2S3 crystals were grown in silica gel medium by single diffusion method. The grown crystals were characterized by thermo analytical techniques (TGA and DSC), X-ray powder diffraction (XRD), by powder X-ray diffraction analysis the crystal structure is confirmed to be Orthorhombic having lattice parameters a = 4.76 A°, b = 3.97 A°, and c = 12.39 A°. Thermal study reveals that Iron doped Bismuth Tri-Sulphide crystal is Di-hydrous. TGA and DSC analysis shows a remarkable thermal stability.

KEYWORDS: Gel method, Cr-doped Bi_2S_3 crystal, X-ray diffraction, TGA and DSC

I. INTRODUCTION

Several investigators used gel method for growing different crystals [1-4] Bismuth sulphide is V-VI group compound semiconductors application in optoelectronic devices [5]. Bismuth sulphide semiconductor with band gap energy ranges 1.3 eV to 1.7 eV. [6, 7].Optical and structural properties of Bi_2S_3 with various dopants are studied. Fe was reported [8-10] all these researchers have used different synthesis methods. The purpose of this paper is to report the synthesis of single crystals Cr doped Bi_2S_3 using gel method. The thermal properties of the grown crystals were studied using Thermogravimetric and differential scanning calorimetry thermal analysis. TGA and DSC analysis shows a remarkable thermal stability.TGA and DSC analysis suggest that the thermal stability of Bismuth tri- Sulphide crystal decreases due to Chromium doping.

II. LITERATURE REVIEW

Growth of crystal is an important aspect of materials science. The art and the science of crystal growth have developed very much like any other branch of science. Bismuth tri sulphide is a ferroelectric semiconductor having Para electric phase and exhibiting interesting photo conducting behaviour. Bi_2S_3 are narrow band gap semiconductor with layered structure are interesting, and important because of major contribution in solar cells, photo detectors, opto-electronic light amplifiers, Lasers, photo electronic etc. Nano crystals of Bi_2S_3 in different shape and sizes have applications in hydrogen storage, high-energy battery and catalytic field. By looking to wide applications of and importance of the Bi_2S_3 single crystals, these crystals were grown from melt, using modified Bridgeman Stock burger, Chemical Vapour Transport method, and Skeleton layered structured crystals were grown by hydrothermal method. Flower like nanobelts, Straw-tied nano wires are synthesized by facile decomposition and precursor solution method. There are very few reports available in the literature on single crystal growth of Bi_2S_3. Synthesis of nanomaterial has become a prolific area of investigation due to their wide range of applications.

III. METHODOLOGY

The required Silica gel medium was prepared by adding the Sodium-Metasilicate solution (specific gravity 1.04 g/cc) drop by drop with constant stirring into the 5 ml Acetic acid till the pH value was 4.4. Then add 15 ml H_2S Gas Water solution was as inner reagent. The gel was usually set within two to three days. It was left for two days for gel ageing and then the outer reagent, aqueous solution of Bismuth Chloride ($BiCl_3$) and $CrCl_3$ was added on to the top of the gel. The mixture was carefully poured along the walls of the tube with the help of pipette over the set gel, in order to avoid gel breakage. After addition of upper reactant, mixture small nucleation was observed within 36 hours.. The reaction between Bismuth Chloride, dopant and H_2S Gas Water solution in gel medium resulted in the growth of doped Bismuth tri-Sulphide crystals.

$$2\text{-}x\ BiCl_3 + xCrCl_3 + 3H_2S = Bi_{2\text{-}x}Cr_xS_3 + 6HCl$$

International Journal of Innovative Research in Science, Engineering and Technology (IJIRSET)

| e-ISSN: 2319-8753, p-ISSN: 2347-6710| www.ijirset.com | Impact Factor: 7.569|

|| Volume 11, Issue 2, February 2022 ||

| DOI:10.15680/IJIRSET.2022.1102014 |

IV. EXPERIMENTAL RESULTS

X-Ray Diffraction Study

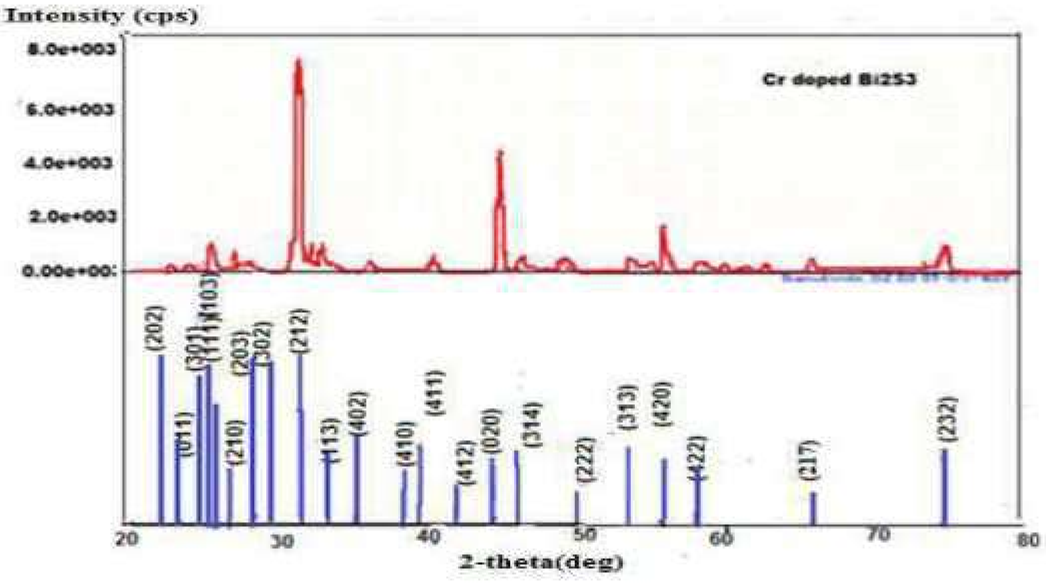

The grain size for grown crystals were derived using x-ray diffraction line broadening analysis based on the Scherrer formula

The crystallite size determine by using relation $D = \frac{0.9(\lambda)}{(\cos\theta)\beta}$

β is full width of half maxima in radian = 0.229 ^{0} in radian β =0.003839

$D = \frac{0.9\times1.54056}{0.003839\times\cos15.7} = 37.66$ nm

Average grain size is 37.66 nm.

Grain size of Cr doped Bismuth tri sulphide crystals =37.66 nm

In Orthorhombic crystal structure the length of unit cells are different . i.e. $a \neq b \neq c$ & $\alpha = \gamma = \beta = 90^0$. Chromium doped Bismuth Tri-Sulphide crystals fulfil the condition of Orthorhombic structure, having lattice parameters a = 4.76 Å, b = 3.97 Å, and c =12.39 Å

TGA and DSC Measurements

Thermo gravimetric analysis (TGA)

Figure shows the TGA curve of Chromium doped Bismuth tri sulphide crystal. The different stages of decomposition of Chromium doped Bismuth tri sulphide crystals are presented in table

Stage Decom.	Decomposition Temperature range	%weight loss Observed	% weight loss Calculated	molecule loss in stage
1	29.58to 500	12.403	11.26	$2H_2O$ -- $2SO_2$ ↑
2	500 to 786.271	6.812	17.58	$4SO_2$ ↑
	Totalweight loss	19.215	28.84	
	Residue Stable[$2Bi_2O_3$] ↓	80.785	71.16	2 $CrBi_2O_3$ ↓

| e-ISSN: 2319-8753, p-ISSN: 2347-6710| www.ijirset.com | Impact Factor: 7.569|

|| Volume 11, Issue 2, February 2022 ||

| DOI:10.15680/IJIRSET.2022.1102014 |

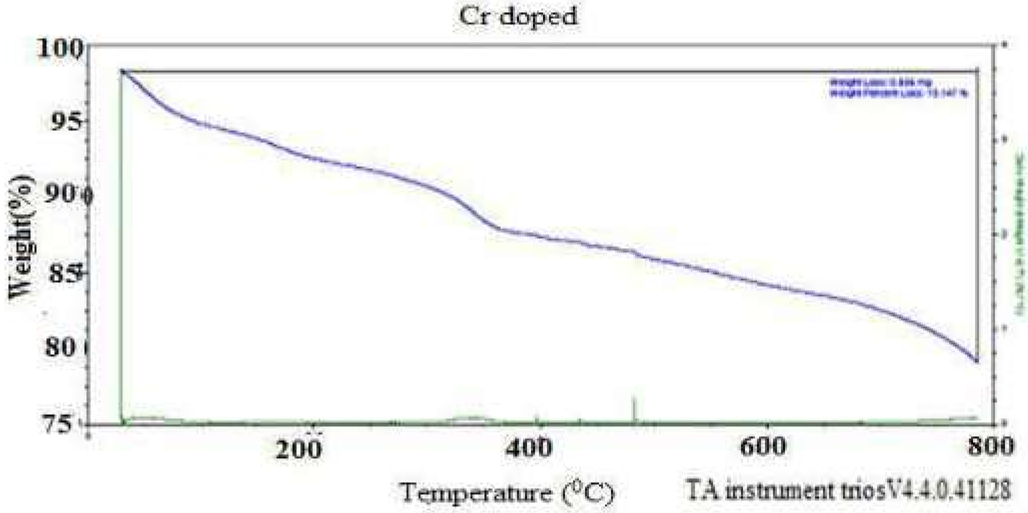

The stages of decomposition of Cr doped Bi_2S_3 crystals are given in table. The first stage of decomposition occurs at the temperature range 29.58 to 500 ^{0}C in which the observed weight loss was found to be 12.403 % which is good agreement with calculated weight loss 11.26 %. This weight loss is attributed to loss of [$2H_2O$ +$2SO_2$] and decomposition is in continuous manner.

Decomposition, at second stage occurs in the temperature range 500 to 786.271^{0}C in which observed weight loss of 6.812 % nearly agreed with calculated weight loss %. Here observed weight loss appear to be less as compared with calculated can be attributed due to incomplete decomposition of Bi_2S_3.. This weight loss is attributed to loss of $4SO_2$ and decomposition is in continuous manner. The remaining product finally turns into residue $CrBi_2O_3$ is confirmed at 790.112^{0}C.The observed residue weight was 80.785 %, which is nearly good agreement with calculated residual weight 70.005%. This confirms the present of Chromium and Bismuth in grown crystals.

Differential scanning calorimetry

Specimen material and reference material both are maintained at almost the same temperature during the conduct experiment. Here we can measure the transition state of the material.

The differentials scanning calorimetry analysis of the grown crystals was recorded between 30^{0}C to 300^{0}C in the nitrogen atmosphere using Metlac TA 4000. The initial weight of sample was 3.8 mg and heating rate was maintained at 20^{0}C/min. The DSC curve for Cr doped Bismuth tri sulphide gel grown crystals is shown in figure . The initialization temperature to start the thermo analysis of the grown crystals was from 31.22^{0}c and phase change ended at peak end-down temperature of 112.3^{0}c.The temperature at which the sample and the reference come to thermal balance by thermal diffusion. The peak appeared in the DSC curve at 140.05^{0}c indicates the phase transformation due to loss of water molecules and formation of stable anhydrous Cr-Bi_2S_3 crystals. This is the good agreement with the TGA curve.

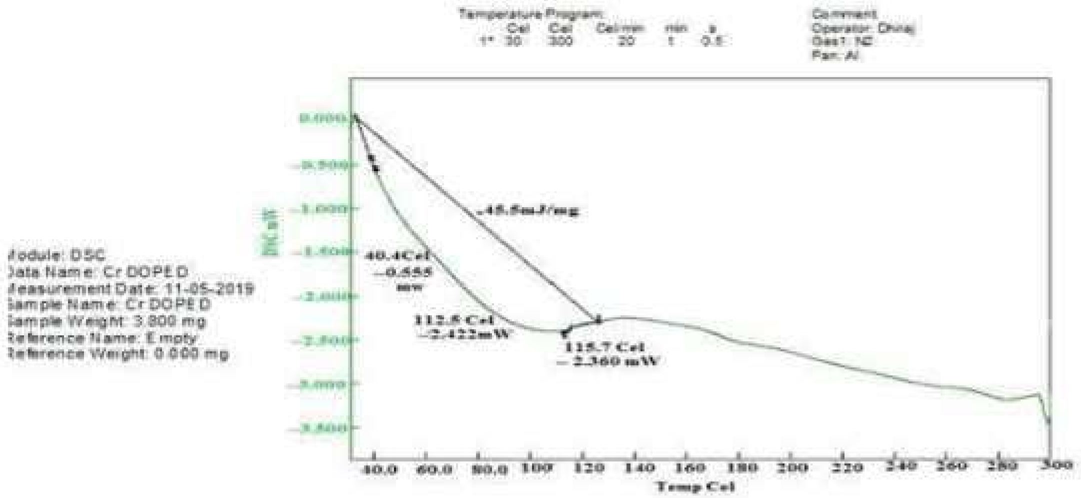

| e-ISSN: 2319-8753, p-ISSN: 2347-6710| www.ijirset.com | Impact Factor: 7.569|

|| Volume 11, Issue 2, February 2022 ||

| DOI:10.15680/IJIRSET.2022.1102014 |

V. CONCLUSION

Chromium doped Bi2S3 crystals can be successfully grown by silica gel method. Gel setting period is strongly dependent on pH of a mixture of sodium meta silicate, acidic acid and density of sodium meta silicate. The results of TGA analyses indicated that the first stage of decomposition occurs at the temperature range 29.58 to 500 ^{0}C in which the observed weight loss was found to be 12.403 %. This weight loss is attributed to loss of [$2H_2O$ +$2SO_2$] and decomposition is in continuous manner. Decomposition, at second stage occurs in the temperature range 500 to 786.271^{0}C in which observed weight loss of 6.812 % nearly agreed with calculated weight loss %. Here observed weight loss appear to be less as compared with calculated can be attributed due to incomplete decomposition of Bi_2S_3. This weight loss is attributed to loss of $4SO_2$ and decomposition is in continuous manner. The remaining product finally turns into residue $CrBi_2O_3$ is confirmed at 790.112^{0}C. The peak appeared in the DSC curve at 140.05^{0}c indicates the phase transformation due to loss of water molecules and formation of stable anhydrous Cr-Bi_2S_3 crystals.

REFERENCES

[1] S. Revathi, Dr. M. Alagar,"GROWTH AND CHARACTERIZATION OF CALCIUM CHLORIDE DOPED TRIGLYCINE SULPHATE SINGLE CRYSTALS", International Journal of Interdisciplinary Research and Innovations pp 321-331 , Vol. 6, 2018

[2] Patel, A.R. and Arora, S.K., "Growth of mixed Sr1−xCaxC4H4O6 crystals in gel", Journal of Crystal Growth, Vol. 37, Issue 3, pp. 343-345, 1977.

[3] Henisch, H.K., Dennis, J., Hanoka, H.I., "Crystal growth in gels", Physics and Chemistry of Solids, Vol. 26, issue 3, pp. 493-500, 1965

[4] Joshi, V.S. and Joshi, M.J., "FTIR spectroscopic and thermal studies of calcium tartrate tri hydrate crystals grown by gel assistance", Indian Journal of Physics, Vol. 75A, issue 2, pp. 159-163, 2001

[5] Rahimkutty, M.H., Rajendra Babu, K., Sreedharan Pillai, K., Sudarsana Kumar, M.R. and Nair, C.M.K., "Thermal behavior of strontium tartrate single crystals grown in gel", Bulletin of Materials Science, Vol. 24, No. 2, pp. 249–252, 2001.

[6] N.S. Patil, P.A. Chaudhari and D.S. Bhavsar, "Growth of cadmium tartrate crystals by gel technique", Arch. Appl. Sci. Res., 3(3): 272-278, 2011

[7] H.O. Jethva and M.V. Parsania, "Growth and characterization of lead tartrate crystals", Asian J. Chem. 22(8), 6317-6320, 2010.

[8] Arora, S.K., Patel, V., Amin, B. and Kothari, A., "Dielectric behaviour of strontium tartrate single crystals", Bulletin of Materials Science, Vol. 27, No. 2, pp. 141-147, 2004.

[9] Dabhi, R. M. and Joshi, M.J., "Thermal studies of gel-grown cadmium tartrate crystals", Indian Journal of Physics, Vol. 77, pp. 481-485, 2003

[10] S. J. Shitole, K B Saraf, "Growth and study of some gel grown group II single crystals of iodate", Bull. Mater. Sci. 5 (2001) 461.

[11] S. L. Garud, K. B. Saraf, "Growth and study of mixed crystals of Ca-Cd iodate", Bull. Mater. Sci. 4 (2008) 639.

[12] S. J. Joshi, K. P. Tank, B. B. Parekh, M. J. Joshi, "Characterization of gel grown iron-manganese-cobalt ternary levo-tartrate crystals", Cryst. Res. Technol. 45 (2010) 303.

[13] Sawant, D.K., Patil, H.M., Bhavsar, D.S., Patil, J.H., Girase, K.D., "SEM, PL, and UV properties of mixed crystals of Ca-Ba tartrate in silica gel‖", Der Chemica Sinica, Vol. 2, issue 3, pp. 63-69, 2011.

INNO SPACE
SJIF Scientific Journal Impact Factor
Impact Factor: 7.569

doi crossref

INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INDIA

निस्केयर NISCAIR

INTERNATIONAL JOURNAL OF INNOVATIVE RESEARCH

IN SCIENCE | ENGINEERING | TECHNOLOGY

9940 572 462 6381 907 438 ijirset@gmail.com

Scan to save the contact details

www.ijirset.com

Journal of Advances in Applied Sciences and Technology
ISSN : 2393-8188 (print)
2393-8196 (online)
www.milliyasrcollege.org.journal.php

THERMAL STUDIES ON COPPER DOPED BARIUM TARTRATE SINGLE CRYSTALS BY SILICA GEL TECHNIQUE

Suresh K.Bachhav*, Hemant.G. Bangale[2], K.B. Patil[3]

[1,3]J.D.M.V.P.Co-op Samaj's , Arts Commerce and Science College, Varangaon Dist. Jalgaon (M.S), India
[2]J.D.M.V.P.Co-op Samaj's , Arts Commerce and Science College, Yawal Dist. Jalgaon (M.S), India

*Correspondingauthoremail:sureshbachhav47@gmail.com

Abstract: In the present research work, the single crystals of copper doped Barium tartrate were grown by single diffusion technique. The optimum growth conditions of copper doped Barium tartrate were optimized by varying various parameters such as pH of the gel solution, gel concentration, gel setting time, concentration of the reactance. The platy shaped crystals were obtained in silica gel at room temperature. The effect of copper doping on the Barium tartarate has been studied. The XRD pattern shows that Copper doped barium tartarate crystals are polycrystalline, having orthorhombic structure. Thermo gravimetric analysis (TGA) and Differential thermal analysis (DTA) curveshows the percentages of the weight loss in the different stages of decomposition of barium tartrate. Differential scanning calorimetry (DSC) curveshows the phase transformation due to loss of water molecules and formation of stable anhydrous $CuBaC_4H_4O_6$ crystals.

Keywords:Crystal growth techniques Single diffusion, XRD, TGA, DTA and DSC.

1. INTRODUCTION

In the present work, doped and undoped barium tartrate crystals were grown by silica gel method using single diffusion technique. Copper is used as dopant. However, there is not a single research paper available in the literature survey on the growth and characterizations of these barium tartrate crystals.

We have turned our attention towards the tartarate crystals as these crystals are having good application and can be synthesized by gel technique. Commercially, the tartrate compound can be used in various applications like antimony in urinary drugs, ferroelectric applications of sodium-potassium tartrate [1], potassium-chromium tartrate in medicine [2] and so on. Many people studied various tartrate compounds like calcium-strontium mixed levo tartrate [3], zinc tartrate [4] and cadmium tartrate [5] with respect to their properties such as dielectric, magnetic, ferroelectric, piezoelectric, and optical and other pertinent characteristics. Crystal habits of various crystals, grown under different conditions and also by different methods were described by Buckley [6], Hartman [7], Kern [8], Chernor [9], Burton [10] and Mullin [11]. A number of factors such as degree of saturation, type of solvent [12], pH of the gel media [13, 14], presence of impurities [15,16] and the change in growth temperature also presumably affect significantly the morphology of the crystal [17]. The crystals, which can't satisfactorily grow from melt and vapor, are grown successfully by using this method [18- 20]. Barium tartarate is a quite interesting compound as they are having good applications. Hence in the present course of investigation it has been decided to synthesize and characterize Copper doped Barium tartarate crystals by silica gel method. The grown crystals are characterized by XRD, TGA, DTA and DSC techniques.

2. MATERIAL AND METHODS

Table 1: Optimum condition for growth of strontium-

doped barium tartrate crystals.

Sr. no	Optimum growth Conditions	Single diffusion
01	Density of sodium meta silicate solutions (Na_2SiO_3)	1.05 g/cm^3
02	Concentration of acetic acid (CH_3COOH)	1M
03	pH of mixture	4.3
04	Temperature	Room Temp.
05	Concentration of ($BaCl_2$)	1M
06	Dopend Concentration of $CuCl_2$)	0.05M
07	Concentration of supernatant ($C_4H_6O_6$)	1M
08	Gel setting time	2days
09	period of crystals growth	6 weeks

10All chemicals used were of AR grade. The chemicals used for growth of single crystal were acetic acid (CH_3COOH), sodium meta silicate (Na_2SiO_3), tartaric acid ($C_4H_6O_6$), Copper Chloride ($CuCl_2$) and barium chloride ($BaCl_2$). Different molar mass was tried to determine the optimum growth conditions. The gel was prepared by mixing the solutions (CH_3COOH), (Na_2SiO_3), ($BaCl_2$) and ($CuCl_2$) having different pH values varying from 4.0 to 4.3. The prepared gel was transferred in glass tube of diameter 2.5cm and 15cm in length. The mouth of tube is covered by cotton plug and kept for the setting. After setting the gel, it was left for aging. After two days the supernatant ($C_4H_6O_6$) of 1M concentration was poured over the set gel by using pipette and kept undisturbed by covering the cotton plug on the mouth of tubes.

Hydro silica gel is very good medium for growing better quality doped and undoped crystal of barium tartrate. The 0.05M concentrations of $CuCl_2$ in an aqueous solution were used to grow Cu doped barium tartrate crystals. To grow well defined crystals of Copper-doped barium tartrate, several experiment were performed by varying growth parameters like gel pH, gel age, gel density, and molarities of lower and upper reactions, in order to establish the optimum condition for the growth.The optimum growth conditions for high quality crystals established by varying various parameters are given in Table 1.

3. RESULTS AND DISCUSSION

3.1 X-ray powder diffraction analysis (XRD)

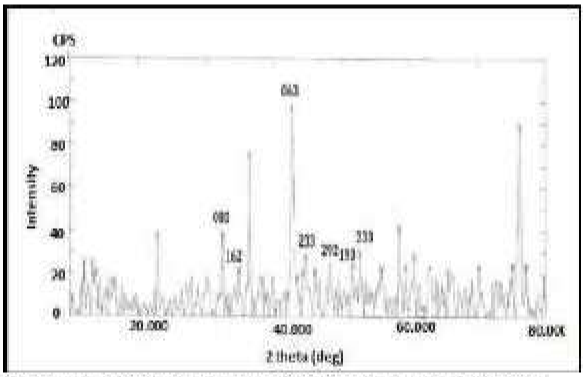

Figure 1 the XRD pattern of barium tartrate Crystal.

The Fig.1 shows the XRD pattern of barium tartrate whereas Fig.2 shows the XRD pattern of $SrBaC_4H_4O_6$ crystals. The XRD study reveals that barium tartrate crystal belongs to orthorhombic system and the incorporation of the dopant has not changed the structure of the parent crystal. The slight shift of XRD peaks, variations in intensity and lattice parameters of doped Barium tartarate crystals indicated that dopend are really doped into the $BaC_4H_4O_6$ structure. Table 2 shows the XRD data of barium tartrate and Table 3 shows the XRD data of Sr doped barium tartrate crystals. The calculated h k l values were found to be in good agreement with the JCPED card no. 26-0192 and 04-0836.

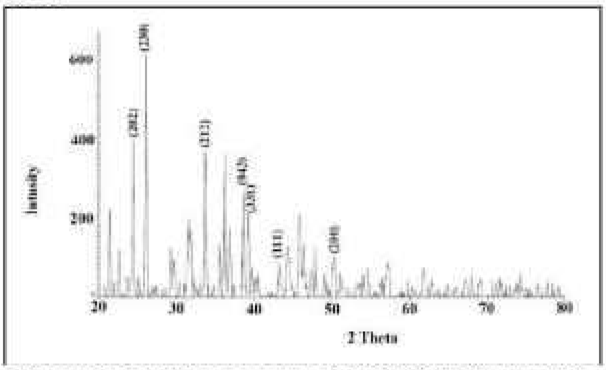

Figure 2 the XRD pattern of $CuBaC_4H_4O_6$ crystals (0.05M.)

Table 2. The XRD data of barium tartrate crystal (λ =1.54056Å).

Observed data values			Standard data values			
2θ	d-value	Inten.	2θ	d-value	Inten.	h k l
32.400	2.7609	39	32.375	2.7630	16	0 8 1
34.800	2.5758	21	34.864	2.5709	25	1 6 2
42.600	2.1204	103	42.590	2.1210	4	0 6 3
44.600	2.0299	28	44.692	2.0260	2	2 3 3
48.200	1.8864	25	48.402	1.8790	4	2 9 2
51.600	1.7698	24	51.563	1.7710	1	1 9 3
52.600	1.7384	30	52.584	1.7391	2	3 3 3

Table 3. The XRD data of Cu doped barium tartrate crystals (λ =1.54060Å).

observed values from XRD				standard data values		
Sr. No	2θ values	d values	Inten.	2θ values	d values	h k l
1	24.600	3.6159	323	24.606	3.6149	2 2 0
2	26.000	3.4243	873	26.009	2.4230	2 3 0
3	33.700	2.6574	525	33.718	2.6560	2 1 2
4	37.500	2.3964	151	37.489	2.3970	3 0 1
5	38.900	2.3133	159	38.889	2.3140	0 4 3
6	39.200	2.2963	137	39.204	2.2960	3 3 1
7	43.400	2.0883	179	43.290	2.0883	1 1 1
8	50.400	1.8091	120	50.431	1.8081	2 0 0

The slight shift in the position of diffraction peaks to lower value reflecting a slight elongation along a, b and c axes. Lattice parameters values and the grain size of doped and undoped barium tartrate crystals are given in the Table 4. The grain size data for grown crystals was derived by using Scherrer formula. The grain size of the undoped barium tartrate crystals is around 35.44 nm while average grain size is around 49.28 nm. It was observed that the grain size of the undoped barium tartrate crystal increases with Cu doping and subsequent doping shows the increasing tendency in grain size.

Table 4. Calculated Comparative study of lattice parameters and grain size of doped and Undoped $BaC_4H_4O_6$ crystals.

Comparative study	Lattice Parameters			Grain size (nm)
	A	B	C	
Undoped ($BaC_4H_4O_6$) crystals (1M)	7.590	23.780	7.536	35.44
Doped ($BaC_4H_4O_6$) crystals with Cu (0.05M)	8.868	24.729	8.421	43.95

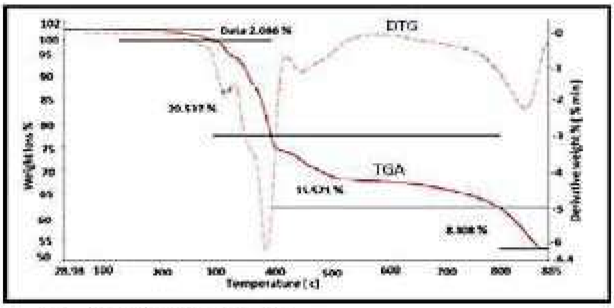

3.2 Thermal analysis

Figure 4. TGA & DTG curve of barium Tartrate crystals.

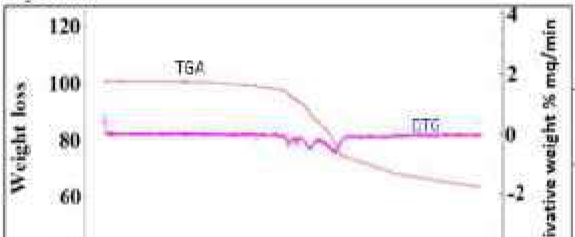

Figure 5. TGA & DTG curve Cu doped $BaC_4H_4O_6$Crystals (0.05 M).

The percentages of the weight loss in the different stages of decomposition of **doped and undoped barium tartrate crystals** are presented in table 5. There is a good agreement between the observed and calculated weight losses. Copper barium tartrate is water coordinated compound. Therefore, there is a possibility that this crystal may lose some of its water molecules while heating. TGA of Copper barium tartrate showed clearly four stages of decomposition as dehydration, Copper barium tartrate.

Table 5. TGA data of doped and undoped barium tartrate crystals.

Crystals	Step	Temperature range (°C)	Observed % weight loss	Calculated % weight loss	Probable loss of molecules
$BaC_4H_4O_6$ (1M)	I	29- 292	2.09	03.05	$-0.5H_2O$
	II	292-393	20.53	20.38	-2Co2H$_2$
	III	393- 799	15.57	16.30	-Co$_2$
	IV	799- 883	8.80	09.51	-Co
$CuBaC_4H_4O_6$ (0.05M)	I	27-200°C	2.45	2.51	$-0.5H_2O$
	II	200-365°C	17.34	16.76	-2Co & H$_4$
	III	365-383°C	12.72	12.29	-Co$_2$
	IV	383-599°C	8.11	7.82	-Co

3.3 Derivative Thermo Gravimetric Analysis (DTG): In figure 5.9 shows the decomposition peaks and studies as follows.

I. In the first stage of decomposition, major endothermic peak at 190^0C is attributed to loss of $0.5H_2$. The peak observed in the DTG curve corresponds to the weight loss 2.45% in the TG curve.

II. There are two endothermic peaks at 345^0C and 360^0C in the second stage of decomposition is attributed to loss of 2CO and H_4. The peak observed in the DTG curve corresponds to the weight loss17.34% in the TG curve.

III. The endothermic peak at 385^0C in the third stage of decomposition is attributed to loss of CO_2.The peak observed in the DTG curve corresponds to the weight loss 12.72% in the TG curve.

IV. In the fourth stage there is no endothermic peak; decomposition is attributed to loss of CO. The peak observed in the DTG curve corresponds to the weight loss 8.11% in the TG curve.

Beyond the temperature 599^0C, the reaction proceeds and finally stable residue Cu: $BaC_4H_4O_6$ remains up to the end of analysis.

3.4 Differential scanning Calorimetry (DSC) Study

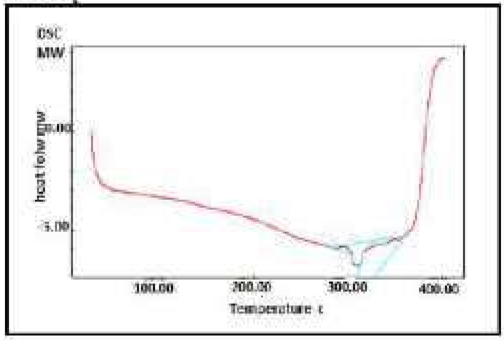

The differentials scanning calorimetry (DSC) analysis of the grown crystals was recorded between 20^0C to 400^0C in the nitrogen atmosphere using Metals TA 4000 Instrument. The initial weight of sample was 0.100mg and heating rate was maintained at 10^0C/min. The Fig.6 (a) shows the DSC curves of Barium tartrate crystals. The initiation temperature is 302.77^0C phase change complete at peak end-down temperature of 310.90^0C. The temperature at which the sample and the reference come to thermal equilibrium by thermal diffusion. The peak appeared in the DSC curve at 318.06^0C indicates the phase transformation due to loss of water molecules and formation of stable anhydrous BaC4H4O6 crystals. This is in good agreement with the TGA curve.

Table 6. The DSC data of barium tartrate Crystals.

Peaks	Temperature	On set	End set	Heat
Endothermic	310.90°C	302.77°C	318.06°C	-166.33mj

Fig 6(b) The two stages of DSC curve under study are as follows.

Stage-I

The initiation temperature is 310.29^0C and initiation of phase change to starts completed at peak end-down temperature of 328.94^0C. The temperature at which the sample and the reference come to thermal equilibrium by thermal diffusion. The peak appeared in the DSC curve at 336.46^0C indicates the phase transformation due to loss of water molecules and formation of stable anhydrous Cu: $BaC_4H_4O_6$ crystals. This is in good agreement with the TGA curve.

II. Heat area under the curve is -22.44mj

Stage-II

The initiation temperature is 350.85^0C and initiation of phase change to starts completed at peak end-down temperature of 359.55^0C. The temperature at which the sample and the reference come to thermal equilibrium by thermal diffusion. The peak appeared in the DSC curve at 377.72^0C indicates the phase tar formation due to loss of 2CO andH_4 formation of stable Cu: BaC_2O_4 cupper crystals.

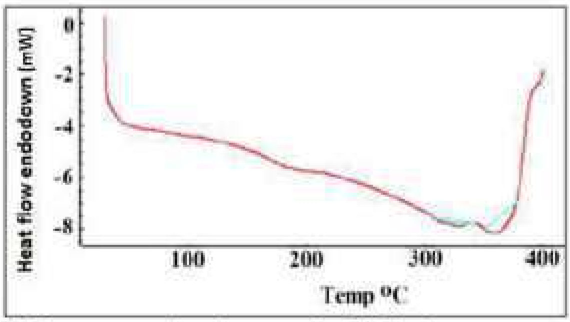

II. Heat area under the curve is -71.94mj

Figure 6 (b) ***Cu doped barium tartrate Crystals***

Table 7. DSC data of Cu 0.05M doped barium tartrate Crystals

Table 7. DSC data of Cu 0.05M doped barium tartrate Crystals

Peaks	Temperature	On set	Endset	Heat
Endothermic	328.94°C	310.29°C	336.46°C	-22.44mj
Endothermic	359.55°C	350.85°C	377.72°C	-71.94 mj

4. CONCLUSIONS

Thesilica hydro gel is suitable for growing the crystals of copper-doped barium tartrate bySignal diffusion method. The colourless, translucent, spherulitic, good quality crystals are obtained.The size of the doped crystals is increases with the increase in the concentration of Cu dopant.Lattice constant a, b and c, the unit volume is sensitively affected by the dopant concentrations.The powder X-ray diffraction study confirmed that grown crystals are very much crystalline in nature having orthorhombic structure and incorporation of the dopant has not altered the structure of the parent barium tartrate crystal.As a result of Cu doping, the XRD peak values shifted toward lower angle, indicating that an increase in the value of lattice constants.TheTGA, DTG and DSC, analysis suggests that the thermal stability of Barium tartrate crystal increases due to copper doping.The residual Copper

barium oxide (CuBaO) identified from TG analysis confirms the presence of strontium barium (CuBa) in the grown crystals.

References

1] Armington A F and O'Comnar J J 1968 J. Cryst. Growth 3 367

2] Henisch H K 1970 Crystal Growth in gels (Pennsylvania State Univ. Press

3] K. Sangwal, A.R. Patel, J. Crystal Growth,23,4,1974,282-288.

4] Dalal P.V saraf K.B, Bull mater of Sci 29(**2006**)421.

5] Arora S.K Patel V. Kothari an Amin B, a crystal growth and design. **2004**

6] Raghavan P S &Ramasamy P, Crystal Growth Process and Methods, KRU publication, **2000**.

7] M.V. Jhon, M.A. Ittayachen, Cryst. Res. Technol., 2001, 36, 2, 141.

8] p. Gao, Mu Gu, Xiao Lin-Liu, Cryst. Res. Technol., 2008, 43, 5, 496.

9] S. Bhat, P.N. Kotru, Materials Chemistry and Physics, 1994, 39, 118.

10] B.B. Parekh, R.M. Vyas, Sonal R. Vasant, M.J. Joshi, Bull. Mater Sci., 2008, 31, 2, 143.

11] A. B. Patil and K. B. Saraf, Phy. D Thesis- "Growth and Characterization of Doped and undoped Lead Iodide single Crystals", (**2003**).

12] http://en.Wikipedia.org/ wiki/ Second-harmonic generation.Franken P. Hill, A. Peters C. Weinreich, G. Physical Review Letters, (**1961**), 7, 118

13] Alpert N. L., Keiser w. E. and Wiberley S. E. Theory and Practical's of Infrared spectroscopy, Plenum Press, New York, (**1970**).

14] Colthrup N. B., Daly L. H. and Wiberley S. E. Introduction to Infrared and Raman Spectroscopy, Academic Press, New York, (**1990**).

15] Gardiner D.J. Practical Raman spectroscopy, Springer-Verlag, (**1989**)

16] Willard H. W., Dean J. A., Merritt Jr> L. L. and Settle F. A. Instruments Methods of Analysis, CBS Publishers and Distributor, India, (**1986**).

17] Gardn D.D., Thermo analytical Methods of Investigation, Academic Press, New York (**1964**).

18] Keatch C. J., an Introduction to Thermo Gravimetry, Hegdon, London, (**1969**).

19] Mackenzie R. C., Differential thermal Analysis, Vol. l, Academic Press, London, (**1970**).

20] Redfern J. P., Thermal analysis reviews, Vol. 1-6, (**1964**).

International Journal of Scientific Research in Science and Technology
Print ISSN: 2395-6011 | Online ISSN: 2395-602X (www.ijsrst.com)
doi : https://doi.org/10.32628/IJSRST229161

Synthesis of Manganese doped Bi_2S_3 Crystal in Gel method and its thermal Characterisations

K. B. Patil
Arts, Science and Commerce College Varangaon, Maharashtra, India

Article Info
Volume 9, Issue 1
Page Number : 257-261
Publication Issue
January-February-2022
Article History
Accepted : 11 Feb 2022
Published : 24 Feb 2022

ABSTRACT

Manganese doped Bismuth tri sulphide crystals are synthesising using simple gel technique at ambient temperature. X Ray Diffraction analysis was done to determine the structure. Orthorhombic crystal structure was found of grown crystal. FTIR method was utilized for the analysis of various functional groups present in the complex Thermal properties of the crystal was studied by TGA was Discussed .Effect of Doping, and concentration of reactants.

Keywords: Gel method, orthorhombic, XRD, FTIR, TGA

I. INTRODUCTION

The gel method is simple technique for growing perfect and strain free crystals. The principle involved in this method is very simple. The solution of two appropriate compounds, which give rise to the essential insoluble crystalline material by simple reaction, two compounds are chemically reacted in set gel medium . In the gel method, gel prevents turbulence and helps to formation of good crystal by providing a framework of nucleation site. In addition, the gel media has a single place due to gel media control of nucleation centre characteristics. In gel method, convection is not present in gel media. It indicates that, for substances, which are insoluble in water, it is option for growth method.

Many of researchers have been grown undoped and doped crystals with the aim of to study and to identify grown materials for practical and industrial applications. The influence of doping in growth media has been recognized for a long time as a relevant matter in the process of crystallization [1-3]. As for as transition metal doped Bismuth tri sulphide crystals are concerned, information about their growth by gel method, characterization. Therefore, it was felt worthwhile to grow Mn-doped Bismuth tri sulphide crystals and study their properties, which may have potential application in photovoltaic energy. The TGA curve of Manganese doped Bismuth tri sulphide crystal was subjected to study the weight loss measured using TGA method.

The purpose of present paper is to report the growth and influence of various parameters such as concentration of reactants, growth of mechanism of Bismuth tri sulphide crystals in gel with effect of

Copyright: © the author(s), publisher and licensee Technoscience Academy. This is an open-access article distributed under the terms of the Creative Commons Attribution Non-Commercial License, which permits unrestricted non-commercial use, distribution, and reproduction in any medium, provided the original work is properly cited

dopant and molar concentration, its optimum conditions and properties

II. METHODS AND MATERIAL

To grow the Manganese-doped Bi_2S_3 crystal samples, 5cc CH_3COOH solution was taken in beaker. With the help of burette, Na_2SiO_3 Solution was added drop by drop in beaker slowly with continuous stirring. Measure pH values of solution until it acquired the proper pH value. If pH value indicate 4.4 then. The 5 ml H_2S inner a reagent was added in gel solution. Then this mixture was poured in the test tubes of length 15 cm and 2.5 cm diameter. To take a precaution, open test tubes were closed by cotton plug. It would take 3 days for the gel to set. It kept as it is for two more days for ageing of gel and then poured the second reagent solution of $BiCl_3$ of 0.5M and same volume of 0.05M $MnCl_2$ on to the upper surface of set gel medium. The second reagent mixture solution was poured gradually alongside of test tube wall. When diffused outer reactant solution chemically reacts with inner reactant solution then growing procedure of crystals was start. After addition of the second chemical reactant, nucleation was observed within twenty-four hours. Shown in figure1.different shape and sized crystals were obtained as shown in figure 2.The colours of grown crystal were observed as creamy yellow colour. All experiments, Growth of crystals process obtain at room temperature. In gel medium, due the chemical reaction between Bismuth Chloride, Manganese Chloride and H_2S water solution we get different shape Manganese -doped Bismuth tri sulphide crystals

Figure 1 Mn doped crystals of Bismuth tri sulphide inside the test tubes

Figure 2 Manganese doped crystals of Bismuth tri sulphide outside the test tubes

III. RESULTS AND DISCUSSION

A. X-ray diffraction (XRD)

The XRD pattern of grown crystal power is as shown in figure 3. The observed X-ray diffraction patterns for Bismuth tri sulphide crystals doped by 0.05M Mn ions and the calculated (h k l) and d values, which were found to be in good agreement with the JCPDS data (Card no17- 0320). The crystal structures of Mn doped Bismuth tri sulphide is determined to be orthorhombic structure. Dopant has not changed the structure of the parent crystals. The grain size of the grown crystals was derived using x-ray diffraction line broadening analysis based on the Scherer formula. The breadth of the diffraction line was measured by the method of full width at half maximum. From XRD data for different parameters it was found that grain size of the undoped Bismuth tri sulphide

crystals increased on doping 0.05M of Mn and on subsequent doping shows an increasing tendency in grain size. Variations in lattice parameters, cell volumes, and intensity and diffraction angle of peaks attributes to the dopant in the crystal.

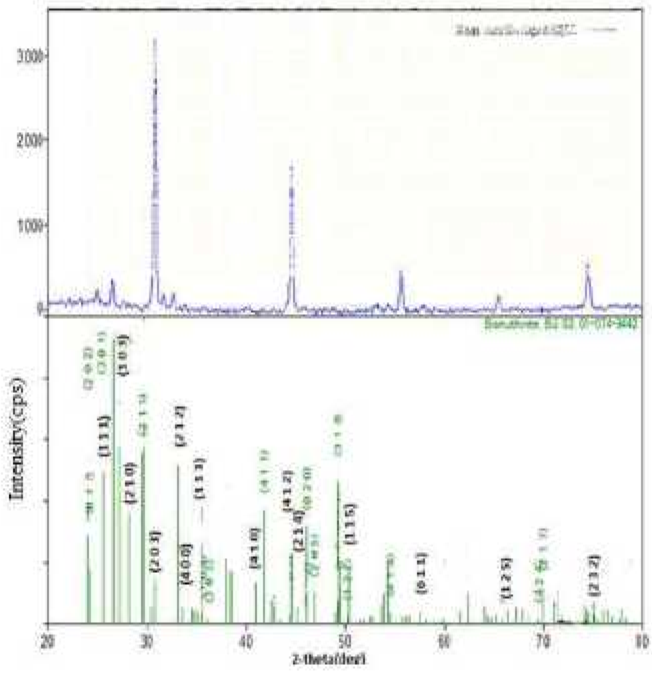

Figure 3 XRD Patterns of the crystals of Bismuth tri-sulphide doped by Mn for 0.05M

. By using Scherer's formula, the crystallite size Calculated as D = 37.63nm

From XRD data and quadratic relation lattice Parameters evaluated as a= 10.86Å, b= 4.06 Å and c = 10.22 Å i.e. a ≠ b ≠ c.

In Orthorhombic crystal structure the length of unit cells are different and $\alpha = \gamma = \beta = 90^0$.

B. Fourier transforms infrared spectroscopy:

Figure 4.Shows The FTIR Spectra of Mn doped Bismuth tri sulphide crystal. The spectrum was obtaining using SHIMADZU IRAffinity-1 cm^{-1} at Department of Chemistry, M.J.College Jalgaon.

The FTIR analysis technique used to obtain the information about the chemical bonds in molecules and provides information based chemical composition of sample. *FTIR absorption peaks and molecular set vibration are related. As per to infrared spectra theory, Molecular set vibration and characteristic absorption bands were assign are related In* FT-IR, light (covering the whole frequency range 4000cm^{-1}-400cm^{-1}) is split into two beams. Either one beam is passed through the sample or both the beam are passed, but one beam is made to travel longer path than the other does. Due to recombination of two beams produces an inference pattern that is the sum of all the inference patterns created by each wavelength in the beam. By systematically changing the differences in the two paths, the inference patterns change to produce a detected signal varying with optical path difference.

However, Fourier transformation of the interfero - gram converts it into plot of % transmittance against wave number.

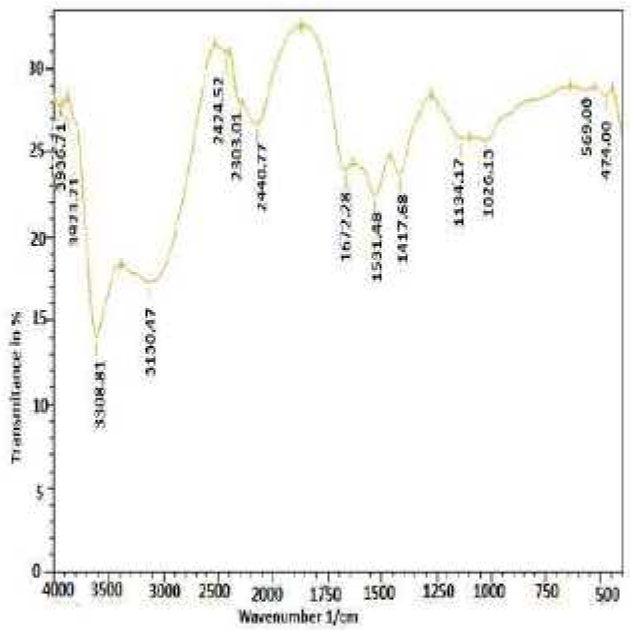

Figure 4 FT-IR spectra of Mn doped Bismuth tri-sulphide crystals

The FTIR Spectrum for a chemical compound is single characteristics, which shows the chemical bonding geometry. An important use of FTIR is to identify unknown compound and identify structure of unknown compound. Figure 4. Shows The FTIR Spectra of Mn-Bismuth tri sulphide

Using Fourier Transform Infrared Spectrometer in the range 500 cm^{-1} to 4000 cm^{-1}. The observed

spectrum of grown crystal is shown in figure 4. The bonds in the range 3500 to 3200cm^{-1} recognized to a symmetric O-H stretching of water molecules. The C-C bond stretching appears in range 2000 to 2300 cm^{-1}. It is seen that the peak at 2140.77 cm^{-1} can be assigned to C≡C bonds stretching. The sharp band present at 2424.52 cm^{-1} can be recognized C–C bond stretching. The band 1672.28 cm^{-1} can be attributed to C=C stretching of Alkyl group. The band appearing at 1531.48 cm^{-1} can be attributed N-O stretching vibration presence in nitro compounds. The band 1417.68 cm^{-1} can be attributed to bending frequency C - C group. The peaks at 1134.17 and 1026.13 cm^{-1} can be assigned to C-O stretching vibration bonding. The peak 569 cm^{-1} can be attributed Halogen compounds bond. The peak 474 cm^{-1} assigned to Bi-S bonding.

The other extra bands observed in the spectra are may be due to inclusion of sodium Meta silicate in the grown crystal.

C. Thermogravimetric analysis (TGA)

The TGA curve of Manganese doped Bismuth tri sulphide crystal was subjected to study the weight loss measured using TGA method. The TGA curve of grown crystals is as shown in figure 5.

.

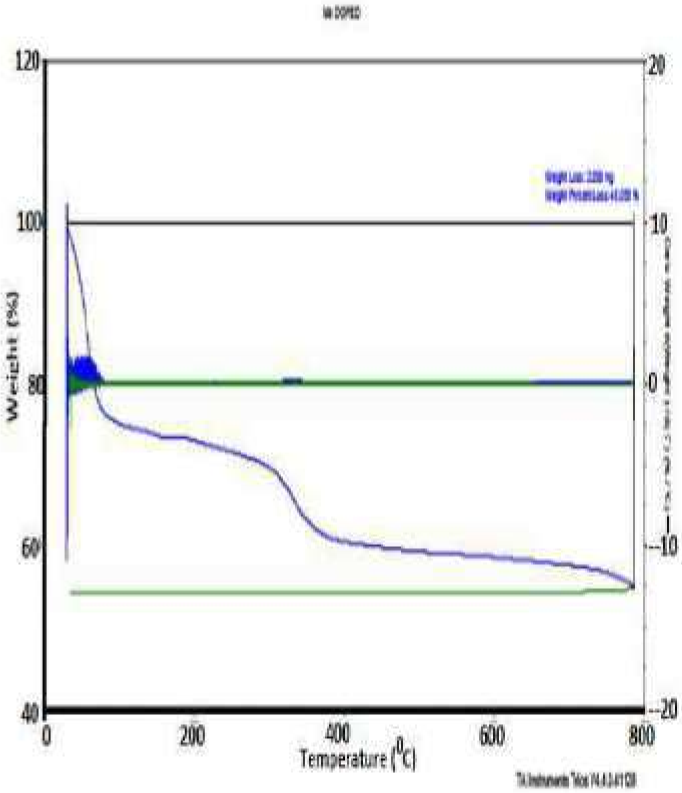

Figure 5. TGA curve of Mn doped Bi_2S_3 crystals

Decomposition of the first stage occurs in 28.32 to 52.20 °C temperature range; observe weight loss of 10.82 % in this range agreed with calculated weight loss 10.94 %. This weight loss is attributed to loss of [$2H_2O$ +$2SO_2$] and decomposition is in continuous manner.

Decomposition of the second stage occurs in 52.20 to 221.69 °C temperature range in which observed weight loss of 16.91 % nearly agree with calculated weight loss 17.08 %. Here observed weight loss appear less as compared with calculated. It can be attributed to incomplete decomposition of Bi_2S_3. This weight loss is attributed to loss of [$4SO_2$] and decomposition is in continuous manner. The remaining product finally turns into residue $MnBi_2O_3$ (Mn Bismuth Oxide) is conformed at 790.112°C.The observed residue weight is 72.27 %. This is nearly agreement with calculated residual weight 69.55%.This confirms presents of manganese and Bismuth in the grown crystals.

Observed Weight Loss: -

1. 28.32 to 52.20 → 100.117 – 89.297 = 10.82 %
2. 5220 to 221.69 → 89.297 - 72.387= 16.910 %

$[MnBi_2S_3.H_2O] + 9x(O_2) \longrightarrow (H_2O) \uparrow + 2SO_2 \uparrow$

$+ 2\ MnBi_2O_3 + 4SO_2 \downarrow$

Residue ⟶ $[2MnBi_2O_3] \downarrow$

Calculated Weight Loss

$2\ [MnBi_2S_3.H_2O] + 9\ x(O_2) \longrightarrow [2(SO_2) + 2(H_2O)]$

2 x 587 +18x2+ 18X16 18 x 2 + 2 x32+4x16

= 1174 +36+ 288 ⟶ = 36 + 64 + 64

=1498 [164 x 100/1498 %]

⟶ $[4SO_2] \uparrow$

= 4 x 32 + 16 x 8

= 128 + 128 = 256

256 x 100/1498 = 17.089%

Residue ⟶ $(2MnBi_2O_3)$

$(2MnBi_2O_3)$ = 2 x 55+ 4 x 209 + 6 x 16

= 110 + 836+96 = 1042

Residue weight = 1042 x 100/1498 = 69.55%

IV. CONCLUSION

By using silica gel method Manganese doped Bi_2S_3 crystals successfully grown. Single diffusion method is convenient for the growth of the Manganese-doped Bi_2S_3crystals. The Period of gel-setting period depends on the pH value of mixture acetic acid and sodiummeta- silicate solution and of sodium meta-silicate density. Grain size of the doped crystals increases with the concentration of Mn dopant. FTIR spectrum clearly indicates that the functional groups of undoped Bismuth tri Sulphides were not altered by the addition of the dopant. Presence of C=C, C-O-C, non-bonded O-H, C-H bond. TGA analysis suggest that the thermal stability of Bismuth tri- Sulphide crystal decreases due to Manganese doping

V. REFERENCES

[1]. A R Patel and A Venkateswararao 1982 Bull. Mater. Sci, 4(5).Pp527-548

[2]. M.V. Jhon, M.A. Ittayachen, 2001 Cryst.Res. Technol.36 (2) pp.141-146.

[3]. SABIT HOROZ1, OMER SAHIN 2017Materials Science-Poland, 35(4) Pp. 861-867

[4]. C. K. Chauhan, P. M. Vyas, and M. J. Joshi, 2011 Cryst. Res. Technol, 46(2) Pp.187-194

[5]. X SAHAYA SHAJAN and C MAHADEVAN, 2004 Bull. Mater. Sci., 27(4) Pp. 327–331

[6]. D. K. Sawant and D. S. Bhavsar, Scholars 2012 Research Library 3(1) Pp.8-14

[7]. Sharda J. Shitole, 2012 International Journal on Cybernetics & Informatics,1(6) Pp.1-6.TA

[8]. Garud S.L. & Saraf K.B., 2008 Bull Master. Sci. 31(4) Pp. 630-643.

[9]. D. S. Bhavsar, 2013 Arch. Appl. Sci. Res. 5 (4) Pp.89-96.

[10]. B.Subashini, Mrs.Geetha, 2017 ijet journal, 3(5) Pp. 1-5

[11]. Sarala. N, Dhatchayani. S, Govindan. V, Sankaranarayanan.K2017IRJET,4(9) Pp.289-292.

Cite this article as :

K. B. Patil, "Synthesis of Manganese doped Bi2S3 Crystal in Gel method and its thermal Characterisations", International Journal of Scientific Research in Science and Technology (IJSRST), Online ISSN : 2395-602X, Print ISSN : 2395-6011, Volume 9 Issue 1, pp. 257-261, January-February 2022. Available at doi : https://doi.org/10.32628/IJSRST229161
Journal URL : https://ijsrst.com/IJSRST229161

IJETIR

ISSN (Online) 2583-0554

International Journal of Emerging Technologies and Innovative Research (IJETIR)

Impact Factor: 5.731

Volume 3, Issue 3, March 2023

Synthesis and Structural Analysis of Bi_2S_3 Crystals by Gel Method

K. B. Patil
Physics (Electronics) Department
J. D. M. V. P. Co-Op. Samaj's
Shri S. S. Patil Arts, Bhausaheb Shri T. T. Salunkhe Commerce & Shri G. R. Pandit Science College, Jalgaon

Abstract: *Bi_2S_3 crystals were grown in silica gel medium at room temperature by single diffusion method. The optimum growth conditions were established by varying various parameters such as pH of gel solution, gel concentration, gel-setting time, concentration of reactant etc. Gel was prepared by mixing sodium metasilicate ($Na_2SiO_35H_2O$), Acetic acid (CH_3COOH), inner reactant Na_2S water solution and Supernant Bismuth chloride ($BiCl_3$) at pH value 4.3. The effects of parameters such as gel aging, gel pH, the density of gel on growth of crystals were studied. The grown crystals characterized by Surface morphology of materials were studied by SEM. It shows grown crystals are nano wires in shape, flat and the plates with the sharp edges were observed. And nanoscale rod like structure of the grown crystals and not affected significantly by the doping. XRD analysis the crystal structure was confirmed as Orthorhombic having lattice parameters a = 10.86Å, b = 4.06 Å, and c = 10.22 Å both elements Bi and S elements can be seen in grown crystal confirmed by EDAX. Fourier transforms infrared spectroscopy (FTIR), the confirmation of the crystal formation was done by carrying out XRD study. FTIR study gives the information of functional groups in a crystal.*

Keywords: Bi_2S_3 Crystal, growth, XRD, EDAX SEM and FTIR

I. INTRODUCTION

Gel method is very simple and useful method to grow the crystals, which are insoluble or slightly soluble. This method can be controlled [1-3] by various parameters Bismuth tri sulphide has been attracting a considerable interest owing to its potential application in thermoelectric, electronic and optoelectronic devices and IR spectroscopy. In addition, it has energy band gap of 1.3 to 1.7 eV, which is suitable for making photodiode arrays and photovoltaic. A band gap can be tuned depending on the size of the subcomponents [4] Bi_2S_3 exhibits pronounced positive photoconductivity upon visible light exposure, and are a good candidate for optical switches.[5-6] Bi2S3 is a layered semiconductor that crystallizes in the orthorhombic system .

II. METHODOLOGY

To grow bismuth Tri-Sulphide crystals, the desired silica gel medium was ready by adding Sodium-Met silicate solution of specific gravity 1.04 g/cc drop by drop with constant stirring by using magnetic stirrer into the 5 ml (2N) acetic acid until the pH value 4.4 was set for the mixture. To the above sodium Meta silicate solution of pH 4.3, Take 15 ml the aqueous solution of Na2S was added as inner reactant with constant stirring. This mixture was then transferred to the test tube. To keep the solution free from dust and impurities, care was taken to cover the test tube with cotton. The gel was typically set within 4 days. It was left for 48 to72 Hours for gel ageing and then the outer reactant, aqueous solution of 0.5M bismuth Chloride (BiCl3) added as Supernant over the set gel. The outer reagent was added down the sides of the test tube using a pipette and ultimately on to the gel medium. The diffusion of the outer reactant into the gel medium. Its reaction with inner reactant, Nucleation was observed within 48 Hours of addition of the outer reactant. The experiment was carried out at an ambient temperature of about 28^0C. The various optimum conditions for the growing Bi2S3crystals were found. The reaction between Bismuth Chloride and Na2S solution in gel medium resulted within the growth of Bi_2S_3 crystals. Shown in Fig. 1

2.1 Chemicals Used

1. Sodium metasilicate powder (A.R. grade) $Na_2SiO_3, 9H_2O$ (M.W.284.20)
2. Acetic acid (A.R. grade) CH_3COOH
3. Sodium sulphide ((A. R. grade)) Na_2S
4. Bismuth chloride (A. R. grade) $BiCl_3$ (M.W. 315.33)
5. Double distilled water

The crystals were grown using following chemical reaction.

$$2XCl_3 + 3Y_2S \rightarrow X_2S_3 + 6Y(Cl) \text{ Where X=Bi and Y= Na.}$$

2.2 Process PARAMETERS OPTIMUM CONDITIONS

Condition Bi_2S_3
Conc. of Na_2S 0.5 M
Conc. of Bismuth chloride 0.5 M
Conc. of Acetic acid 1N
Gel setting period 4 days
Gel aging period 3 days
Period of growth 34 days
Temperature 28^0C (Room temperature)
Gel pH 4.3
Gel density 1.04 gm/cm^3

III. RESULTS AND DISCUSSION

3.1 X-Ray Diffraction Study

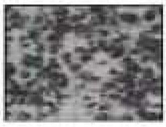

Fig 1

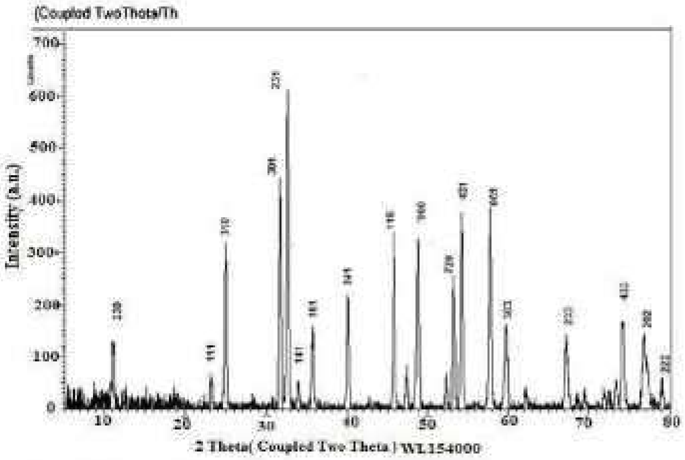

Fig 2 Powder X-ray diffraction pattern of Bismuth tri sulphide Crystal

Figure.2 shows XRD spectrum of Bi_2S_3 sample. It found that no peak from impurities can be observed in XRD spectrum of Bi_2S_3 sample, proving that none of the other different crystalline phases was formed. Grain size calculated from broadening of XRD peaks using the Scherer's formula

$$D = K\lambda/\beta\cos\theta$$

Where K is constant equal to 0.9, λ is wavelength of $CuK\alpha$ radiation (λ= 1.5409Å), β is the full width at half maxima (FWHM) of XRD peaks. In the present work, the crystallite size of the Bi_2S_3 estimated from X-ray line broadening of the maximum intensity peak. The crystalline grains mainly oriented along the (231) plane. The crystalline size calculated using Scherer's formula

$$D = 0.9\times1.54056\ A^{\circ} = 0.9X0.1506/\ .005758X\ COS\ 16.29$$
$$= 26.21.66nm$$

Impact Factor: 5.731

IJETIR

ISSN (Online) 2583-0554

International Journal of Emerging Technologies and Innovative Research (IJETIR)

Volume 3, Issue 3, March 2023

D is grain size (i.e. the diameter of the crystal particle in the material) the calculated average particle size is 26.21nm. From standard data and XRD data, the calculated lattice parameters are a=2.502 Å, b=12.44 Å and 41.30 Å i.e. $a \neq b \neq c$ and $\alpha = \gamma = \beta = 90^0$ these are the condition for orthorhombic crystal structure.

3.2 EDAX

Elemental analysis of gel grown Bismuth tri sulphide crystals was done using Bruker instrument at NMU Jalgaon. Figure indicates EDAX spectra of Bi2S3 grown crystal.. During EDAX measurement different area were formed and the correspondence peaks are shown in figure. Both elements Bi and S elements can be seen in grown crystal.

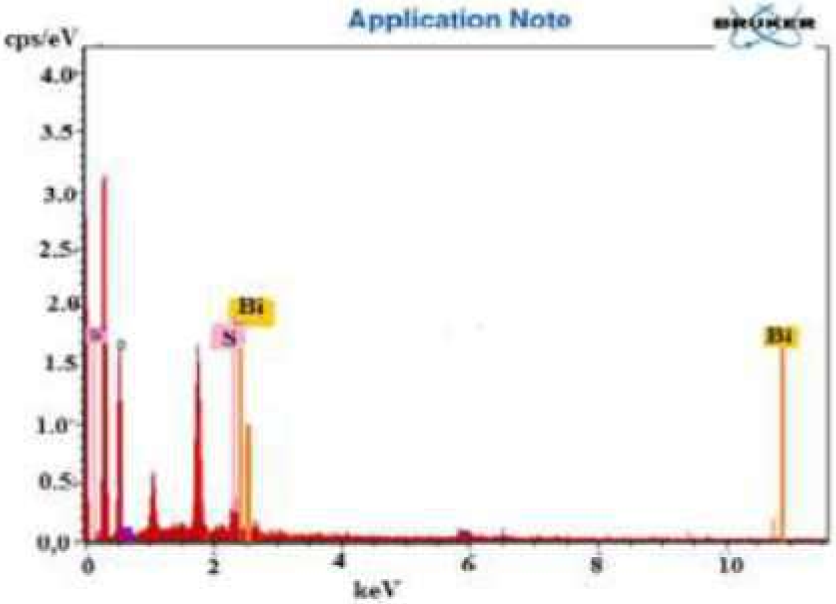

Experimental and theoretical calculated composition obtained from EDAX for various constituent elements present in Bismuth tri sulphide.

3.3 Fourier Transform Infrared Spectral Analysis FTIR

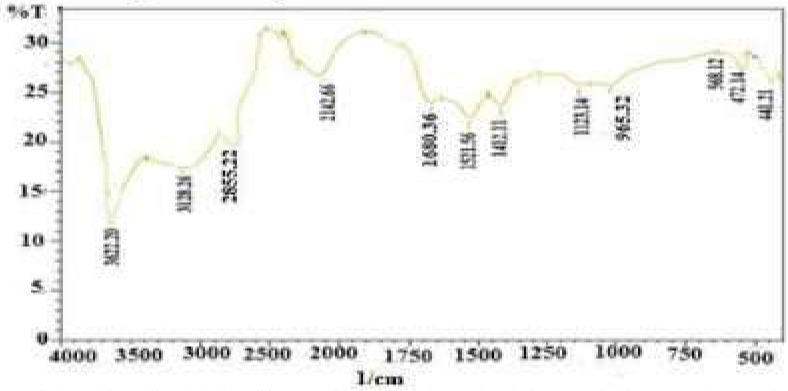

The FTIR Spectrum identifies chemical bonds in a molecule by producing an infrared absorption spectrum. Therefore, an important use of FTIR is the Recognition of unknown functional group present in the chemical compounds. The FTIR Spectra of Bismuth tri sulphide (Bi2S3) is as shown in fig. From the observed result of FTIR spectra of grown Bi2S3 crystals, Intensity peaks, Band assignments and band range .

A few of the major vibration modes are empirically assign here the bands around 3700 to 3400 cm-1 recognized to asymmetric and symmetric O-H stretching. The O-H stretching frequency appeared between 3603.15 to 3064.99 cm-1 is possibly due to stretching vibration of Hydroxyl group-H bonded possibly will be due to O-H stretching or Si-OH

bond. The band appearing at 2855.22 cm-1 can be recognized to C-H stretching due to alkyl group. It may be the present due to Bismuth acetate impurity. The band appearing at peak 1680.36 cm-1 can be recognized to C-O stretching. In the range 970 to 920 cm-1 band appearing can be attributed to C-H group. The band appearing at 471.14 and 441.21 can be recognized to metal Bismuth - Sulphur bond in same plane.

3.4 SEM Analysis

Grown sample of Bi2S3 was Scanning Electron Microscopy characterization taken at Department of Chemical technology, Kavayitri Bahinabai Chaudhari North Maharashtra University, Jalgaon. Sample images were taken magnifications of 400.00 nm and 200.0 nm. Grown Bi2S3 crystals Scanning Electron Microscopy images demonstrated in Figure 4.3. It was seen from SEM images that as growing crystal exhibit the aggregation of the particles at room temperature. It may be due to the smaller particle size. An entire images surface show is enclosed with figs of unlike shapes and size. Some of them are roughly observe to be spherical and triangle shape

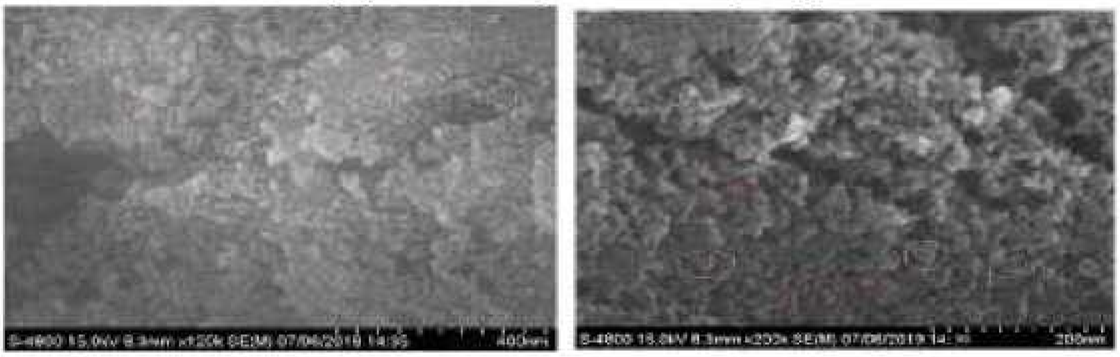

Figure (a, b): SEM picture Bismuth tri sulphide crystals

IV. CONCLUSION

The Bi2S3 crystals can be successfully grown by silica gel method. The gel setting period is strongly dependent on the pH of a mixture of sodium meta silicate, acidic acid and density of sodium meta silicate. X-ray diffraction pattern shows that the sample was crystalline in nature. FTIR study suggests A few of the major vibration modes are empirically assign here the bands around 3700 to 3400 cm-1 recognized to asymmetric and symmetric O-H stretching. The O-H stretching frequency appeared between 3603.15 to 3064.99 cm-1 is possibly due to stretching vibration of Hydroxyl group-H bonded possibly will be due to O-H stretching or Si-OH bond. from SEM images that as growing crystal exhibit the aggregation of the particles at room temperature. It may be due to the smaller particle size. An entire images surface show is enclosed with figs of unlike shapes and size. Some of them are roughly observe to be spherical and triangle shape. The elemental composition was determined by EDAX studies, which show that the Presence of Bismuth and sulphur.

ACKNOWLEDGMENT

Authors are thankful to Principal, Arts, Science & Commerce College Varangaon for providing necessary laboratory facilities.

REFERENCES

[1]. D. S. Bhavsar, Advances in Applied Science Research.3 (3) (2012) 1250.
[2]. T. K. Patil and K. B. Saraf , Der Chemica Sinica.1(2010) (3) 48.
[3]. Boulin, D & Ellis, W C, J. Crystal Growth.6 No3(1970) 290 .
[4]. Puja S N. Sakhare, Hiral Baraniya International Journal in Physical & Applied Science.02 (2015) 59.
[5]. J. Black, E. M. Conwell, L. Seigle and C. W. Spenser, Journal of Physics and Chemistry of Solids.2(1957) 240.
[6]. NAG A., CHAKRABORTY S., SARMA D.D., J. Am.Chem. Soc. 130 (2008) 10605.

[7]. Garud, S. L. and Saraf, K. B. Bulletin of Material Science 4 (2008) 639.
[8]. Garud, S. L. and Saraf, K. B. Bulletin of Material Science 2(2009) 187.
[9]. Shitole S. and Saraf, K. B. Bulletin of Material Science 5 (2001) 461.
[10]. Ghosh C. And Varma,B. P. Solid State Communications.31(1979) 683.
[11]. RL Byer; *Photonic Spectra*, 25(1995) 103.
[12]. Saraf A.G., Saraf K.B., Wani P.A.,& Mrs.Bhorskar,*Cryst.Resp. Techonl*, 7(1985)961

INTERNATIONAL JOURNAL OF CREATIVE RESEARCH THOUGHTS | ISSN: 2320 - 2882

An International Open Access, Peer-reviewed, Refereed Journal

Certificate of Publication

The Board of

International Journal of Creative Research Thoughts

Is hereby awarding this certificate to

Mr. Akash Shivaji Hire

In recognition of the publication of the paper entitled

AN OVERVIEW OF BLUE GREEN ALGAE (CYANOBACTERIA) AS A USED OF BIOFERTILIZER.

Published In IJCRT (www.ijcrt.org) & 7.97 Impact Factor by Google Scholar

Volume 10 Issue 7 July 2022 , Date of Publication: 05-July-2022

UGC Approved Journal No: 49023 (18)

ISSN 2320-2882 IJCRT

International Journal of Creative Research Thoughts (IJCRT)

EDITOR IN CHIEF

PAPER ID : IJCRT2207129

Registration ID : 222955

Scholarly open access journals, Peer-reviewed, and Refereed Journals, Impact factor 7.97 (Calculate by google scholar and Semantic Scholar | AI-Powered Research Tool) , Multidisciplinary, Monthly Journal

INTERNATIONAL JOURNAL OF CREATIVE RESEARCH THOUGHTS | IJCRT

An International Scholarly, Open Access, Multi-disciplinary, Indexed Journal

Website: www.ijcrt.org | Email id: editor@ijcrt.org | ESTD: 2013

IJCRT | ISSN: 2320-2882 | IJCRT.ORG

Certificate of Publication

INTERNATIONAL JOURNAL OF CREATIVE RESEARCH THOUGHTS | ISSN: 2320 - 2882

An International Open Access, Peer-reviewed, Refereed Journal

The Board of

International Journal of Creative Research Thoughts

Is hereby awarding this certificate to

Dr. Deshmukh Laxman Prataprao

In recognition of the publication of the paper entitled

AN OVERVIEW OF BLUE GREEN ALGAE (CYANOBACTERIA) AS A USED OF BIOFERTILIZER.

Published In IJCRT (www.ijcrt.org) & 7.97 Impact Factor by Google Scholar

Volume 10 Issue 7 July 2022 , Date of Publication: 05-July-2022

UGC Approved Journal No: 49023 (18)

International Journal of Creative Research Thoughts ISSN 2320-2882 IJCRT

EDITOR IN CHIEF

PAPER ID : IJCRT2207129

Registration ID : 222955

Scholarly open access journals, Peer-reviewed, and Refereed Journals, Impact factor 7.97 (Calculate by google scholar and Semantic Scholar | AI-Powered Research Tool) , Multidisciplinary, Monthly Journal

INTERNATIONAL JOURNAL OF CREATIVE RESEARCH THOUGHTS | IJCRT

An International Scholarly, Open Access, Multi-disciplinary, Indexed Journal

Website: www.ijcrt.org | Email id: editor@ijcrt.org | ESTD: 2013

IJCRT | ISSN: 2320-2882 | IJCRT.ORG

IJCRT.ORG ISSN : 2320-2882

INTERNATIONAL JOURNAL OF CREATIVE RESEARCH THOUGHTS (IJCRT)

An International Open Access, Peer-reviewed, Refereed Journal

AN OVERVIEW OF BLUE GREEN ALGAE (CYANOBACTERIA) AS A USED OF BIOFERTILIZER.

A. S. Hire[1,3] * & L. P. Deshmukh[2,4]

[1]Department of Botany, Jai Hind Et's Zulal Bhilajirao Patil College, Dhule, 424002. MS, India.

[2]Department of Botany, J.D.M.V.P.S. Arts, Commerce and Science College, Jalgaon- 416702. MS, India.

Abstract:

As the population in India is increasing the demand for more food lead to increase in the pressure on the Agricultural land. Because of this, the requirement of food products in less time has lead to excessive use of chemical fertilizers in the agricultural field. The use of chemical fertilizers has harmful for not only the agricultural land and surrounding environment but also to the human healthcare. In this situation the use of biofertilizer has become the need for 21st century for sustainable agriculture in India. Biofertilizers like Blue Green Algae (Cyanobacteria) has a significant role in various aspect of agricultural field. It increases the fertility and aggregation of soil and makes atmospheric nitrogen available for plants which ultimately lead for the growth of the crops. Blue Green Algae (Cyanobacteria) has a wide range of application from crop production to soil fertility and even it helps in aggregation of soil. This review covers few important applications of Blue Green Algae for crops, soil and sustainable agriculture development in India.

Keywords: Blue Green Algae (BGA), Biofertilizer, Cyanobacteria, Agriculture.

Introduction:

Blue Green algae (BGA) comes under the group of Cyanophyta. This group of algae also known as Cyanobacteria due to its prokaryotic nature. It is the oldest form of life on earth, and is a group of gram negative photosynthetic bacteria which colonizes the earth surface 3.5 billion years ago. BGA has a wide range of application for plant growth; it has a unique function of fixing atmospheric Nitrogen due to a specialized cell called heterocyst. In Cyanobacteria under aerobic condition, nitrogen fixation occurs in the specialized cell called Heterocyst. There are about more than fifty species of Blue Green Algae (BGA) are known to fix atmospheric nitrogen, these species are mainly belonging to the genera *Anabena* sp., *Anabaenopsis* sp., *colothrix* sp., *Cholorogloea* sp., *Cylindrospermum* sp., *Fischerella* sp., *Hapalosiphon* sp., *Mastigocladus* sp., *Nostoc* sp., *Scytonema* sp., *Stigonema* sp., *Tolypothrix* sp., *and Wetiellopsis* sp. These all forms fixing nitrogen are filamentous and heterocyst bearing members of the order Nostocales and Stigonematales (Mazid 2011b). *Nitrogenase* is the enzyme which is found in the heterocyst is the multicellular enzyme and contains *Nif* genes and made-up of two component one is large (Fe Mo protein) and other is Small (Fe Protein). Large

component also known as Dinitrogenase has catalytic activity and small group is Dinitrogen reductase, both are highly sensitive to Oxygen. This Complex after oxidation fixes atmospheric nitrogen as ammonia which is used by various plants for their growth and development.

The effect of Biofertilizers like Blue Green Algae has been seen on the rice field over the years it significantly increases the yield without of a much efforts. Blue green algae not only helps in the growth of plant due to its nitrogen fixing ability but also increases the soil aggregation and porosity. Biofertilizers are biologically active as it increases the activity of microorganisms, colonizes the rhizosphere and promotes growth by increasing the availability of nutrients to the plants (Mazid *et.al.* 2011). Dependency on the chemical fertilizer can decreases the fertility of the soil and can decreases the natural nutrients available for plants in the agriculture (Barman et.al. 2017). Plants cannot uptake all the nutrients which are required to their growth and development applied by chemical fertilizers to the agriculture field (Bhardwaj *et al.* 2014) because of this some amount of nutrients are either fixed in the soil through some practices to increase the fertility and nutrient or through mixed with water bodies (Mahdi *et al.* 2010). Biofertilizers not only saves chemical fertilizers and its cost but also help in its utilization effectively which increases the yield rates (Ghosh 2004). To make agriculture sustainable it is very necessity to make the balance in between the agriculture and environment so for that the eco-friendly products need to use for the development of plants in agriculture. (Venkataraman & Sundaram, 1992; Mahdi *et al.* 2010) Biofertilizers will be the good option to make the balance and for the sustainable agriculture (Pindi & Satyanarayana, 2012; Borkar, 2015; Barman *et.al.* 2017). Blue green algae have been used in the economic development and environment management like wastewater management and atmospheric fixation of nitrogen. Application like Agriculture, Food, Feed for Animal and Aquaculture, Antibiotics, Pigments and Natural color etc. will be helpful for that. (Chakdar *et.al.* 2011).

Sustainable Agriculture:

Rice is one of the important food crops of worlds because more than 40% of the world's population depends on rice as a major source of calories. In India the production of Rice yield is about 1990 kg/ha compare to a maximum of 3346 kg/ha in Punjab. So the production of rice yields in Punjab is highest in the country but low compared to China i.e. 5807 kg/ha. (B. D. Kaushik 2014). Blue Green Algae (Cyanobacteria) is known for their Nitrogen fixing ability, over 100 species of BGA are known to fix atmospheric nitrogen. Over the period of time they have found to be very effective on rice and banana field. Particularly about rice plantation the submerged condition has help really well to BGA growth which ultimately helps to the growth and development of rice.

In India the states like Punjab, Uttar Pradesh and Haryana are the states were the production of rice is higher as compare to the other states. And the study has shown as use of BGA resulted in 25.2% of urea reduction with an overall of 3.8% increase in the yield of rice and a marginal decrease in per acre cultivation cost (Bhooshan *et. al.* 2018). Apart from rice the effect of Blue Green Algae (Cyanobacteria) as a Biofertilizers was seen on the wheat plant. Vermicompost and Farmyard Manure (FYM) enhances the abundance of BGA like *Nostoc* sp., *Anabaena* sp., *Calothrix* sp., *Oscillatoria* sp., and *Phormidium* sp., under the wheat crop which ultimately increases the yield of Wheat (Prasanna *et.al.* 2008).

Treatment of Algalization can enhance crop yields (Rodgers *et al.* 1979; Singh 1988; Pachpande 1990). Most of the Cyanobacteria can fix nitrogen to ammonia which is then used for amino acid and protein synthesis. Pre-soaking of seeds of pumpkin and cucumber with a Cyanobacteria extract can enhance their growth and germination (Nanda *et.al.* 1991). There are some other Biofertilizers other than BGA like Farmyard Manure (FYM) and Vermicompost is good for Sustainable agriculture. Blue Green Algae (BGA) has been successive to the rice field over the years but it has been observed that Blue green algae along with Vermicompost and Farmyard manure has shown significant results to crop growth like chilli (Sangita, 2015; Sundaram *et.al.* 2019). Beside these natural abilities of Cyanobacteria, fixing nitrogen, improving soil quality and balancing mineral nutrition in the soil. Many Cyanobacteria are known to release biologically active substances like vitamins, carbohydrates, amino acids, proteins, polysaccharides and phytohormones that function as elicitor molecules to promote plant growth and development which help them to fight against biotic and abiotic stress (Singh 2014).

Soil Fertility:

It has been observed that the algae particularly blue green algae increases the soil aggregation and water holding capacity of soil which ultimately helps for the agricultural practices for crops. Most of the *Nostoc* sp., and *Oscillatoria* sp., species increases the aggregation and water holding capacity of soil (Bailey *et.al*. 1973). Nitrogen fixing blue green algae significantly increases the nutrients and increases the fertility of soil (Shariatmadari *et.al*. 2011). Soil aggregation increases the porosity of soil and makes it retain more water. In some of the experiment the surface blue green algae effect on physical properties of soil. *Nostoc muscorum* inoculums positively effects on the microbiological, biochemical, and physical properties of soil (Rao & R.G. Burns 1990). Over the years Blue Green Algae effect as biofertilizer was seen on the rice fields but for Pea plant two species of Blue Green Algae (Cyanobacteria) i.e. *Nostoc entophytum and Oscillatoria angustissima* inoculums were tested as Biofertilizers; Inoculation of soil with a suspension of each species or a combination of the two species significantly increases the germination percentage and stimulated the other measured growth parameters and photosynthetic pigment fractions of pea plant (Osman *et.al*. 2010). Biofertilizer contains living microorganism which when applied to the soil it increases the availability of nutrients that can improve soil fertility. Ultimately these Biofertilizers helps legumes in improving the soil fertility and increases the activity of microorganisms are used for application to seed (Mazid *et.al*. 2011). The use of algal growth has significantly increases the fertility of soil with residual effect on succeeding crops (Kant *et.al*. 2006). The Diazotrophic Cyanobacteria can increase the fertility of soil especially under rice plantation. These algae enhances the growth promoting factors in the soil like vitamins and amino acids, adds good amount of organic matter to the soil and solubilizes the insoluble phosphate which increases the physical and chemical nature of soil (Goyal 1993). Blue Green Algae (Cyanobacteria) has tremendous role in build-up soil fertility which enhances the yield of crops. For organic farming the use of Biofertilizer being essential components and play major role in maintaining long term soil fertility and sustainability by fixing atmospheric dinitrogen (N=N), mobilizing fixed macro and micro nutrients and convert insoluble phosphorus in the soil into the forms which can be available to plants for uptake and can use it in the development and growth of the plants (Sahu *et.al*. 2012). Ultimately the use of Biofertilizers like Blue Green Algae (Cyanobacteria) will significantly enhance the quality of soil which will be beneficial for the agriculture in future. It cost lower than the chemical fertilizers and will be a good balance in between nature and the agriculture practices for sustainability.

Conclusion:

Over the years we have witnessed the application of Blue Green Algae (Cyanobacteria) in the rice plantation. But apart from that these Biofertilizers has shown a tremendous result for other crops like wheat, pea, maize and cotton. Biofertilizers are cost effective and very important to make sustainable agriculture development. It increases the soil fertility and dissolves the insoluble phosphate and makes it available for plants to grow. It also enhances the several Micro and Macro components like Vitamins, Carbohydrates, amino acids and proteins in the soil which are vital for the plants under varies stresses. These Biofertilizers are good alternatives source to chemical fertilizers. Which are high in cost and harmful for humans, environment and for soil fertility. For Sustainable agriculture development,s Biofertilizers like Blue Green Algae (Cyanobacteria) are the bright side to change the course of Indian Agriculture for betterment of the society.

Acknowledgement:

The authors are grateful thanks to Head Department of Botany, Jai Hind Et's Zulal Bhilajirao Patil College, Dhule, providing the continuous support and laboratory facilities. AHS and LPD also thanks to the respective colleges for laboratory facilities.

References:

Bailey, D., P. Andrew & J. R. Rosowski (1973): Aggregation of Soil Partilcle by Algae, *J. Phycol,* 9: 99–101.

Barman, M., S. Paul, A. G. Choudhury, P. Roy & J. Sen (2017): Biofertilizer as Prospective Input for Sustainable Agriculture in India. *Int. J. Curr. Microbiol. App.Sci.*, 6(11): 1177–1186.

Bhardwaj, D., M. W. Ansari, R. K. Sahoo & N. Tuteja (2014): Biofertilizers function as key player in sustainable agriculture by improving soil fertility, plant tolerance and crop productivity. *Microbial Cell Factories*. 13: 66.

Bhooshan, N., S. Pabbi, A. Singh, A. Sharma, A. Jaiswal & A. Kumar (2018): Impact of blue green algae (BGA) technology: an empirical evidence from northwestern Indo-Gangetic Plains, *Biotech*. 8: 324.

Borkar, S.G. (2015): Microbes as Biofertilizers and Their Production Technology. Wood head Publishing India Pvt. Ltd., New Delhi, India, Pp.7–153.

Chakdar, H., S. D. Jadhav, D. W. Dhar & S. Pabbi (2012): Potential applications of blue green algae. *Journal of Scientific and Industrial Research*, 71(1): 13–20.

Dandwate, S (2015): Effect of biofertilizers (blue green algae) on yield of chilli (*Capsicum annum*) crop. *Int. J. Pharm. Pharm. Sci. research*. Pp. 2349–7203.

Ghosh, N (2004): Promoting biofertilisers in Indian agriculture. *Econ. Polit. Wkly*, 5: 5617–5625.

Goyal, S. K. (1993): Algal Biofertilizers for Vital Soil and Free Nitrogen, *Proc. Indian natn. Sci. Acad.* Pp. 295–302.

Kaushik, B. D (2014): Developments in Cyanobacterial Biofertilizer, *Proc. Indian Natn. Sci. Acad.* 80: 379–388.

Kaushik, B. D. (2014): Developments in cyanobacterial biofertilizer. *Proc. Natl. Acad. Sci. India*, 80(2): 379–388.

Mahdi, S.S., G. I. Hassan, S. A. Samoon, H. A. Rather, S. A. Dar & B. Zehra (2010): .Bio-fertilizers in organic agriculture. *J. Phytol*, 2(10): 42–54.

Mazid, M., H. K. Zeba, S. Quddusi, T. A. Khan & F. Mohammad (2011b): Significance of Sulphur nutrition against metal induced oxidative stress in plants. *J. stress physiol. Biochem,* 7(3): 165–184.

Nanda, B., S.K. Tripathy & S. Padhi (1991): Effect of algalization on seed germination of vegetable crops. *World Journal of Microbiology and Biotechnology*. 7: 622–623.

Pachpande, R. R. (1990): Role of algal biofertilizer for increasing yield of irrigated plantation crops. *National Symposium on Cyanobucteriul Nitrogen Fixation,* Indian Agricultural Research Institute, New Delhi, pp. 29.

Pindi, P. K., & S. D. V. Satyanarayana (2012): .Liquid Microbial Consortium- A Potential Tool for Sustainable Soil Health. *J. Biofertil. Biopestic*, 3(4): 124.

Prasanna, R., P. Jaiswal, Y. V. Singh & P. K. Singh (2008): Influence Of Biofertilizers And Organic Amendments On Nitrogenase Activity And Phototrophic Biomass Of Soil Under Wheat, *Acta Agronomica Hungarica,* 56(2): 149–159.

Rao, D. L. N & R.G. Burns (1990): The effect of surface growth of blue-green algae and bryophytes on some microbiological, biochemical, and physical soil properties, *Biol. Fertil. Soils*, 9: 239–244.

Rodgers, G.A., B. Bergman, E. Henriksson & N. Udris (1979): Utilization of blue-green algae as biofertilizers. *Plant & Soil*, 52: 99–107.

Sahu, D., I. Priyadarshani & B. Rath (2012): Cyanobacteria - As Potential Biofertilizer, *CIBTech Journal of Microbiology*, (1): 20–26.

Singh, P.K. (1988): Biofertilization of rice crop. In: BiofPrtilizkon Potentialifies and Problems, *Plant Physiolo. Forum*, Pp. 109–114.

Singh, S. (2014): A Review On Possible Elicitor Molecules Of Cyanobacteria: Their Role In Improving Plant Growth And Providing Tolerance Against Biotic Or Abiotic Stress, *J. Appl. Microbiol*, 117: 1221–1244.

Sundaram, S. S & S. P. Sundaram (2019): Nitrate reductase activities on *Capsicum annuum* L. by treating vermi compost and blue green algae, *J. Med. Plant Res.* 7(6): 144–146.

Venkataraman, G.S. & S. sundaram (1992): Algal biofertilizers technology for rice. Biofertilizer, Madurai, Kamraj University, Madurai.

Overview on Low Cost Biofertilizer

Deshmukh Prajakta Vijaykumar[1], Mhaske Rajendra A.[2], Patil M. S.[3]

[1]Research Scholar, Department of Chemistry, Shri JJT University, Jhunjhunu, Rajasthan, India
[2]Research Guide, Department of Chemistry, Shri JJT University, Jhunjhunu, Rajasthan, India
[3] Research Co-Guide, Department of Chemistry, Shri JJT University, Jhunjhunu, Rajasthan, India
Corresponding Author: Deshmukh Prajakta Vijaykumar, E-Mail: atuldeshmukh156@gmail.com

Abstract:

Inorganic fertilizers are much harmful to human being and animals. Therefore, organic fertilizers are good alternative to inorganic or chemical fertilizer as bio-fertilizer. Bio-fertilizers are rich in plant nutrients, which increases the texture and fertility of soil as well as crop yield, quality, nutrients. They are low cost, which increase profitability and the preparation of these fertilizers is not difficult. Therefore, small-scale farmers can easily afford the bio-fertilizer. The cattle keeper farmer can easily manufacture the organic fertilizer from the dung and urine of cow. 'JEEVAMRUT', which is made from the urine and dung of cow, jaggery, pulses flour (especially chickpeas flour), and handful of soil. The dung and urine of cow are excellent manure. 'BEEJAMRUT' is also good organic fertilizer. Plant waste and fruit waste like Neem fruit, Neem leaves, Orange peels, Banana peels, Potato peels, and Onion peels are not only very good but also cost free bio-fertilizer, when it mixed with proper proportion of some ingredients added with these. It is very easily available in food industries and rich in nutrients as well. The other fertilizer, 'PANCHGAVYA', is also organic fertilizer. It is a growth promotor of plants and harmless for flora and fauna. It is alternative organic fertilizer for chemical or inorganic fertilizer.

Keywords: Bio-fertilizer, cow urine, cow dung, manure, orange peel.

Introduction:

Substance that contains living organism are bio-fertilizer [14]. The fertilizers which are manufactured by biological products are called bio-fertilizer. Some Micro-organism are been presented in bio-fertilizer.

Examples: Rhizo-bacteria, Syno-bacteria etc.

In previous year, for increasing the crop yield the farmers were interested in using Chemical fertilizer. Though it (Chemical fertilizer) helped in increasing the crop yield nicely but these are too much harmful for human being as well as cattle.[5] As we compare the cost of chemical fertilizer and organic fertilizer, the cost of chemical fertilizer is more expensive than the cost of organic fertilizer comparatively. The organic fertilizer is low in cost as well as its raw materials are very easier to available. The raw materials like cow urine, cow dung, banana peels, orange peels, onion pills, neem seeds, neem leaves, lemon peels, buttermilk of cow and waste or used flowers etc. Biological fertilizers are useful to increase crop yield. It plays a key role in citrus productivity and sustains soil health. It maintains ecosystem and environmental stability as well. [3,6] No hazardous chemicals are been used in preparation of bio-fertilizer. The expensive infrastructure is not needed for the preparation of bio-fertilizer. Due to all these factors, farmers have tended towards the use of organic fertilizer.

N. Devakumar et. al, 2014 [9] Work organic farming on liquid formulation to examine microbial activity and its uses in high crop production in Jeevamrut and Beejamrut are contains beneficial microorganism in large quantity. The preparation of Beejamrut the microorganism form day of

preparation and Jeevamrut the microorganism are observed after 10th day. This may be due to cow dung, cow urine, jaggery and pulse flour.

It also contains vitamins, essential macro nutrients and micro nutrients, amino acids, indole acetic acid, Gibberlic acid etc. These are growth promoting acids.They concluded liquid organic preparation and contains large number of fungi, N-fixers, P-solubilizer, bacteria from the experiment. It is also concluded that the preparation of Beejamrut are used on the day and the preparation of Jeevamrut are used in 9 to 12 days. The Jeevamrut and Beejamrut are easily prepared and can be produced in low cost as well as the materials are available very easily in villages. Due to its low cost it is very useful for the small scale farmers. The other fertilizer, that is 'Panchagavya' organic fertilizer, is a growth promotors of plants and harmless for human being and animals. It is alternative organic fertilizer to chemical fertilizer. The ingredients are easily available for Cattle keeping farmers. Government also takes a step towards the use of organic fertilizer.

Ahson Javed et.al. 2019[2] Carried a work on agro industrial waste, especially potato pills. Potato peel waste can be collected from different procedure such as: fermentation, and extraction. It can be used as fiber, adsorbent, biofuel, antioxidants as well as food activity. Potato pills are easily available as byproduct of food industries. It is an expensive, valuable and affordable for production of biofuel, fertilizer etc.

Potato pills has been used for synthesis of bio-fertilizer. It contains protein, starch which after degradation in soil gives fertilizer with high nitrogen content.[11]

Bacterial count in potato peels vermin compost is higher than increase surrounding soil fertility. [10]

Potato peels' biogas plant is also useful for bio-fertilizer. It increases nutrient in soil. [8] Similarly potato peel, legume peel, Cow dung, Tulsi leaves, Neem leaves mix together after 45days for a good bio-fertilizer. They show increase in vegetative growth and physicochemical characteristic of Strawberry fruit. [13] The use of such bio-fertilizer, which are made for agricultural waste. It is economically beneficial for developing countries. The quality of bio-fertilizer made from potato peels is good. The cost of potato peels are negligible because, it is the part of food industries.

Waleed Fouad Abobatta, August 2020[15] Study on productivity of citrus plant by the use of different bio-fertilizer like P-solubilizer, Phosphorus mobilizer, Nitrogen fixer, and Potassium solubilizer boosting the growth of citrus plant. Organic fertilizer plays an important role to control the pest and insects and to protect the citrus plants. Due to organic fertilizer, plants can produce very healthy and chemical free fruits and protect the environment, protect the food chain. Bio-fertilizer plays an important role in plant growth by increasing nutrients like Potassium, Nitrogen, Phosphorus, vitamins and minerals. Bio-fertilizer are useful in fixing atmospheric Nitrogen. The different microorganism play an important role accordingly. Citrus crop is susceptible to iron chlorosis in alkaline condition.[4]The microorganism helps plants by making available the Iron .He found in this work that bio-fertilizer are good alternative to synthetic agrochemicals. Various bio-fertilizers are available to increase citrus plant growth and decrease environmental risk as well as increase nutrients absorption, synthesis of hormones in plants, boost plant resistance to pathogen and improve quality.

Tanmay Chaudhary, September 2020[12] has worked on Panchagavya this is a type of organic fertilizer. It is made up of organic manure. Like Cow dung, cow ghee, cow curd, cow urine and cow milk these all five different byproducts are collected from native or desi cow. Panchagavya is a growth promoter of plant and help to boost the ability to fight against diseases of plants. This organic fertilizer contains macronutrient like Potassium, Phosphorus, Nitrogen and micronutrients like vitamins, amino acids. It is beneficial for microorganism. Panchagavya is made up of these five byproducts of cow with jaggery, Tendered coconut water and ripen Banana. Tendered coconut water and jaggery help to push the process of fermentation and also help to minimize for bad smelling. According to him the bio-fertilizer will be required preparation process under 30 days the pH of bio

fertilizer is low. Because of, the production of certain elements like organic acid. Analysis found out that, it is beneficial to the crops. The plants like mango, maize, guava, termeric, brinjal, banana, barley and other vegetables, which had taken under consideration by Tanmay Chaudhary.

Panchagavya improves the fertility of soil. It helps to protect the plant or crop and oppose to the disease and insect. The insects are harmful or dangerous to the plants. Organic fertilizer are ecofriendly. Not special method is needed and farmers can create through affordable process. It reduced the cultivation of cost like chemical fertilizers, fungicides, pesticide, insecticides etc.

The action of bio-fertilizer on plant is very slow and therefore it takes much time than other fertilizer. In this period we are required to use the natural fertilizer like Panchagavya. This chemical free organic fertilizer produces chemical free foods and crops. Hence, these play a leading role in organic farming or natural farming. Organic fertilizer needs to make awareness and to grow knowledge among the farmers about its use and utility. Government also taking a step in order to know the benefits of Panchagavya among the next generation of farmers.

Mona I. Nossier, October 2021[7] work to the use of waste such as fruit peels like Banana and Orange peels convert into substitutes of fertilizer. She used ready-made fertilizer on Tomato plant and in second half; she carried field experiment for the same and found 16% to 31% Nitrogen, and 12% to 24% Potassium by use of grounded Banana and Orange peels. After using mineral fertilizer and Banana Orange peel fertilizer the plant growth was nearly same but Potassium concentration was found more in soil with organic fertilizer, and there was no difference in quality of fruits by the use of both fertilizer with Banana and Orange peels. They are rich in nutrients therefore the richness in fruits and vegetables with different nutrients. She concluded that, now a day the trends shift towards reused of organic waste that is plant parts and fruit peels. She recommended to collect fruit waste or peels from food processing units then collected waste are drying and grinding and then added with municipal waste. Add this in to the soil before the plantation of crops or plant. Plant needs very much nutrients. According to need of nutrient of plant one can change quantity of dried orange and banana peels.

Amit Kumar et.al. August 2021[2] Prepared jeevamrut [liquid organic manure] by using cow dung, cow urine, virgin soil, Jaggery, pulses flour and water.

The fertilizer made by fermentation process. In which soil microorganism are present, which are good for plant growth and gives nutrients to plants. The cost of such fertilizer is very low and it is eco-friendly and it is a way to sustainable agriculture. It is an Organic matter. Therefor it is used in organic farming. The microorganism is present in fix nitrogen and rich source of nutrients like Phosphorus, Potassium, Nitrogen.

The time required to prepare Jeevamrut is very small within 2 to 3 days. It can be easily manufactured and used. The pH is 4.93 that is, it is acidic in nature. It contains 1.97% Nitrogen, 0.172% Phosphorus, 0.29% Potassium and 50 PPM of copper. It's application also used to easy 5 to 10% Solution that is 100 to 200 ml per litter. Jeevamrut mix with water and it must be used with 7 to 10 days. It can be stored up to two to three months. It is very good alternative of chemical fertilizer and it is best bioenhancer to improve the quality of soil and crop productivity.

Conclusion:

The procedure of making Organic fertilizer is very easy. All of these bio-fertilizers are chemical free enzyme, biodegradable, rich source of microorganism, micronutrients. They are safe for flora and fauna and they help to decrease the carcinogenic agents. They improve the soil fertility level. It reduces cost of cultivation like pesticide, fungicide, insecticides etc. Organic fertilizer like Panchagavya, Cow urine, cow dung, Jeevamrut, Beejamrut, are low budget fertilizers. They are another income source for agronomist as well as cattle keeper man, at the same time the plant waste

like Orange peels, Banana peels, Lemon peels are form organic fertilizer or enzyme therefore this would also be a side business for food processing industries. Wastage flowers in a huge quantity in Temples and occasion of festivals could be use to make organic fertilizer and could be another income source. Organic fertilizer contains Potassium, Nitrogen and Phosphorous. These are important source of nutrient, which are significant to build up and breathing the plant.Organic fertilizer is ecofriendly for all that is fauna as well as flora. Thereforewe say 'that Better environment, Better tomorrow'.

Acknowledgement:

Authors are sincerely thankful to Shri. JJT University, Jhunjhunu, Rajasthan for including to me as research scholar and thankful to respected Vice Chancellor of JJTU, respected Coordinator and Professors of Chemical Sciences. With immense pleasure wish to express our deepest sense of appreciation of my course work guide Teaching and Non-teaching staff. Also express our sincere thanks to respected Dr. Madhu Gupta mam for their valuable suggestion as well as time. And my respected co-guide Dr. M. S. Patil mam (HOD of Chemistry in J. D. M. V. P. S. A. S. C. Nutan Maratha College, Jalgaon) for their continuous valuable time, guidance, support and encouragement. Also thank you to my friend (Ph.D. Research Scholars) for helping me during the period of course work classes.

References:

1] Ahsan Javed, Awais Ahmad, Ali Tahir, Umair Shabbir, Muhammad Nouman, Adeela Hameed, (2019) "Potato peel waste-its nutraceutical, industrial and biotechnological application,"*AIMS Agriculture and Food* 4(3) pp.807-823. doi:10.3934/agrfood.2019.3.807

2] Amit Kumar, R.K Avasthe, Raghavendra Singh, Gaurav Verma, A.K. Dhaka, Satish Kumar, Saurav Shaha, E.L. Devi, I. Bhupenchandra, B. A. Gudade, Mohammad Hasanain, (2021) "Jeevamrut: A low cost organic liquid manure in organic farming for sustainable crop production," *KERALA KARSHAKAN,* e-journal.https://www.researchgate.net/publication /353926680

3] Benrebah F, Prevost D, Yezza A, (2007) "Agro-industrial waste material and wastewater sludge forrhizobial inoculant production: A review,"*Bioresour Technol*, 98,pp. 3535-3546.

4] Correia PJ, de-Varennes A, Gama F, et al.(2018) "Changes in nuetritional homeostasis of poncirus trifoliate and Ceratonia siliqua as a response to different iron levels in nutrient solution,"*Journal of Plant Nutrition,* 41(16), pp. 2103-2115.

5] El-Aidy AA, Alam Eldein SM, Esa MW.(2018) "Effect of organic and bio-fertilizer on vegetative growth, yield, and fruit quality of 'Valencia' orange trees,"*J Product & Dev*, 23(1), pp. 1 11-134

6] Khosro M, Yousef S, (2012) "Bacterial bio-fertilizer for sustainable crop production: A review,"*APRN Journal of agricultural and Biological Science*, 7(5), pp. 237-308

7] Mona I Nossier, (2020) "Impact of Organic Fertilizer Derived from Banana and Orange Peels on Tomato plant Quality,"*Arab Univ. J. Agric. Sci., Ain Shams Univ., Cairo, Egypt*, 29(1), pp. 459-469.doi:10.21608/ajs.2021.46495.1278

8] Muhondwa J P, Martienssen M, Burkhardt M, et al. (2015) "Feasibility of anaerobic digestion of potato peels for biogas as mitigation of greenhouse gases emission potential,"*International Journal of Environment* 9, pp. 481-488.

9] Devakumar, N.; Shubha, S.; Gowder, S.B. and Rao, G.G.E. (2014) "Microbial analytical studies of traditional organic preparations beejamrutha and jeevamrutha," In: Rahmann, G. and Aksoy, U. (Eds.) *Building Organic Bridges*, Johann Heinrich von Thünen-Institut, Braunschweig, Germany, 2, Thuenen Report, no. 20, pp. 639-642.

10] Pandit N, Ahmad N, Maheshwari S, et al. (2012) "Vermicomposting biotechnology an eco-loving approach for recycling of solid organic wastes into valuable bio-fertilizers,"*J Biofertil Biopestic*,3, pp. 1-8.

11] Priyanga K, Albeena Reji, Jyoti Kumari Bhagat , S. Anbuselvi et al. (2016) "Production of organic manure from potato peel waste,"*International Journal of Chemical Technology*,9, pp.845-847.

12] Tanmay Chaudhary (September 2020) "PANCHGAVYA AS AN ORGANIC PREPARATION, JUST AGRICULTURE,"*multidisciplinary e- Newsletter*, 3(6) pp. 131-136. www.justagriculture.in

13] Vivek Tiwari ,S. Maji, S.Kumar, G. Prajapati, Rahul Yadav (2016) "Use of kitchen waste based bio-organics for strawberry (Fragaria x ananassa Duch) production. African,"*Journal of Agricultural Research* 11(4), pp. 259-265.
doi: 10.5897/AJAR2015.10349

14] Vessey JK(2003) "Plant growth-promoting rhizobacteria as bio-fertilizer,"*Plant soil,* 255, pp. 571-586.

15] Waleed Fouad Abobatta (2020), "Bio-fertilizer and Citrus production, Project: Future of organic fruit orchard in Egypt," ResearchGate, MedCrave –step in to the world of research. *Moj Eco Environ Sci.2020*, 5(4), pp. 171-176.
http://medcraveonline.com

ISSN 2231-0096

Platinum

A Peer Reviewed
National Multidisciplinary Journal

Volume - 14 Number - 2 April-June 2023

Chief Editor
Dr. Madhukar V. Patil

Assistant Editor
Dr. Vinod V. Patil
Dr. Dipak V. Patil

Advisory Editors
Dr. Shyam Kayande, Nagpur
Dr. Shivankar S.N., Karnataka
Dr. Kishor Gaikwad, Mumbai
Dr. A. P. Khairnar, Nizampur
Dr. Kesha Phale, Amaravati
Dr. Ganesh Malte, Chikhali

Managing Editor
Mr. Yuvraj Mali

Editorial Office
Atharva Publications
Plot No.17, Devidas Colony
Varkhedi Road, Dhule - 424 001
www.atharvapublications.com
E-Mail : atharvapublications@gmail.com

Branch :
Circulation & Advertisement
Atharva Publications
Shop No. 2, Nakshatra Apartment, Shahu nagar
Housing Society, Opp. Teli Samaj Mangal
Karyalay, Jalgaon - 425001

Subscription Rates
Single Copy for reader Rs. 1000.00 or
US $ 100.00 Only (extra postage charge)
For Processing Charges of research Paper
Individuals Rs. 1500.00 (each research paper) Or
US $ 150.00
Institutions Rs. 3000.00 per annum Or Us $ 300.00

1. Editing of the research journal is processed without any remittance. The Selection and publication is done after recommendation of subject expert Refree.
2. Thoughts, Language vision and example in published research paper are entirely of author of research paper. It is necessary that both editor and editorial board are satisfied by the research paper. The responsibility of the matter of research paper is entirely of author.
3. Along with research paper it is compulsory to sent Memership form and copyright form.
4. In any condition if any National/ International university denies to accept the research paper published in the journal then it is not the responsiability of Editor, Managing Editor Publisher and Management.
5. Before re-use of published research paper in any manner, it is compulsory to take written acceptance form Managing Editor unless it will be assumed as disobedience of copyright rules.
6. All the legal undertaking related to this research journal are subjected to be hearable at Dhule Jurisdiction only.
7. The research journal will be sent by normal post. If the journal is not received by the author of research paper then it will not the responsibility of Editor and publisher. The amount or registered post should be given by the author of research paper. It will be not possible to sent second copy of research Journal.
8. Authors are requested to follow the author's Guide lines Contect Managing Editor - 9764694797

- For book reviews, please send two copies of the book (one for the Reviewer and other for the library of the journal) to the Managing editor.
- Donations of books /journals / cash / gift are welcome and will be gratefully acknowledged. All disputes concerning the journal will be settled in the court of Jalgaon, Maharashtra.

प्लॅटिनम या त्रैमासिकात प्रसि[illegible] झालेली मते संपादक, सहसंपादक, कार्यकारी संपादक, आणि स[illegible]गार मंडळ यांना मान्य असतीलच असे नाही. या नियतकालिकात प्रसि[illegible] करण्यात आलेल्या लेखातील लेखकांची मते ही त्यांची वैयक्तिक मते आहेत. तसेच शोधनिबंधाची जबाबदारी ज्या–त्या लेखकांवर राहिल.

[illegible] न.१[illegible], [illegible] –४२४ ००१ [illegible] : ९४०५२०[illegible]३०. [illegible] : ०२५[illegible]–२२३९[illegible]

Index

- **An Analytical Study of Female Characters in Arun Kolatkar's *Jejuri* and *Sarpa Satra* 10**
  - Dr. V. M. Patil
- **Feminist Study of Urmila Pawar's The Weave of My Life (Aaydan) 12**
  - Mr. Krishna Rohidas Sandanshiv
- **Girish Karnad's Naga-Mandala- A Representation of Gender Main Streaming Writing......................14**
  - Mr. Bharat Sonar
- **The Relationship between Social Intelligence and Happiness among Adolescents in Nashik District ...17**
  - Mr. Sandip Gaikwad
  - Dr. Ravindra More
- **Plot and Women Characters in Gabriel Garcia Marquez's One Hundred Years of Solitude 20**
  - Dr. Hemant Govindrao Pawar
- **Thoughts on Women Liberation in Therigatha 23**
  - Dr. Jitendra B. Patil
- **Women Leadership in Sports : Branding and Media a Review 26**
  - Dr. Limbaji Pratale
- **Gender Issues in Arundhati Roy's The God of Small Things and Shobha De's Starry Nights.............29**
  - Dr. Vijay Songire
- **Labyrinth of Female Character and Protagonist : The Study of Arun Joshi's Novels 32**
  - Dr. Pavan Chudaman Patil.
- **An Impact on Social Media of Women Empowerment..35**
  - Dr. Yogini P. Dhakad
- **Indian English Literature and Place of Women in Trirchal Society...39**
  - Dr. Umesh Yashwantrao Gangurde
- **An Investigation Overview Study on Government Policies towards Women Empowerment..............42**
  - Dr. Dinesh D.Bhakkad
- **Women Empowerment : Issues, Challenges and Opportunities 46**
  - Dr. Priya Narendra Kurkure
- **Kamala Markandaya's Rukmani, an Embodiment of Unending Feminine Struggle...........................50**
  - Dr. Gajanan Pandurang Patil
- **Women Empowerment - Issues & Strategies...53**
  - Gokul Mahajan
- **Women in the Novels of Shashi Deshpande...55**
  - Prof. Smt. Hemangi Ratanakar Kulkarni
- **Mahatma Gandhi's Freedom Movement and Women's Participation..57**
  - Prof. Dr. H. R. Chaudhari
- **A Survey on Importance of Education for Women Empowerment in India..60**
  - Jayshri Tarachand Patil, Dr. Rahul Gopichand Saner
- **The Status of Women in 21st Century and Their Empowerment : The Real Picture 63**
  - Mr. Arun Ambu Patil, Dr. Gajanan P. Patil
- **Gender Inequality in Indian Society : Causes and Awareness 65**
  - Mr. Deepak Arjun Mali, Dr. Umesh Gulabrao Patil

- **E-Commerce : An Economical Way to Women Empowerment** 68
  - Mr. Dhruvesh M. Patil, - Dr. Arun U. Patil
- **A Reading of Gender Inequality, Polygamy and Oppression in Aminatta Forna's *Ancestor Stones*** 71
  - Mr. Jitendra R. Pardeshi
- **On Representation in Hindi Cinema and Discourse of Women- Subjugation** 74
  - Mr. Nitin S. Patil
- **A study of the Female Protagonist in Anand Neelakantan's - The Rise of Sivagami in the light of Woman Empowerment** 77
  - Ms. Archana Sudhakar Patil, - Dr. Gajanan Pandurang Patil
- **Glimpses of Modern Woman in Sudha Murty's Gently Falls the Bakula** 79
  - Ms. Ratnajyoti Devidas Shimpi, - Prin. Dr. A. P. Khairnar
- **Bim's Journey towards Self - Discovery in 'Clear Light of Day'** 81
  - Prof. Dr. Indira S. Patil
- **Women Empowerment in the Indian Armed Forces** 83
  - Prof. Dr. Jitendra Ananda Mali.
- **Women Empowerment : Issues, Challenges and Opportunities in Nandurbar District** 86
  - Ravindra Arun Gurao
- **Women Empowerment the Need of Time** 90
  - Dr. Hemkant Magan Chaudhari
- **Gender Equality and Sustainable Development : An Integrated Approach to Attain Equilibruim Through Different Loegislations, policies and Reforms in India** 92
  - Dr. Shweta Deepak Sharma
- **Rushdie's Feminist Approach in Shame** 96
  - Dr. Swati Ravindra Vihire
- **The Representation of Women Characters in Arun Kolatkar's *Jejuri* and *Sarpa Satra*** 98
  - Mrs. Bhavana B. Patil, Dr. V. M. Patil
- **Transgressing Patriarchy : A Reading of Tsitsi Dangarembga's *Nervous Conditions*** 102
  - Mr. Pankaj S. Patil
- **Empowerment of the Marginalized Feminine Voices in Anand Neelakantan's Mythological Fictions** ..105
  - Ms.Vidya Yuvraj Patil
- **Excessive Exercise can Shorten Your Life; Here's The Recommended Quantity of Exercise for A Healthy Life** 108
  - Vinay Pawar, - Harshada Patil
- **The Indian Constitution is a Protective Document of Women's Rights** 110
  - Dr. Atul Padmakar Khose
- **The Strong and Independent Women in Tennessee Williams, *The Night of the Iguana*** 113
  - Dr. Gajanan Pandurang Patil, Smt. Malini Ramlal Adhav
- **A Study on Women's Empowerment in India** 117
  - Prof. Ms. Kalpana Shamrao Sonawane, Prof. Dr. Hemkant Magan Chaudhari
- **Bonsai Growth and Development of Women in Abburi Chayya Devi's Select Short-Stories** 120
  Mr. Pramod Chaudhari
- **Female Consciousness in Paulo Coelho's Novel *The Spy*** 122
  Dr. Mahadev K Waghmode

- **A Slap on the Patriarchal Domestic Violence through a Cinematic Art** 125
  - Nilesh H. Chitte
- **Numerical Solution of Steady - State Heat Conduction Problem Using Grid Methods** 128
  - S. R. Gaikwad, A. R. Gotmare
- **Inspiring Disabled Women's in India** 130
  - Kishori M.Maratkar, Dr. Hemkant M. Chaudhari
- [illegible] .... [illegible]
  - प्रा. [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - प्रा. [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - प्रा. [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] १४१
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - प्रा. [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - प्रा. [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] १५२
  - प्रा. [illegible]
- [illegible] १५४
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
  - [illegible]
- [illegible] .... [illegible]
  - [illegible]
  - [illegible]

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

- [illegible] २१५
  – प्रा. [illegible]
- [illegible] २१८
  – [illegible]
- [illegible] .... २२[illegible]
  – [illegible]
- [illegible] २२२
  – [illegible]
- [illegible] २२५
  – प्रा. [illegible]
- [illegible] .... २२[illegible]
  – प्रा. [illegible]

Numerical Solution of Steady - State Heat Conduction Problem Using Grid Methods

S. R. Gaikwad
Department of Mathematics, J. D. M. V. P. Co. Op. Samaj's
Arts, Commerce and Science College, Jalgaon, Jalgaon,

A. R. Gotmare
Department of Mathematics,
Arts, Commerce and Science College, Jamner, Jalgaon,

Abstract

In this paper, numerical grid techniques have been used to solve steady state heat conduction problem with dirichlet boundary conditions in a rectangular domain. Finite element solution with triangular grid and finite difference solution with square grid are implemented here. Finally comparisons are made between the numerical solution obtained from the finite element and finite difference method solution.

Keywords : Finite element, Finite difference, Heat conduction, Numerical solution.

Finite Difference Method, Finite Volume Method, Finite Element Method, Boundary Element Method are many of mathematical techniques have been developed by mathematician and scientists for Numerical solution of engineering problems. Finite element analysis has now becomes integral part of computer aided engineering and is extensively used in analysis and design of many complex and real life system. The finite element method (FEM) can be viewed simply as a method of finding approximate solution of partial differential equation or a tool to transform partial differential equation into algebraic equation which are easily solved the continuous variation of the function concerned is represented by a set of values at points o a grid of intersecting lines in the finite difference method. The problem to which the method applied are specified by a partial differential equation, a solution region and boundary conditions. Also Finite Volume Method (FVM), Finite Element Method (FEM), Boundary Element Method (BEM) are numerical methods use in grid techniques. Out of these available numerical methods, finite element method and finite difference method are most useful numerical grid techniques. When the numerical grid methods are used in mathematical modelling first input is required for solving the problem. Also required universal constant, boundary conditions, constants, coefficients for particular problem. There are various options such as rectangular grid, triangular grid in two and three dimensional steady or unsteady state problem. The next part is generation of grid is important depending on the numerical method. The Grid can be generated manually or computer programming. Finally results obtained are processed in terms of tables, charts, graphs etc. Most of the development of these techniques will follow those found in electromagnetic book [5]. A solution of the heat equation and electromagnetics problem can be found in [6]. In the paper [3], the researcher discussed the spreadsheet implementation and advantages of spreadsheet. The spreadsheet are used for solving electrostatic boundary-value problem and spreadsheet can offer a reasonable tradeoff between user-defined programming and specific purpose software is presented in [2]. Advanced engineering mathematics [4] popular numerical grid techniques are FDM, FVM, FEM and BEM.

The finite element method (FEM) is a numerical grid technique for solving PDE. FEM is used widely for solving engineering problems in solid mechanics, aerospace, fluid mechanics, heat transfer, structural mechanics, automobiles and biomechanics. FEM and FDM are the most flexible and versatile grid methods for solving engineering problems.

In this paper section 2 gives the idea about the problem formulation. In section 3, the spreadsheet implementation and the essential basic steps have discussed. We have discussed the results in section 4. Finally, section 5 concludes a paper.

Problem Formulation

Consider steady state heat conduction in a rectangular region $0 \leq x \leq 4, 0 \leq y \leq 3$ subjected to the boundary conditions shown in the figure 1.

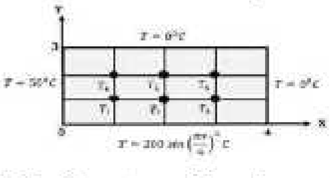

Figure 1: The Geometry and boundary conditions

[1]. Grid Numerical Methods

a. Finite Difference Method

The spreadsheet implementation of the finite difference numerical method consists of the following

steps:

Divide the solution region into a square 12 number of elements.

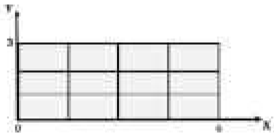

Figure 2: Finite difference arrangement for heat conduction problem.

- The implementation of the Gauss-Seidel method for solving the finite difference equations. There are 6 interior grid points that need to be determined.
- For a grid having equal horizontal and vertical step sizes, the interior grid points are given by finite difference equation.

$$x_{i,j} = \frac{1}{4}\left[x_{i+1,j} + x_{i-1,j} + x_{i,j+1} + x_{i,j-1}\right]$$

Iteration	T1	T2	T3	T4	T5	T6
1	0	0	0	0	0	0
2	13.18502751	4.600857082	3.222181333	15.79630183	5.115797377	2.084494078
3	18.29829738	8.022919022	4.574078425	18.35332309	7.115484347	2.922290692
4	19.77666068	9.281455862	5.085496659	19.22808626	7.844235008	3.25241746
5	20.29613553	9.671301343	5.272804701	19.53509218	8.109702747	3.345651862
6	20.48409838	9.831526457	5.34126958	19.64845028	8.20640715	3.388913185
7	20.55219418	9.889892729	5.368177978	19.68972533	8.241634311	3.401953072
8	20.57740452	9.911154201	5.375251818	19.70475971	8.254466745	3.407429641
9	20.58647848	9.91889026	5.378557225	19.71025651	8.259141502	3.409424682
10	20.58978389	9.921720505	5.379751309	19.7122313	8.260844134	3.410151261

Table 1: Solution by finite difference method

b. Finite Element Method

The spreadsheet implementation of the finite element numerical method consists of the following steps:

- Divide the solution region into a triangular 24 number of elements.

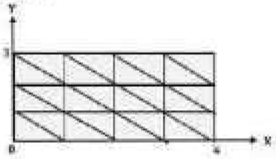

Figure 3: Finite element arrangement for heat conduction problem.

- Generate the input data and consists of three tables: global node x and y coordinates; global and local node correspondence for each element; and list of nodes with fixed temperature.
- For each element, the following quantities are computed and obtain the element coefficient matrix

$$(x_3 - x_2, y_2 - y_3), \quad (x_1 - x_3, y_3 - y_1), \quad (x_2 - x_1, y_1 - y_2)$$

- The VLOOKUP function is invoked to retrieve global node coordinates and assembled for the global coefficient matrix C.
- The matrices C_f (free nodes) and C_{ff} (free and fixed nodes) are formed by extracting the appropriate rows and columns from the global coefficient matrix C.
- The final solution is obtained by using the matrix capabilities of Microsoft Excel.

Nodes	Vi
T1	19.1324
T2	8.7832
T3	6.0012
T4	20.2341
T5	7.2789
T6	4.5612

Table 1: Solution by finite element method

4. Discussion and Results.

As indicated in Table 3, the temperature at the free nodes computed by finite element and finite difference numerical grid method of this heat conduction problem compared fairly well.

Nodes	FEM	FDM
T1	19.1324	20.5968
T2	8.7832	9.9330
T3	6.0012	5.3914
T4	20.2341	19.7152
T5	7.2789	8.2651
T6	4.5612	3.4139

Table 3: Solution by finite element and finite difference method

The accuracy of the finite element numerical solution can be improved if a finer triangular grid is used.

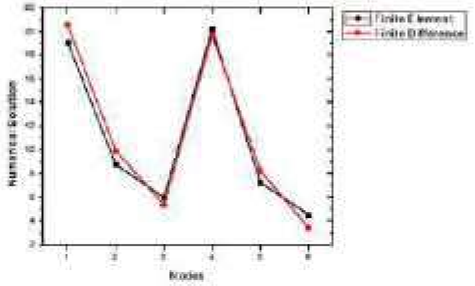

Figure 4: Compare the FD and FE numerical solution.

5. Conclusion

This paper presented the finite element and finite difference numerical solution using MS Excel for solving steady state heat conduction problem. The spreadsheet approach is ideal if the emphasis is on understanding of finite element and finite difference numerical grid technique. After comparing finite element numerical solution with finite difference numerical solution, the obtained. The Finite element numerical solution is fairly well.

References

1]. Kreyszig, E. Advanced engineering mathematics, 9th edition, John Wiley & Sons, 2006.

2]. Lau, M. A. and Kuruganty, S. P. Spreadsheet implementations for solving power-flow problems, eJournal of Spreadsheets in Education, 3(1): 27-45, 2008.

3]. O'Neil, P. Advanced engineering mathematics, 6th edition, CL-Engineering, 2006.

4]. Sadiku, M. Elements of electromagnetics, 4th edition, Oxford University Press, 2006.

5]. Yamani, A. and Kharab, A. Use of a spreadsheet program in electromagnetics, IEEE Transactions on Education, 44(3): 292-297, 2001.

6]. Lau, M. A. and Kuruganty, S. P. Spreadsheet Implementations for Solving Boundary-Value Problems in Electromagnetics, eJournal of Spreadsheets in Education, 4(1), 2010.